تذکرہ
شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی قدس سرہ
مرتبہ
حضرت مولانا عمار احمد صاحب مدظلہ العالی
خلیفہ مجاز بیعت حضرت پرتاپگڈھی
و
بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ افضل المعارف وصی آباد الہ آباد الہند
باہتمام دبیر احمد
ای ۲۵ رفاہ عام سوسائٹی کراچی پاکستان
TEL : 4591351.

تذکرۂ

شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی نور اللہ مرقدہ

از : عمّار احمد

مع

ملفوظات

جمع کردہ

عزیزم مولوی حافظ محمد شاہد ناصری سلمہٗ

شعبہ نشر و اشاعت

جامعہ اسلامیہ افضل المعارف وصی آباد۔ الہ آباد

نام کتاب : تذکرہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڈھی رح

مرتب : عمار احمد

مطبع : ناولٹی آفسٹ پریس، گورکھپور۔ فون ۳۳۵۸۱۹-۰۵۵۱

سن اشاعت : ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۲ء

تعداد : ایک ہزار

قیمت : ۴۰ روپئے

شعبۂ نشر و اشاعت

جامعہ اسلامیہ افضل المعارف وصی آباد۔ الہ آباد

فہرست مضامین

Scanned with CamScanner

مقدمہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ - اَمَّا بَعْدُ

حضرات اہل اللہ کے ارشادات وملفوظات کی افادیت ونافعیت ایک ایسی واضح حقیقت ہے جو محتاج بیان نہیں۔ اکابر امت نے ہر دور میں اس سے شغف رکھنے کی ترغیب وتاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ اہل اللہ کے ارشادات کو ان کا سچا جانشین اور ان کی صحبت کا نعم البدل قرار دیا ہے۔ علامہ شعرانی رحؒ جن کی جلالت شان سے سب واقف ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

فنابت عنھم رسائلھم بعد موتھم فی نصح المریدین

اہل اللہ کے ارشادات ان کی وفات کے بعد مریدین کی نصیحت وتربیت میں انکی نیابت کرتے ہیں۔ (کذا قالہ الشعرانی فی الیواقیت)

اس بات سے دلی مسرت ہے کہ عزیز گرامی حافظ مولوی محمد شاہد ناصری سلمہٗ جو ماشاء اللہ خود بھی خاندان مشائخ سے تعلق رکھتے ہیں اور شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی نور اللہ مرقدہٗ سے مسترشدانہ اور والہانہ تعلق بھی رکھتے ہیں۔ عزیز موصوف نے حضرت کے ملفوظات کو بڑے ذوق وشوق کے ساتھ نہایت سلیقہ سے مرتب کیا اور حضرت ہی سے اخذ کردہ مضامین کی روشنی میں جا بجا فوائد بھی درج کیے، جس نے ملفوظات کی افادیت کو اور بڑھا دیا۔ اللہ تعالےٰ

ہم سب کی طرف سے عزیز موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس نوع کی خدمات انجام دینے کی مزید توفیق ارزانی فرمائے - آمین!

موصوف نے یہ مجموعہ لا کر احقر کو سنایا پھر دوبارہ احقر نے ان ملفوظات کو حرفاً حرفاً بغور دیکھا اور جا بجا بضرورت مناسب ترمیم بھی کر دی۔ ماشاء اللہ نہایت سلیقہ سے مرتب کیا ہے۔

عزیز موصوف نے محض اپنے حسن ظن کی بنا پر احقر سے بھی کچھ لکھنے کی فرمائش کی۔ مگر اپنی علمی کم مائگی اور بے بضاعتی کے سبب قلم اٹھانے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ تاہم عزیز موصوف کی تحریک و اصرار پر قلب میں داعیہ پیدا ہوا کہ ملفوظات کی مناسبت سے تعارف کے طور پر حضرت اقدس پرتابگڈھی نور اللہ مرقدہٗ کا مختصر تذکرہ کر دیا جائے تاکہ ان حضرت کے لئے جنھوں نے حضرت کو نہیں دیکھا موجب ازدیاد بصیرت ہو۔ انشاء اللہ حضرت کی مکمل سوانح حیات تو ارباب قلم اور اصحاب دل مرتب فرما کر اس کا حق ادا فرمائیں گے۔ یہ ناکارہ تو اپنے اندر اسکی اہلیت نہیں پاتا۔ اس تذکرہ کی حیثیت محض اجمالی تعارف کی ہے اور بس!۔

اسی کے ساتھ دلی تقاضا ہوا کہ حضرت پرتابگڈھی کے شیخ و مرشد حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحب قدس سرہ کا اجمالی تذکرہ بھی شامل کر دیا جائے تو نورٌ علیٰ نور کا مصداق ہوگا۔ چنانچہ اولاً حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحب قدس سرہ کا مختصر تذکرہ اس کے بعد حضرت پرتابگڈھی نور اللہ مرقدہ کا اجمالی تذکرہ پیش خدمت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ملفوظات کے ساتھ یہ اضافہ ناظرین کرام کے لئے موجب بصیرت و صد مسرت ہوگا۔

تذکرۂ حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحب قدس سرہ

حضرت بقیۃ السلف شیخ المشائخ مرشدی و مولائی مولانا شاہ محمد احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے شیخ و مرشد عالم ربانی عارف باللہ حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحب قدس سرہ تھے۔ آپ کا آبائی وطن میرپور ضلع الٰہ آباد۔ اور ننہال موضع مؤئی متصل جائس ضلع رائے بریلی تھا۔

آپ کا سلسلۂ نسب اٹھارہویں پشت میں حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے مل جاتا ہے۔ اس طور پر آپ حسنی حسینی سادات میں سے ہیں۔

پیدائش: ۱۴ شوال المکرم ۱۲۳۸ھ مطابق ۱۸۲۲ء کو اس عالم میں رونق افروز ہوئے۔

شجرۂ نسب: حضرت مولانا الحاج شاہ سید بدر علی بن حضرت مولانا شاہ سید حسین علی بن حضرت مولانا سید شبرات علی بن حضرت مولانا شاہ سید رزاق علی بن حضرت مولانا شاہ سید معصوم علی بن حضرت مولانا شاہ سید مشتاق علی بن حضرت مولانا شاہ سید اشتیاق علی بن حضرت مولانا شاہ سید اسکندر علی بن حضرت مولانا شاہ سید کمال کیتھلی بن حضرت مولانا شاہ سید فضیل بن حضرت مولانا شاہ سید گدا رحمٰن ثانی بن حضرت مولانا شاہ سید شمس الدین صحرائی بن حضرت مولانا شاہ سید عقیل بن حضرت مولانا شاہ سید بہار الدین بن حضرت مولانا شاہ سید عبدالوہاب بن حضرت مولانا شاہ سید شرف الدین قتال بن حضرت مولانا شاہ سید عبدالرزاق بن حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی

Scanned with CamScanner

مولانا شاہ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس اللہ اسرارہم۔

تعلیم: جامعہ ازہر قاہرہ میں سترہ سال قیام فرما کر علوم وفنون کی تکمیل فرمائی ۱۸۶۹ء میں جامعہ ازہر سے فراغت حاصل کر کے ہندوستان واپسی ہوئی۔

بیعت واجازت: حضرت اویس زماں مولانا شاہ فضل رحمٰن مجددی گنج مرادآبادی قدس سرہٗ سے پہلی بیعت ۱۸۵۲ء میں فرمائی اور حضرت کی اجازت سے جامعہ ازہر قاہرہ تعلیم حاصل کرنے تشریف لے گئے۔ قاہرہ سے واپسی کے بعد شیخ سے پھر تجدید بیعت کی۔ اور اسی وقت یعنی ۱۸۶۹ء میں اجازت بیعت بھی مرحمت ہوئی۔ پھر ۱۳۲۳ھ میں حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات سے قبل دوبارہ خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔

خصوصیات: آپ کی زندگی مکمل اتباع سنت تھی۔ آپ نے اکل حلال کے لئے ہمیشہ اپنے ہاتھ سے کھیتی کی۔ قرب وجوار کے رؤسا بیحد معتقد تھے انھوں نے بطور جاگیر کثیر رقبہ کی زمین نذر کرنی چاہی لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا۔ لگان پر تھوڑی سی زمین لے لی تھی اس کو خود بوتے تھے۔ ہمیشہ لمبا کرتہ، شرعی پاجامہ اور کشتی نما ٹوپی پہنی جو لباس زیب تن ہوتا تھا اس کے علاوہ دوسرا جوڑا کبھی تہ کر کے نہیں رکھا۔ اکثر یہ صورت ہوتی تھی کہ کوئی مخلص معتقد یا مرید آپ کی خدمت میں نیا جوڑا نذر کرتا تھا، آپ اس کو پہن لیتے تھے اور پہنا ہوا ملبوس اس کو دیدیتے تھے۔ ہمیشہ سامنے کے سالن کو تناول فرمایا۔ کبھی دو سالن نہیں کھائے۔ کھیتی میں گیہوں، جَو، چنا اور چاول جو غلہ پیدا ہوتا تھا اسی کو کبھی دال سے، کبھی چٹنی یا بینگن جیسی ترکاری سے کھا لیا کرتے تھے۔ آپ کھانے سے متعلق تمام سنتوں پر عمل کرتے تھے۔ ہمیشہ اکڑوں بیٹھ کر کھاتے تھے۔ میٹھی چیز درمیان میں کھاتے تھے اَلْحُلْوُ بَیْنَ الْمِلْحَیْنِ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی

کرم اللہ وجہہ سے فرمایا ہے اے علی! تم میٹھی چیز دو نمکین چیزوں کے درمیان کھاؤ تمہاری صحت اچھی رہے گی۔"

آپ مسلکاً حنفی تھے۔ کبھی بخاری شریف کی روایات پر بھی عمل کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے تین مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں بخاری شریف کے بارے میں استفسار کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "بخاری پر عمل کرو بخاری ہماری کتاب ہے" آپ کو پوری بخاری شریف زبانی یاد تھی۔ اور اس کی تلاوت کا معمول تھا۔ فرماتے تھے، قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ روزانہ بخاری شریف بھی پڑھ کر دونوں کا ختم کیا کرتا ہوں۔

آپ نے جامعہ ازہر قاہرہ میں طب جالینوس کی بھی تعلیم حاصل کی تھی۔ آپ نے عرصہ تک چھتری ٹھاکروں کی ایک ریاست پنہونہ ضلع رائے بریلی میں مطب بھی کیا ہے۔ پنہونہ میں آپ نے علوم دینیہ کا درس بھی دیا ہے۔ آپ کو رسوم وبدعات سے سخت نفرت تھی اور برملا ان کی تردید فرماتے تھے۔ آپ کی مجلس میں جو پہنچ جاتا تھا وہ ان سے تائب ہو کر متبع سنت ہو جاتا تھا۔ کسی جاہل نے آپ کے ایک مرید کی موجودگی میں ایک قبر کو سجدہ کیا۔ انھوں نے منع کیا۔ اس جاہل نے کہا فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا ابلیس نے نہیں کیا تھا۔ آپ سے تذکرہ کیا گیا تو فرمایا اس جاہل سے کہو اپنی بہن سے نکاح کرو۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن سے نکاح ہو جاتا تھا۔

آپ صاحب کشف وکرامات تھے۔ اس سلسلہ میں مرشدی حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڈھی نور اللہ مرقدہٗ حضرت کے واقعات نقل فرمایا کرتے تھے چنانچہ فرمایا کہ ایک دفعہ میں حضرت کی خدمت میں جا رہا تھا۔ رائے بریلی سے کئی میل

کی مسافت طے کرکے حضرت کی خدمت میں پہنچا ہوتا تھا۔ وہاں سے سدھونہ تک اکثر و بیشتر پیدل ہی جاتا تھا۔ ایک مرتبہ پیدل جارہا تھا راستہ میں دو بڑے بڑے سانپ لڑتے ہوئے ملے۔ ان کو سامنے دیکھ کر بہت خوف معلوم ہوا۔ اس راستہ کو چھوڑ کر دوسری طرف کھیت میں سے ہوکر کسی طرح گزر گیا۔ جب حضرت کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت دروازے کے باہر کالی چادر اوڑھے ہوئے ایک چھڑی لے کر کھڑے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انتظار ہی میں ہیں۔ چنانچہ جیسے ہی پہنچا اور سلام کیا تو مجھ کو دیکھ کر اس انداز سے مسکرائے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ راستہ کا واقعہ حضرت پر منکشف ہوگیا ہے۔ اور فرمانے لگے کہ آپ تو ابھی کوئی چھڑی وغیرہ بھی نہیں رکھتے۔ راستہ میں سانپ وغیرہ رہتے ہی ہیں۔ حضرت نے مجھے ایک چھڑی بھی عطا فرمائی تھی آج بھی وہ میرے پاس موجود ہے اسے دیکھ کر حضرت یاد آجاتے ہیں۔

مگر باایں علم وفضل اپنے کو ایسا مٹایا کہ دنیا نے انکی علمی حیثیت کو جانا ہی نہیں اس قدر سادگی کے ساتھ رہتے تھے اور عامی زبان بولتے تھے کہ اجنبی آدمی ان کو پڑھا لکھا آدمی سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔ اپنی ساری زندگی خمول وگمنامی میں گزاردی

آخری وصیت: آپ نے آخری بات جو فرمائی وہ یہ تھی، "کتاب وسنت کتاب وسنت، کتاب وسنت۔ اسی کو پھیلاؤ یہی ہے وصیت اور یہی ہے ہدایت"

وفات: ۲۳ر شعبان یوم پنجشنبہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء بعد نماز ظہر ایک سو سولہ سال کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

تدفین: ۲۴ر شعبان بعد نماز جمعہ جامع مسجد کے بیرونی صحن میں نماز جنازہ

ہوئی۔ حضرت کے مکان کے سامنے کچھ فاصلہ پر سدھونہ ضلع رائے بریلی میں تدفین ہوئی۔ نماز جنازہ اور تدفین میں جمع غفیر نے شرکت کی[1] رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

فریب خواب ہستی

از حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب

نگاہوں سے جب اوجھل جلوۂ جانانہ ہوجائے
مری نظروں میں کیوں تاریک پھر دنیا نہ ہوجائے
نصیحت تیری ناصح شکوہ بے جا نہ ہوجائے
رواں بے اختیار آنکھوں سے کیوں دریا نہ ہوجائے
کروں کیا صبر کا لبریز جب پیمانہ ہوجائے

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف ومستی کی
بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں در اصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہوجائے

کسی کو رات دن سرگرم فریاد وفغاں پایا
کسی کو فکر گوناگوں سے ہر دم سرگراں پایا
کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیر آسماں پایا
بس اک مجذوب کو اس غمکدہ میں شادماں پایا
جو بھنسا ہو غموں سے آپ کا دیوانہ ہوجائے

---

[1] اس تذکرہ کے بیشتر مضامین "ضیاء البدر" مصنفہ مولانا عبد الغفار صاحب ندوی مدظلہ سے ماخوذ ہیں۔

Scanned with CamScanner

تذکرہ

شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتابگڈھی نور اللہ مرقدہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

امابعد۔ یہ بھی حق تعالےٰ شانہٗ کا احسان عظیم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو تا قیامت جاری رکھنے کیلئے آپ کے سچے جانشینوں کی ایک ایسی جماعت ہر زمانہ میں باقی رکھتے ہیں جن کو دیکھ کر خیر القرون کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اس جماعت کا وجود تا قیامت اس لئے ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ لاتزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لا یضرھم من خذلھم حتی یاتی امر اللہ وھم کذالک۔ (مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۴۵)

پس کوئی زمانہ اہل اللہ سے خالی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہر دور میں اہل اللہ موجود رہیں گے اور تا قیامت حق کی اشاعت ان کے ذریعہ سے ہوتی رہے گی۔

بلا شبہ شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب نور اللہ مرقدہ بھی ان ہی مغتنمات روزگار سے تھے۔ اور آپ کی ہر ہر شان سے اتباع سنت نمایاں تھی۔ افسوس کہ اس وقت ہم اس مغتنم ہستی سے ظاہراً محروم ہیں لیکن ان کا روحانی فیض آج بھی جاری ہے اور انشاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا ؎

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اور خود حضرت نے ارشاد فرمائے ہیں ؎

آ نہیں سکتی کبھی اس میں خزاں
گلستاں ہے عشق کا یہ گلستاں

اب ایسی باکمال جلیل الشان ہستی کے حالات وکمالات کا تعارف مجھ جیسا بے بصیرت کور باطن بھلا کہاں کرا سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں جتنی بھی خامہ فرسائی کی جائے گی اسی قدر شرمندگی ہوگی۔ اور یقیناً اس کا مصداق ہوگی ؎

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید

اس بنا پر قلم اٹھانے کی ہمت تو نہ ہوتی تھی، مگر احباب کے اصرار پر اللہ کے بھروسہ محض اس خیال سے کچھ لکھنا شروع کر دیا کہ اگر پورا تعارف نہ بھی کرا سکا تو کم از کم مرتبین سوانح کے لئے کچھ مواد ہی فراہم ہو جائے گا اور ان کی دعائیں شامل حال ہو جائیں گی۔ اللہ تعالےٰ اخلاص عطا فرمائے اور قبول فرمائے۔ آمین!

پیدائش:۔

آپ پھولپور ضلع پرتابگڈھ کے ایک شریف اور تعلیم یافتہ گھرانے میں ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام نامی اسم گرامی جناب غلام محمد صاحب تھا جو اپنے موضع کے تعلیم یافتہ با اثر لوگوں میں تھے۔ غالباً سرکاری ملازمت کرکے تھے یعنی اس وقت کے قانون گو تھے۔ اس کے ساتھ نہایت صالح، دیندار، متقی و پارسا انسان تھے۔ اویس زماں قطب دوراں حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی نور اللہ مرقدہٗ سے شرف بیعت بھی حاصل تھا اور برابر حضرت کی خدمت میں حاضری ہوتی رہتی تھی۔ ابتداء میں ان کے صرف چھ صاحبزادیاں تولد ہوئیں، کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ اس کے لئے حضرت مولانا گنج مرادآبادیؒ سے

Scanned with CamScanner

دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ دعا کروں گا انشاء اللہ تمھارے بیٹا پیدا ہوگا، اس کا نام محمد احمد رکھنا۔

چنانچہ حضرت مولانا فضل رحمٰن قدس سرہٗ ۱۳۱۳ھ میں رحلت فرما گئے، اس کے بعد اس دعا کی مقبولیت ظاہر ہوئی اور پیش گوئی صادق آئی کہ انشاء اللہ تمھارے بیٹا پیدا ہوگا اور ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء موضع پھولپور ضلع پرتاپگڈھ میں اس شیخ وقت کی ولادت ہوئی اور آپ نے اس عالم میں قدم رکھا۔ والد محترم نے اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق آپ کا نام محمد احمد رکھا اور آپ اسی نام نامی سے مشہور و معروف ہوگئے۔

کسی موقع پر حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری خلیفۂ حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ کوئی محمد ہوتا ہے اور کوئی احمد ہوتا ہے۔ ہمارے حضرت مولانا محمد احمد صاحب دونوں کا مجموعہ ہیں۔

ایام طفلی:۔

چونکہ آپ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے اس لئے بڑے ناز و انداز اور لاڈ پیار سے آپ کی پرورش کی گئی۔ اوائل عمر ہی میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور یتیمی کی سنت کا اتباع اضطراری طور پر نصیب ہوا۔ پہلے والد محترم جناب غلام محمد صاحب کا انتقال ۴ر مئی ۱۹۱۴ء بروز دوشنبہ بوقت عصر ہوا۔ اس کے چند ہی روز بعد والدہ محترمہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ والدین کے انتقال کے بعد آپ کی پرورش اپنے ننہال میں ہوئی۔

عشق الٰہی کی آگ بچپن ہی سے آپ کے دل میں شعلہ زن تھی۔ دنیا سے بے رغبتی اور اہل دنیا سے کنارہ کشی ابتدا ہی سے آپ پر غالب تھی۔ حق تعالیٰ کو جس سے جو کام لینا ہوتا ہے اور جو خدمت سپرد فرمانا چاہتے ہیں اس شخص کے اندر

اس کی استعداد و صلاحیت اور اس کا داعیہ و جذبہ بھی پیدا فرماتے ہیں۔ چنانچہ وعظ و ارشاد کا جذبہ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدائشی طور پر آپ کے اندر ودیعت فرمایا تھا۔ آپ اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ جب کبھی کھیلنے جاتے تو ایک جگہ ان کو جمع کر کے بجائے کھیل کود وعظ فرمایا کرتے تھے۔ بزرگوں کے واقعات اور عبرت و نصیحت کی باتیں ان کو سناتے۔ غرض بچپن ہی سے آپ کے اندر رشد و ہدایت کے آثار نمایاں تھے اور آپ کے ابتدائی حالات میں انتہائی حالات کی جھلک محسوس ہوتی تھی۔

تعلیم و تربیت:۔

ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی میں حاصل فرمائی اور اپنے ابتدائی اساتذہ کا بھی غایت درجہ ادب و احترام فرماتے تھے اور اس کے متعلق بزرگوں کے واقعات و حکایات سنایا کرتے تھے۔ چونکہ آپ انتہائی فہیم و ذکی اور نہایت مؤدب تھے اس لئے تمام اساتذہ کے منظور نظر رہے۔ اور سب کے سب بڑی شفقت و محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کبھی زجر و توبیخ کی ضرورت ہی پیش نہ آتی تھی۔

غرض ابتدائی تعلیم تو وطن ہی میں حاصل فرمائی اور باقی درسیات کی تکمیل اور فارسی و عربی کی تعلیم بعد میں اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحب ازہری نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں رہ کر حاصل کی اور حدیث بھی سید صاحب ہی سے پڑھی۔ فرماتے تھے کہ حضرت سے مجھ کو حدیث کی اجازت بھی حاصل ہے۔

سلسلۂ حدیث:

آپ کا سلسلۂ حدیث اس طور پر ہے کہ آپ نے حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحب سے اور انھوں نے حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے اور انھوں نے حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی سے حدیث پڑھی اور اجازت

Scanned with CamScanner

حاصل فرمائی۔ اس طور پر آپ کو علم حدیث میں بھی اپنے دور کی سند ارفع حاصل تھی، مگر واہ رے فنا و نیستی کہ غلبۂ تواضع کی بنا پر کبھی اپنی شان علمی کا اظہار تک نہ فرماتے بلکہ ایسے مواقع سے کنارہ کش رہنا چاہتے اور اس باب میں بھی اپنے شیخ کے نقش قدم پر چل کر ایک مثال قائم فرما دی۔ ان کی بھی یہی شان تھی کہ اپنے کو اس انداز سے رکھتے کہ ہمیں کوئی شخص عالم نہ سمجھنے پائے۔ سادی وضع قطع اختیار فرماتے اور عامی زبان بولا کرتے تھے حالانکہ جامع ازہر مصر کے فارغ التحصیل تھے اور وہاں اٹھارہ سال رہ کر مصر و شام کے علماء سے استفادہ فرمایا اور پوری بخاری شریف آپکو حفظ تھی۔

سبحان اللہ یہ سادگی اور شان تواضع یقیناً قابل رشک اور لائق تقلید ہے۔

بیعت وخلافت :۔

حضرت والا خود فرماتے تھے کہ دور حاضر کے جتنے مشہور مشائخ کرام گزرے ہیں قریب قریب سب ہی کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور جہاں بھی گیا نشیب زمین بن کر گیا اس لئے مجھ کو سب ہی سے فیض حاصل ہوا۔ جیسا کہ مشہور ہے ع ہر کجا پستی است آب آنجا رود

چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے خانقاہ تھانہ بھون حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں بھی حاضری دی ہے اور حضرت نے مجھ پر خاص توجہ فرمائی اور اپنی مجلس میں خاص جگہ بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ کئی روز وہاں قیام رہا اور حضرت سے فیض حاصل کیا نہایت شفقت و محبت کا معاملہ فرمایا۔ البتہ باضابطہ بیعت کا تعلق سب سے پہلے حضرت مولٰنا شاہ وارث حسن صاحب کوڑا جہان آبادی قدس سرہٗ سے قائم ہوا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو لکھنؤ میں

ڈالی گنج سے قریب ٹیلہ والی مسجد میں قیام پذیر تھے۔ تقریباً چار سال کا عرصہ حضرت کی خدمت میں گزارا اور حضرت نے اجازت بیعت سے مشرف فرمایا۔ اس کے بعد حضرت ہی کے ایماء سے حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں سدھونہ ضلع رائے بریلی حاضری ہوئی اور آپ سے تجدید بیعت کی۔ پھر تو وہیں کے ہو رہے۔ درسیات کی تکمیل بھی فرمائی اور اسی کے ساتھ نسبت نقشبندیہ مجددیہ سے بھی سرفراز ہوئے اور حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحبؒ نے بھی خلافت و اجازت بیعت سے مشرف فرمایا۔ اس طور پر چشتیہ و نقشبندیہ دونوں سلسلوں سے حضرت کو مستقلاً خلافت حاصل ہوئی اور ہر ایک نے چاروں سلسلوں میں بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ حضرت والا طالبین کے مناسب حال چشتیہ و نقشبندیہ دونوں کے معمولات اذکار و اشغال تلقین فرمایا کرتے تھے۔

شیخ سے تعلق ومحبت :۔

حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی غایت شفقت و محبت کا تذکرہ برابر فرمایا کرتے تھے اور جب بھی تذکرہ آجاتا بے ساختہ آبدیدہ ہو جاتے. بارہا نقل فرمایا کہ ہمارے حضرت سید بدر علی شاہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ میرے چار بیٹے ہیں جو دنیاوی اعتبار سے نسبی بیٹے ہیں۔ لیکن میرا روحانی بیٹا تو بس ایک محمد احمدؒ ہے۔ ایک دن جذبۂ محبت میں ارشاد فرمایا کہ "اگر قیامت کے روز اللہ تعالےٰ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ بدر علی! میرے لئے کیا لائے ہو؟ تو میں احمد میاں کو پیش کر دوں گا" اور عرض کروں گا کہ بار الٰہا یہی میری زندگی کی کمائی ہے۔"

مجاہدہ وریاضت :۔

حضرتؒ نے ابتداء ہی سے اختیاری و اضطراری دونوں قسم کے سخت مجاہدات

برداشت کئے اور غایت درجہ تقویٰ و طہارت کا اہتمام فرماتے تھے۔ بسا اوقات سخت سردی کے موسم میں غسل کی حاجت ہوتی تو شب میں اٹھ کر ٹھنڈے پانی سے غسل فرمالیا کرتے اور جو کپڑے پہنے ہوئے ہوتے اسے اتار کر دھو کر پاک کرتے اور وہی بھیگے ہوئے کپڑے پہن کر لحاف میں بیٹھ کر ذکر اللہ میں مشغول ہوجایا کرتے تھے اور وہ بھیگے کپڑے بدن ہی پر خشک ہوجاتے۔ اس لئے کہ تبدیل کرنے کیلئے دوسرا جوڑا پاس میں نہ ہوتا تھا صرف ایک جوڑے کپڑے پر اکثر و بیشتر گزارہ ہوتا تھا۔ ذکر و شغل سے بے انتہا شغف رکھتے۔ رات میں بہت کم سوتے۔ شب کا اکثر حصہ ذکر و شغل میں گزارتے اور اخفائے حال کا اہتمام فرماتے۔ لیکن کبھی کبھی بے تکلف احباب کے دریافت کرنے پر بعض احوال کا اظہار فرمادیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ فرمایا کہ اپنی جوانی کے زمانہ میں ستر ہزار اسم ذات کا ذکر کیا کرتا تھا۔ اپنے وطن مالوف پھولپور پرتاب گڈھ مکان کے باہری حصہ میں شب کی خاموشی میں ذکر اللہ کا معمول جاری رکھتے، اور سکوت صحرا کو اپنے نعرۂ مستانہ سے معمور فرمایا کرتے تھے جیسا کہ اپنے ایک شعر میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے ؎

دیا پیام کچھ ایسا سکوت صحرا نے
گیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے

شیخ کی خدمت میں رہ کر مجاہدات شاقہ برسہا برس برداشت کئے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں اس طرح وقت گزارا ہے کہ جب تک حضرت کو نیند نہ آجاتی کبھی اس سے پہلے نہیں سوتا تھا اور حضرت کے بیدار ہونے سے پہلے از خود اٹھ جاتا تھا کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ حضرت کو مجھے جگانے کی ضرورت ہوتی۔ حضرت اس بات سے بہت خوش رہتے اور دعائیں دیتے تھے۔ یہ جو کچھ آپ حضرات دیکھ رہے ہیں کہ صرف

چار پانچ گھر کے ایک دیہات پھولپور کا رہنے والا ایک انسان جس کو کون جانتا، لیکن یہ حضرت ہی کی دعاؤں کا صدقہ ہے جو اطراف عالم سے لوگ چلے آرہے ہیں۔ ہر جگہ سے لوگ بلا رہے ہیں، ویزے اور ٹکٹ کے مصارف کے ساتھ مع رفقاء سفر کے بلانے کیلئے اصرار کرتے رہتے ہیں۔ مگر اب تو کہیں جانے کی ہمت و طاقت ہی نہ رہی۔ پہلے لوگوں کے اصرار پر چلا جاتا تھا اور جہاں بھی گیا اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے نفع پہنچایا ؎

میں تو نام و نشاں مٹا بیٹھا
شہرہ میرا اڑا دیا کس نے

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار بڑے ہی کیف و حال کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

رشد و ہدایت :۔

جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے کہ وعظ و ارشاد کا داعیہ بچپن ہی سے آپ کے قلب میں موجزن تھا اور بچوں کو جمع کرکے وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ جب سن شعور کو پہنچے تو اپنے قرب و جوار کے مواضعات میں کبھی تنہا کبھی چند حضرات کے ساتھ پیدل تشریف لے جاتے اور وہاں کے لوگوں کو جمع کرکے وعظ و نصیحت فرماتے اور کسی کی دعوت قبول نہ کرتے۔ بلکہ اپنے ساتھ جو کچھ لے کر جاتے اسی پر قناعت فرماتے اور ایک دیہات سے دوسرے دیہات اور وہاں سے تیسرے دیہات مسلسل پیدل سفر فرماتے اور وعظ و ارشاد کی مجالس منعقد فرماتے۔ اور دعوت و تبلیغ کا سلسلہ برابر جاری رہتا۔

وعظ کی خصوصیت :

آپ کے وعظ میں حق تعالیٰ نے ایسی تاثیر رکھی تھی جس کو سن کر کوئی شخص

بھی متأثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ ایک ایک وعظ میں کثیر تعداد تائب ہوکر راہ ہدایت
پر گامزن ہوجاتی اور صراط مستقیم پر آجاتی۔ اس سلسلہ میں ایک بستی کا واقعہ خاص
طور پر برابر بیان فرمایا کرتے تھے کہ وہاں جاکر شام کے وقت پہنچا۔ قبل مغرب لوگوں
کو مسجد میں جمع کرکے بعد نماز مغرب کچھ دیر بیان کیا۔ اس میں صرف چند افراد شریک
ہوئے۔ پھر بیان سے متأثر ہوکر جو لوگ گئے وہ عشاء کی نماز میں کافی لوگوں کو ساتھ
لائے۔ پھر عشاء بعد بھی بیان ہوا تو فجر کی نماز میں پوری مسجد بھر گئی۔ جب صبح کے وقت
ہم لوگ واپس ہونے لگے تو اہل بستی جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم لوگوں کو اس بات
کا بڑا افسوس ہے کہ آپ ہماری بستی میں آئے لیکن ہماری دعوت نہیں قبول فرمایا
تو میں نے کہا کہ آپ نے میری دعوت کرنی ہی نہیں چاہی۔ ان لوگوں نے سبب دریافت
کیا تو میں نے بتلایا کہ آپ لوگ کھیت رہن رکھتے ہیں اور اس کے منافع استعمال
کرتے ہیں جو شرعاً ناجائز اور حرام ہے، اسلئے ہم آپ کا کھانا کیسے کھا سکتے ہیں۔ ان
لوگوں پر میری اس بات کا اتنا اثر ہوا کہ فوراً تائب ہوگئے اور اپنے سارے دستاویز
لاکر میرے سامنے رکھ دیئے اور کہنے لگے کہ اسی وقت ان سب کو پھاڑ کر جلا ڈالیں
اور رہن کے کھیت ان کے مالکوں کو واپس کردیتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ نہیں بلکہ اپنے
قرض کے بقدر کھیت کی آمدنی سے مجرا کرکے تب کھیت واپس کریں۔ چنانچہ انھوں
نے ایسا ہی کیا۔ پھر پوری بستی نے دینداری اختیار کرلی، نماز باجماعت کے پابند
ہوگئے، چہروں پر ڈاڑھیاں آگئیں۔ اور پوری بستی کی کایا پلٹ ہوگئی اور سب کے
سب اللہ ورسول کے عاشق ہوگئے۔ شاید اسی موقع کیلئے ارشاد ہے ؎

عجب عالم ہوا اللہ اکبر اہل محفل کا
حدیث عشق کی اسنے جب بھی شرح فرمائی

محترم کامل صاحب نے جو حضرت کے خاص خدام میں سے ہیں اپنا چشم دید ایک
واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ حضرت کی معیت میں ہم لوگ چند نفر یعنی مولانا لئیق احمد صاحب
مرحوم اور قمر الحسن صاحب مرحوم اور حامد علی صاحب اور بھی چند حضرات نے مینڈھار
کا سفر کیا اور وہاں جناب محمد عمر صاحب کے مکان پر جو حضرت کے عزیزوں میں سے
تھے ہم لوگوں کا قیام ہوا۔ بعد نماز مغرب حضرت کے وعظ کا اعلان تھا۔ چنانچہ مجمع
اکٹھا ہوا تو حضرت نے اپنے رفقاء سے فرمایا کہ آپ لوگ بھی چل کر وہیں بیٹھیں ہم لوگ
آکر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد حضرت اقدس خود بنفس نفیس تشریف لاکر تخت پر جلوہ افروز
ہوئے۔ احقر بھی تخت کے قریب حضرت کے روبرو بیٹھ گیا۔ اتنے میں دیکھا کہ بہت سے
کبوتر کہیں سے اڑکر آئے اور حضرت کے سامنے والی منڈیروں پر ایک قطار سے بیٹھ
گئے۔ تھوڑی دیر بعد ان میں سے ایک کبوتر اڑکر آیا اور میرے اوپر بیٹھ گیا۔ میں نے
اس کو پکڑ لیا۔ جب حضرت کی نظر پڑی تو فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ میں نے فوراً چھوڑ دیا۔
اور وہ اڑکر پھر منڈیر پر جا بیٹھا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ سب کسی کی یاد میں آئے ہوئے
ہیں۔ وعظ کے بعد تنہائی میں ارشاد فرمایا کہ ہمارے سید بدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کے مرید بہت سے جنات بھی تھے۔ وہی جنات کبوتر کی شکل میں آئے ہوئے تھے۔

اسی طرح حضرت اپنا ایک واقعہ خود بھی بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ
حضرت سید بدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سدھونہ حاضر ہوا۔ چند
روز قیام کے بعد واپسی کی اجازت چاہی تو فرمایا کہ آج رُک جاؤ کل چلے جانا۔
دوسرے روز جب میں چلنے لگا تو حسب معمول رخصت کرنے کیلئے بہت دور تک
تشریف لائے۔ جب مکان سے چلے تھے تو بالکل خالی ہاتھ تھے۔ راستہ میں ایک
مقام پر پہنچ کر اچانک فضا میں اپنے سامنے ہاتھ بڑھایا تو آپکے ہاتھ میں کتاب

Scanned with CamScanner

نظر آئی۔ پھر وہ کتاب میری طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ ابو داؤد شریف ہے جو لاہور میں چھپی ہے، وہاں سے میں نے جن کے ذریعہ قیمت دے کر تمھارے لئے منگوایا ہے اسی لئے کل تم کو روک لیا تھا۔ یہ کہہ کر وہ کتاب مجھے عنایت فرمادی جو آج بھی میرے پاس محفوظ ہے۔

بلا شبہ آپ کی ذات گرامی دور حاضر میں اُسوۂ نبویہ کی حامل، اخلاق محمدیہ کی زندہ مثال تھی اور یقیناً آپ اولیا رسابقین و سلف صالحین کی مجسم یادگار تھے۔ تواضع و انکسار آپ کا طرۂ امتیاز، فنا و نیستی آپ کا شعار اور شفقت و محبت آپکا سراپا تھا۔ آپ کی زندگی سلف کا نمونہ، آپ کی مجلس قلوب کی دوا، آپ کی صحبت روح کی غذا، آپ کی ہمنشینی امراض قلوب کیلئے موجب شفا تھی۔ آپ کا ہر ملفوظ آب زر سے لکھے جانے کے قابل اور آپ کا ہر قول و عمل حرز جان بنانے کے لائق ہے۔ آپکے ارشادات میں حق تعالٰے نے عجیب و غریب تاثیر رکھی تھی جس کا سامعین کے قلوب پر ایک خاص اثر پڑتا تھا۔

حضرت والا اپنی انہی خصوصیات کی بنا پر اکابر وقت کی نظروں میں مقبول و محبوب تھے اور ان کے قلوب میں آپ کا ایک خاص مقام تھا۔ اور آپ کی ذات گرامی دور حاضر میں مرجع خاص و عام بنی ہوئی تھی۔ آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے مخلوق خدا اُوٹ پڑتی اور لوگ پروانہ وار آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور آپ کے ارشادات کو شوق سے سنتے اور متاثر و محظوظ ہوتے تھے۔

شہر الہ آباد میں حضرت پرتاب گڈھی نور اللہ مرقدہ کا ورود مسعود

حضرت کے قدیم مخلصین کی زبانی سنا گیا کہ حضرت اقدس کی تشریف آوری شہر الہ آباد میں سنہ ۱۹۳۳ء/۱۳۵۲ھ سے شروع ہوئی اور اسی وقت سے آمد و رفت کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ محترم جناب حاجی شرافت حسین صاحب ساکن بسکی دارا گنج کے بڑے بھائی حاجی محمد یوسف صاحب سنہ ۱۹۳۳ء میں حضرت اقدس سے الہ آباد ہی میں بیعت ہوئے۔ جب کہ حضرت والا نے عام طور پر بیعت کا سلسلہ جاری نہیں فرمایا تھا، لیکن موصوف کے اخلاص اور فرط عقیدت کی بنا پر ان کو بیعت فرمالیا۔

ابتداءً گاہے گاہے الہ آباد تشریف آوری ہوتی رہتی تھی لیکن طویل قیام نہ فرماتے اور مستقل کوئی متعین قیام گاہ نہ تھی۔ کبھی کسی مخلص کے مکان پر قیام فرمالیا کبھی کسی دوست کے یہاں قیام فرمایا۔ اس طور پر شہر کے مختلف محلوں میں حضرت کا قیام ہوا کرتا تھا۔ کبھی کٹرہ، کبھی بہادر گنج کبھی دریاآباد۔ اور جہاں بھی قیام فرماتے ہر طرف سے طالبین وہاں پہنچتے اور فیضیاب ہوتے، اپنے مقاصد کیلئے دعائیں کراتے اور بامراد واپس جاتے۔ انکی پریشانیاں دور اور رنج و غم کافور ہو جاتا۔

حکیم محمد عارف صاحب جو اپنے دور کے مشہور طبیب قصبہ مئو آئمہ کے رہنے والے محلہ رانی منڈی میں قیام پذیر تھے اور ماسٹر ظہیر الدین صاحب مظفر پوری جو مجیدیہ اسلامیہ کالج کے پرنسپل تھے اور محلہ دریاآباد میں رہائش تھی، ان دونوں حضرات کے اصرار پر حضرت والا کا قیام کچھ دنوں محلہ دریاآباد میں بھی ہوا۔ اسی طرح محلہ کٹرہ میں محترم جناب حاجی نور محمد صاحب مرحوم جو حضرت کے مخلصین میں سے تھے عرصہ تک ان کے مکان پر حضرت کا قیام رہا۔

Scanned with CamScanner

پھر ایک وقت وہ آیا کہ محترم جناب صابر حسین خاں صاحب جن کا مکان چوک سے قریب محلہ سوئیں منڈی میں صابری منزل کے نام سے واقع ہے، موصوف نے حضرت کو مستقل قیام کیلئے اپنا مکان پیش کیا اور ان کے خلوص و محبت کی بنا پر حضرت نے منظور فرمایا۔ چنانچہ اکثر و بیشتر حضرت الہ آباد تشریف لاتے اور صابری منزل میں قیام فرماتے۔ اور تا زندگی محترم صابر حسین خاں صاحب نہایت پر خلوص طور پر حضرت کی خدمت کرتے رہے۔ موصوف چائے کے خود شوقین تھے اس لئے بڑے اہتمام کے ساتھ حضرت والا کو اور حضرت کے رفقاء اور مہمانوں کو چائے پلاتے تھے۔

اللہ کے کسی مخصوص بندے کی جو خدمت بھی خلوص و محبت کے ساتھ کی جاتی ہے وہ عنداللہ مقبول ہوتی ہے اور اہل اللہ کی خدمت اللہ و رسول کی خوشنودی کا ذریعہ بنتی ہے۔ چنانچہ ایک شب کا واقعہ ہے کہ صابری منزل میں حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کو بحالت رؤیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور دیکھا کہ اس مجلس میں محترم صابر حسین خاں صاحب بھی اپنی مخصوص چائے کے ساتھ موجود ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے چائے کی تحسین فرما رہے ہیں۔

الہ آباد کے اثنار قیام مخلصین کی دعوت پر حضرت والا کبھی کبھی اطراف کے دیہاتوں میں بھی وعظ و تذکیر کیلئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

حضرت مولانا کمال الدین صاحب امیر جماعت تبلیغ الہ آباد سے معلوم ہوا کہ حضرت والا موصوف کے وطن بہادر پور بھی تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت کا معمول تھا کہ جہاں کہیں بھی سفر فرماتے خصوصی اہل تعلق کی ایک جماعت جن میں اکثر علمائے کرام ہوتے رفیق سفر ہوا کرتی۔ چنانچہ بہادر پور کے سفر میں مولانا محمد یحییٰ صاحب پرتابگڈھی، قاری عبدالحفیظ صاحب مدھوبنی، مولانا لئیق احمد صاحب الہ آبادی اور حضرت بابا نجم احسن صاحب

مجاز صحبت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تشریف لے گئے تھے۔ موصوف پرتابگڈھ شہر میں وکالت کرتے تھے اور حضرت سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ اکثر الہ آباد تشریف لاتے اور صابری منزل میں قیام فرماتے تھے۔ حضرت والا ان کا بہت ادب اور لحاظ فرماتے تھے اور اپنے متعلقین و خدام کو بھی اس کی تاکید و تلقین فرماتے۔ چنانچہ جب کبھی حضرت کا قیام پرتابگڈھ ہوتا تو بابا نجم احسن صاحبؒ کے امور خانہ داری سے متعلق ساری خدمات حضرت ہی کے خدام انجام دیتے تھے۔ اور وہ حضرات موصوف کی خدمت اس طرح انجام دیتے گویا انہی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوں اور موصوف بھی حضرت کے متوسلین سے بے تکلف اپنا سب کام لیا کرتے تھے۔ اور خود حضرت والا بھی اپنی تواضع کی بنار پر نہایت متواضعانہ انداز سے ان کے ساتھ معاملہ فرماتے تھے جو حضرت کا خاص طرۂ امتیاز تھا۔ اور اس وصف میں حضرت کا کوئی ثانی نہ تھا۔

حضرت بابا نجم احسن صاحب مجاز صحبت حضرت تھانوی رحؒ

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ جو اپنی صدی کے مجدد تھے، آپ نے اپنے بعد خلفار و مجازین کی ایک بڑی جماعت چھوڑی۔ جن کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ہر ایک پر جو رنگ صحبت شیخ میں چڑھا وہ تادم آخر باقی رہا۔ اور ہر ایک نے حضرت کے تجدیدی کارناموں کو اجاگر کیا اور اسمیں چار چاند لگا دیا اسی سلسلہ کی ایک کڑی حضرت بابا نجم احسن صاحبؒ کی ذات گرامی تھی۔ جو خود بھی مسلک تھانوی پر نہایت پختگی کے ساتھ جمے رہے اور اسی معیار پر ہر ایک کو جانچ کر ہی کوئی رائے قائم فرماتے تھے۔ وہ حضرت مولانا پرتابگڈھی نور اللہ مرقدہ کے متعلق فرماتے ہیں:-

"ذکر احسن" کے نام سے بابا نجم احسن صاحب رحمہ اللہ کے مختصر حالات زندگی پر مشتمل ایک کتاب کراچی پاکستان میں طبع ہوئی ہے، اس میں حضرت مرشدی

پرتاپ گڈھی نوراللہ مرقدہ سے متعلق مستقل ایک باب قائم فرمایا ہے اس میں حضرت کے متعلق باباصاحب موصوف کے تاثرات درج ہیں۔ مناسب مقام اس کا اقتباس ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے :۔

"مولوی محمد احمد صاحب بڑی بزرگ ہستی ہیں۔ سبحان اللہ خلوت میں جلوت میں، سوتے میں جاگتے میں تقریباً اٹھائیس برس تک میرا ان کا ساتھ رہا میں نے اس شخص کو اللہ والا پایا۔ میں نے کبھی کوئی غلط یا قابل اعتراض بات ان میں نہیں دیکھی۔ اور ادائے حقوق کا اتنا لحاظ اور محبت اتنی جس کی کوئی تھاہ نہیں۔ اسی وجہ سے میرے دل میں انکی عظمت تو میں نہیں جانتا کہ ہے یا نہیں، مگر محبت تو اتنی ہے کہ حد نہیں۔ اور عظمت وظمت کیا چیز ہے محبت کے آگے۔ ارے یہی اصل چیز ہے۔ محبت نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ بقول ہمارے حضرت کے، اجی محبت کا کوئی قانون نہیں"

باباصاحبؒ فرماتے ہیں کہ "انسان ہونا اصل کام ہے اور میں نے ایک سو ایک فیصدی خوب گھس کر رگڑ کر اگر پایا ہے تو مولوی محمد احمد صاحب کو۔ کوئی ان کا جواب نہیں، ان کی انسانیت کو اپنے سامنے رکھتا ہوں تو اپنے سے شرم معلوم ہونے لگتی ہے"

نیز فرماتے ہیں کہ "میرے خیال میں اس وقت سارے ہندوستان میں ان کا نظیر نہیں ہے۔ اخلاق ان کے بڑے کامل اور اعلیٰ درجہ کے ہیں اور یہی بڑی بات ہے۔ ورنہ عبادت تو اور بھی لوگ کر لیتے ہیں۔ بلکہ جمادات و نباتات بھی اپنے طور پر کر لیتے ہیں"

نیز فرماتے ہیں کہ "بے عیب ذات اللہ ہی کی ہے، انسان سے خطا ضرور ہوتی ہے اور گناہ بھی ہو جاتے ہیں۔ تفصیلی طور پر ایک مدت تک بے تکلفی کے ساتھ جاننے

کی وجہ سے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اللہ کے فضل کے اس بھروسہ پر کہ میرا نیک گمان غالباً تم غالباً صحیح ہے کہ دنیا میں اور ہماری محدود دنیا میں بھی اللہ کے ایک سے ایک اچھے بندے موجود ہیں۔ مگر ہر ایک کے متعلق تفصیلی جزئیات کا تجربہ نہیں ہے۔ لہذا تقریباً حسن ظن کے طور پر انکی بڑائی اور بھلائی اور ساری خوبیوں کو یقین اور تسلیم کرتے ہوئے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت تھانویؒ نے "حیوٰۃ المسلمین" میں جس اسلامی ضابطۂ حیات کی تعلیم و ترغیب فرمائی ہے بفضلہ تعالیٰ مولوی محمد احمد صاحب کی زندگی اس کا عملی نمونہ ہے۔ قلباً مولوی محمد احمد صاحب کے اور اللہ کے درمیان کیا معاملہ ہے یہ اللہ جانے اور مولوی محمد احمد صاحب جانیں۔ مگر اپنا ذوق تو یہ کہتا ہے ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست"

(ماخوذ از "ذکر احسن" صـ۱۵۲ تا صـ۱۵۵)

سبحان اللہ! اہل اللہ کے مراتب اللہ والے ہی پہچانتے ہیں۔ موصوف نے حضرت پرتاپگڈھیؒ کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا سب حق ہے اور اس میں سب سے زیادہ وزنی یہ کلام ہے کہ :۔

"حضرت مجدد تھانویؒ نے "حیوٰۃ المسلمین" میں جس اسلامی ضابطۂ حیات کی تعلیم و ترغیب فرمائی ہے بفضلہ تعالیٰ مولوی محمد احمد صاحب کی زندگی اس کا عملی نمونہ ہے۔" الخ

حضرت حکیم الامتؒ کی کتاب "حیوٰۃ المسلمین" میں شریعت اسلامیہ کا خلاصہ اور سنت نبویہ کا نچوڑ درج ہے اور عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق ہر باب کے احکام مذکور ہیں تو گویا حضرت باباصاحبؒ نے یہ فرمایا کہ حضرت مولانا

محمد احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی زندگی شریعت اسلامیہ اور سنت نبویہ کے سانچے میں
ڈھلی ہوئی تھی۔ اب اس سے بڑھ کر اور کیا تعارف ہو سکتا ہے۔ اسی پر فارسی کا
یہ شعر پڑھا ہے ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

صابری منزل کا کیف اور سماں

جب حضرت کا قیام صابری منزل میں ہوتا تو قرب وجوار اور دور دراز کے شہروں
سے علماء و صلحاء، عوام و خواص سبھی حاضر ہوتے اور فیض صحبت سے بہرہ ور ہوتے۔
عموماً بعد نماز مغرب مجلس وعظ منعقد ہوتی اور حضرت اقدس کا بیان ہوتا تھا۔
اور کبھی یہ سلسلہ بعد نماز عشاء بھی گیارہ بارہ بجے رات تک جاری رہتا۔ اور ایسے اسرار
و معارف کا بیان ہوتا کہ سامعین پر محویت کا عالم طاری ہوجاتا اور کوئی شخص اپنی
جگہ سے جنبش نہ کرتا۔ اگر کسی نے اتفاقاً اپنی گھڑی دیکھی اور حضرت کی نظر اس پر
پڑ گئی تو فوراً ارشاد فرماتے کہ آپ تشریف لے جاسکتے ہیں۔ گویا گھڑی دیکھنے کو اس بات
کی علامت قرار دیتے تھے کہ اب یہ شخص جانا چاہتا ہے۔ بس فوراً اجازت مرحمت
فرمادیتے تھے کیونکہ یکسوئی فوت ہوجانے کے بعد معارف کا فیضان موقوف ہوجاتا
اور فیض کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اسی طرف مولانا روم اپنے اس شعر میں
اشارہ فرماتے ہیں ؎

گر ہزاراں طالب اند و یک ملول — از رسالت باز می ماند رسول
پند را اذنے بباید واعیہ — گرچہ در واعظ بود صد داعیہ

اس کا حاصل یہی ہے کہ اگر سامعین میں کوئی شخص دل سے متوجہ نہ ہوگا تو اس کا اثر
واعظ کے قلب پر ضرور پڑے گا۔ پس جس طرح واعظ پورے طور سے افادہ کی جانب
متوجہ رہتا ہے سامعین کو بھی اخذ فیض کیلئے پورے طور پر ظاہر و باطن سے متوجہ
رہنا چاہئے تب ہی فیض حاصل ہو سکے گا۔

اسی بنا پر حضرت والا پر اثنائے مجلس گھڑی دیکھنے والوں کا اثر پڑتا تھا۔
اور اس پر نکیر فرماتے تھے۔ اور کبھی اسی وقت افادات کا سلسلہ موقوف فرمادیتے
اور مجلس برخاست ہوجاتی۔ جیسا کہ نشاط و انشراح کے وقت کبھی ایسا بھی ہوتا کہ
کتاب و سنت اور اسلاف کی سیرت کا بیان جو منظوم و غیر منظوم دونوں صورتوں
میں ہوا کرتا اس میں ساری رات گزر جاتی اور کسی کو تکان کا احساس بھی نہ ہوتا۔
چنانچہ ایک شب کا واقعہ خود حضرت والا کی زبان سے سنا کہ مغرب سے عشاء تک
صابری منزل میں بیان کا سلسلہ جاری رہا۔ بعد نماز عشاء چند منٹ میں کھانے سے
فارغ ہوکر پھر بیٹھ گئے اور دین کی باتیں ہوتی رہیں اور وقفہ وقفہ سے اشعار معرفت
و محبت بھی پڑھے جاتے یہاں تک کہ تہجد کا وقت آگیا تو سب حضرات نے نماز تہجد
ادا کی۔ اس کے بعد فجر تک ذکر و تذکیر کا سلسلہ چلتا رہا۔ سب نے نماز فجر ادا کی۔ بعد
نماز فجر اشراق تک مجلس ذکر و تذکیر گرم رہی۔ پھر سب نے اشراق کی نماز پڑھی اس
کے بعد چائے پی کر اپنے اپنے گھر واپس ہوئے۔ مگر کسی پر رات کے جاگنے کی وجہ
سے کوئی اثر نہ تھا بلکہ نہایت ہشاش بشاش تھے۔ اور ایک خاص کیف و سرور
کی حالت لے کر گئے۔

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ شروع سے شب کے تھوڑے حصہ میں استراحت
فرماکر زیادہ حصہ ذکر و شغل میں گزارتے۔ اور شب میں بمشکل تمام دو تین گھنٹے سے زیادہ

کبھی استراحت نہ فرماتے۔ اپنے معمولات کا بیشتر حصہ شب ہی میں پورا فرما لیتے اور دن کا پورا وقت مخلوق خدا کے لئے وقف فرما رکھا تھا۔ اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ من جانب اللہ خدمت خلق پر مامور ہیں۔ دن کے فارغ اوقات زیارت، تعزیت اور آنے والوں کی ضیافت و خدمت میں صرف فرماتے تھے اور حق تعالیٰ نے آپ کی دعا میں ایسی تاثیر اور زود اثری رکھی تھی کہ جو کوئی پریشان حال خدمت میں حاضر ہو کر اپنی حالت ظاہر کرتا وہ چند منٹ میں مطمئن ہو کر واپس جاتا اور دعاؤں کی برکت سے اسکی پریشانی دور ہو جاتی بیماری اور تکلیف کافور ہو جاتی۔ مسحور و آسیب زدہ بیہوش لائے جاتے اور بالکل صحیح و تندرست ہو کر واپس جاتے۔

محترم جناب مولانا حسامی صاحب کی تشریف آوری بھی صابری منزل ہی میں ہوتی رہتی تھی، اسی مکان کے بالائی حصہ میں حضرت کا قیام تھا اور نیچے والے اندرونی حصہ میں حضرت کے منجھلے صاحبزادے برادرم جناب ارشاد احمد صاحب مع اہل و عیال کرایہ پر رہتے تھے۔ اور آج بھی موصوف کا قیام اسی صابری منزل میں ہے۔ جب کبھی مخدومہ اماں جان پھولپور سے الہ آباد تشریف لائیں یا کوئی مخصوص مہمان شب میں قیام پذیر ہوتا تو حضرت والا اندر تشریف لے جاتے اور شب میں مہمان کے لئے بالائی حصہ میں یا باہری کمرہ میں انتظام فرما دیتے۔

مہمانوں کے طعام کا انتظام ہمیشہ حضرت والا خود فرماتے تھے۔ اکثر و بیشتر محترم جناب حامد علی صاحب جو حضرت کے مخلص محب اور شیدائی ہیں اپنے یہاں سے کھانا تیار کرا کے حضرت کیلئے اور مخصوص مہمانوں کے لئے لایا کرتے تھے اور حضرت خود فرماتے تھے کہ مہمانوں کی خدمت و ضیافت اپنے ذمہ اس لئے رکھتا ہوں تاکہ گھر کی مستورات پر بار زیادہ نہ ہو۔ حضرت کا قیام جہاں کہیں بھی رہا یہی معمول رہا۔

خدمت والا میں احقر اور مولانا قمر الزماں صاحب مدظلہ کی حاضری

حضرت مصلح الامت مرشدی و مولائی عارف باللہ مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ کی وفات کے بعد حضرت پرتابگڈھی نور اللہ مرقدہٗ سے مناسبت محسوس ہوئی اور بفضلہٖ تعالیٰ عقیدت تو پہلے ہی سے تھی اس لئے اصلاحی تعلق حضرت ہی سے قائم کیا گیا۔ اس وقت حضرت کا قیام زیادہ تر پھولپور پرتابگڈھ رہا کرتا تھا۔ گاہ گاہ الہ آباد تشریف آوری ہوتی اور صابری منزل میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ تو کبھی بعد نماز عصر، کبھی بعد نماز مغرب اکثر مولانا قمر الزماں صاحب مدظلہ کی معیت میں اور کبھی کبھی تنہا حاضری ہوا کرتی تھی۔ خدمت والا میں شروع ہی سے جو خاص چیز محسوس ہوئی وہ یہ کہ اہل علم اور بزرگان دین و اہل اللہ سے نسبت رکھنے والوں کی طرف خاص توجہ ہوتی تھی۔ چنانچہ ہم لوگوں پر بھی حضرت مصلح الامت رحؒ کے تعلق کی وجہ سے خاص نظر شفقت و محبت مبذول فرماتے اور بوقت حاضری ہمہ تن متوجہ ہو جاتے۔ اور احقر سے تو اکثر فرمایا کرتے کہ روز اول ہی سے آپ سے ایسی مناسبت محسوس ہوتی ہے جیسے بہت قدیم تعلق ہو۔ اور حضرت والا نے محض اپنی شفقت و محبت سے چند ہی روز میں اس قدر مانوس فرما لیا کہ احقر کو بھی حضرت سے عرض حال میں کوئی تکلف باقی نہ رہا۔ بے تکلف ہر بات عرض کرتا اور حضرت والا کی دعا و توجہ شامل حال ہو جاتی۔ جس سے بڑی بڑی مشکلات منٹوں میں حل ہو جاتیں بلکہ بسا اوقات بدون عرض معروض صرف توجہ کافی ہو جاتی ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل حل می شود بے قیل و قال

حضرت والا نے محض اپنے حسن ظن کی بنا پر چند ہی روز بعد از خود پہلے زبانی پھر تحریری

ہم دونوں کو اجازت بیعت مرحمت فرمائی جس کو احقر اپنے حق میں محض حضرت والا کا حسن ظن سمجھتا ہے اس لئے کہ اپنا حال بخوبی جانتا ہے کہ کسی طرح اس منصب عظیم کے ہرگز لائق نہیں۔ ایسی عظیم المرتبت باکمال شخصیت کی نیابت کا کسی طرح اہل نہیں۔ البتہ ایک ولی کامل کا حسن ظن بھی بہت بڑی نعمت ہے اس کی برکت سے عنداللہ عفو و درگزر و نجات و مغفرت کی امید ہے۔ حق تعالےٰ اس حسن ظن کی برکت سے مغفرت فرماکر زمرۂ صالحین میں محشور فرمادے تو کیا عجب۔ بلکہ حق تعالےٰ کی شان کریمی سے یہی توقع ہے۔

ولنعم ما قیل فی ھذا المعنیٰ ؎

می پذیرند بداں را بہ طفیل نیکاں
رشتہ واپس نکند ہر کہ گہری گیرد

رجوعات :-

جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے حضرت مصلح الامت قدس سرہٗ کے زمانۂ حیات میں شہر الہ آباد کے بہت سے حضرات دونوں بزرگوں سے تعلق رکھتے تھے اور صبح حضرت مصلح الامت رح کی مجلس میں اور بعد نماز مغرب حضرت پرتابگڈھی رح کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ حضرت مصلح الامت رح کی وفات کے بعد اہل شہر کی پوری توجہ حضرت پرتابگڈھی رح کی طرف مرکوز ہو گئی اور ہر چہار طرف سے عوام و خواص سبھی حضرت رح کی طرف رجوع ہونے لگے۔ حتیٰ کہ مشائخ وقت بھی حضرت کی ذات گرامی کو مغتنمات میں سے شمار کرتے اور حضرت سے انتساب کو نعمت عظمیٰ اور غنیمت کبریٰ سمجھتے تھے۔ چنانچہ کتنوں نے اپنا اصلاحی تعلق باقاعدہ حضرت سے قائم کیا اور فائز المرام ہوئے۔ انہی حضرات میں سے مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی بھی ہیں۔ موصوف کا اصلاحی تعلق پہلے حضرت مصلح الامت قدس سرہٗ سے تھا۔ اس کے بعد حضرت پرتابگڈھی نور اللہ مرقدہٗ

سے قائم ہوا۔ مولانا موصوف نے اپنے تأثرات اور حضرت والا کے ارشادات قلمبند فرماکر حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کی خدمت میں لکھنؤ بھیجا۔ مولانا نے بڑے ذوق و شوق سے ماہنامہ "الفرقان" میں ان مضامین کی اشاعت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ ایک عرصہ تک "الفرقان" میں قسط وار شائع ہوتے رہے جس کی وجہ سے ایک وسیع منصوص حلقہ حضرت والا سے متعارف ہوا اور بہت سے حضرات نے رابطہ قائم کیا اور ان مضامین سے ان کو نفع پہنچا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالےٰ جب کسی بندے کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں تو فرشتوں کے واسطہ سے اہل آسمان میں منادی کرادیتے ہیں کہ فلاں بندے سے میں محبت رکھتا ہوں تم بھی اس سے محبت رکھو۔ پھر اس کی محبوبیت زمین میں اتار دی جاتی ہے۔

بلا شبہ اہل اللہ کی مقبولیت عامہ اسی عنایت خاصہ کا اثر ہوتی ہے۔ حضرت والا کے اندر اللہ تعالےٰ نے ایسی محبوبیت و کشش ودیعت فرمائی تھی کہ خود بخود لوگوں کے قلوب حضرت کی طرف کھنچے جاتے تھے اور جو بھی آتا فیضیاب ہو کر جاتا۔ اور حضرت رح کی مجلس میں قلب کو وہ سکون و طمانینت حاصل ہوتی جس کو ہر حاضر ہونے والا وجداناً محسوس کرتا۔ اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں :-

سکوں کی جان ہے واللہ تیری محفل میں
چلے عبث ہیں گلستاں میں دل کو بہلانے
کہیں بھی ہم ہوں مگر فیض ہے یہ ساقی کا
ہمارے پاس پہنچتے ہیں اُڑ کے پیمانے

Scanned with CamScanner

محترم کامل صاحب چائلی کا حضرت والاؒ سے تعلق

محترم جناب انصار احمد کامل صاحب (ناظم مدرسہ دینیہ ارشاد العلوم، چائل، الٰہ آباد)
کا اصلاحی تعلق پہلے حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ سے تھا،
حضرت کے وصال کے بعد شیخ المشائخ حضرت پرتابگڈھی نور اللہ مرقدہٗ کی طرف باشارۂ غیبی
رجوع کیا۔ جیسا کہ خود موصوف نے بیان فرمایا کہ گنج مرادآباد حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحبؒ
کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ تیرہ روز وہاں قیام تھا۔ تیرہویں شب ایک خواب دیکھا
کہ میں چھوٹی مسجد جس میں حضرت کا قیام تھا وسط محراب میں دوزانو بیٹھا ہوں اچانک
ایک سفید مصلیٰ از خود بچھ گیا۔ پھر اس کے بعد کالے رنگ کا ایک دوسرا مصلیٰ از خود
بچھ گیا۔ پھر تیسرا سبز رنگ کا اور چوتھا سُرخ رنگ کا اور آخر میں ایک مصلیٰ بھورے
رنگ کا، کُل پانچ مصلے بچھ گئے۔ مگر بچھانے والا کوئی نظر نہیں آیا۔ پھر دیکھا کہ ایک
بزرگ نہایت گورے چٹے سفید تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے تشریف لائے ایک نظر
میری طرف دیکھا اور خاموشی کے ساتھ سفید مصلے پر بیٹھ گئے۔ پھر دوسرے بزرگ
سرخ سفید رنگ نحیف الجثہ تشریف لائے اور میری طرف ایک نظر دیکھ کر
خاموشی کے ساتھ سبز مصلے پر بیٹھ گئے۔ پھر تیسرے بزرگ تشریف لائے جن کا رنگ
سیاہ تھا، دوہرے بدن کے تھے اور پورے جسم پر بڑے بڑے بال تھے وہ بھی بیٹھ گئے
پھر چوتھے بزرگ تشریف لائے جن کا قد میانہ تھا، رنگ گورا تھا وہ بھی بیٹھ گئے۔
سب سے آخر میں دیکھا کہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڈھی کتھئی رنگ کا جبہ
پہنے ہوئے نہایت شان سے تشریف لائے اور ایک نظر میری طرف دیکھ کر بھورے
رنگ کے مصلے پر جو ابتک خالی تھا رونق افروز ہوئے۔ پھر وہ بزرگ جو سب سے پہلے

تشریف لائے تھے مجھ سے مخاطب ہوئے اور حضرت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم ان
سے مصافحہ کرو۔ چنانچہ میں نے فوراً مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا، حضرت اقدس نے مجھ سے
مصافحہ فرمایا جس سے قلب میں ایسی کیفیت پیدا ہوئی کہ گریہ طاری ہوگیا۔ تھوڑی دیر
بعد آنکھ کھل گئی۔ اس وقت رات کے ساڑھے تین بجے تھے۔ دوسرے ہی دن صبح حضرت
مولانا عبدالحلیم صاحبؒ سے اجازت لیکر چائل آگیا۔ وہاں آکر جناب بھائی انیس احمد
صاحب سے جو حضرت پرتابگڈھی سے بیعت تھے حضرت والا کے متعلق دریافت کیا کہ
الٰہ آباد کب تک تشریف لائیں گے۔ انھوں نے فرمایا کہ حضرت کا صحیح نظم تو محترم
حامد بھائی بتلا سکتے ہیں۔ دوسرے روز الٰہ آباد حامد بھائی کی خدمت میں حاضر ہو کر
حضرت کی الٰہ آباد آمد کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے بتلایا کہ جمعرات کو حضرت
صابری منزل تشریف لائیں گے۔ چنانچہ جمعرات کو عصر کے وقت صابری منزل پہنچا
وہاں مولانا لئیق احمد صاحب، قاری عبدالحفیظ صاحب، انیس احمد صاحب مہگاؤں
اور چند حضرات موجود تھے۔ ایک طرف تخت پر حضرت اقدس رونق افروز تھے اور جو
صورت میں نے خواب میں دیکھی تھی وہ آج سامنے تھی۔ مجھے دیکھ کر حضرت اقدس فوراً
تخت سے اتر پڑے اور مصافحہ و معانقہ فرمایا۔ پھر دریافت فرمایا کہاں سے آنا ہوا؟
میرے جواب دینے سے پہلے ہی مولانا لئیق احمد صاحب نے فرمایا کہ حضرت! یہ چائل سے
آئے ہیں اور شیخ محمد عمر صاحب کے لڑکے ہیں اور ماشاء اللہ شاعر بھی ہیں۔ حضرت نے
اظہار مسرت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ یہ تو آپ فرما رہے ہیں کہ شاعر ہیں، مجھے کیسے معلوم ہو
کہ یہ شاعر ہیں۔ مولانا لئیق احمد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ کچھ سنا دو۔ میں نے ایک
غزل سنائی۔ حضرت بے انتہا خوش ہوئے اور دیر تک خوشی کا اظہار فرماتے رہے۔
وہ غزل یہ تھی :-

غزل

دشواریٔ حیات کو آساں بنا دیا — اک درد دے کے زیست کا ساماں بنا دیا
کتنا بڑا کرم ہے یہ ربِ کریم کا — انساں بنا کے ہم کو مسلماں بنا دیا
دنیائے بے ثبات میں سرور کو بھیج کر — بندوں کی اک نجات کا ساماں بنا دیا
جانِ بہار، روحِ چمن، نورِ کائنات — صحرا کو آکے رشکِ گلستاں بنا دیا
مظہر جمالِ خاص کا جلوہ فگن ہوا — ظلمت کدوں کو مہرِ درخشاں بنا دیا
جس دل پہ ایک بار نگاہِ کرم کیا — اس دل کو پل میں مرکزِ ایماں بنا دیا
سنت کو ان کی تیرگیٔ راہ کے لئے — زہرہ کے حق میں شمعِ فروزاں بنا دیا

کاملؔ شبِ الم رخِ رنگین کی یاد نے
آئینۂ خیال کو حیراں بنا دیا

کاملؔ صاحب کا بیان ہے کہ پہلی ہی دفعہ حضرت نے اس قدر مانوس فرمالیا اور ایسی شفقت و محبت اور خاص توجہ فرمائی کہ کہاں تو میں گھر سے یہ کہہ کر آیا تھا کہ شام تک واپس آجاؤں گا اور کہاں تیرہ روز تک مسلسل خدمت والا میں رہ گیا اور پھر رفتہ رفتہ اس قدر تعلق بڑھا کہ سفر و حضر میں ہر وقت ساتھ رہنے لگا۔ حضرت کو چھوڑ کر کہیں جانے کو طبیعت ہی نہ چاہتی تھی۔ چنانچہ ان کا معمول یہ تھا کہ دن میں ڈاکخانہ کی ڈیوٹی دیتے اور شب حضرت کی خدمت میں گزارتے تھے۔

حضرت اقدس ان کو سفر میں خاص طور پر ساتھ رکھتے تھے۔ چنانچہ اکثر اسفار کے سفرنامے نظم کئے ہیں جس میں پورے سفر کی منظر نگاری ہے اور سفرناموں کی

مستقل ایک کتاب موصوف کے پاس محفوظ ہے جو نہایت پرلطف و پرکیف مضامین پر مشتمل ہے۔ ہر سفرنامہ ایک تاریخی حیثیت کا حامل اور سفر کے سارے مناظر کی عکاسی کرنے والا ہے۔

اکثر و بیشتر حضرت والاؒ ان کے پاس اپنے اشعار لکھ کر بھیجا کرتے تھے۔ اور حضرت کے دیوان عرفانِ محبت کی ترتیب و تحریر میں مولانا انیق احمد صاحب اور قاری عبدالحفیظ صاحب کے ساتھ کاملؔ صاحب بھی شریک رہتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت نے کاملؔ صاحب کو مندرجہ ذیل دو شعر اپنے قلم سے تحریر فرمائے ہے۔

عزیزم کاملؔ صاحب! السلام علیکم

دو شعر پیشِ خدمت ہیں ؎

چاہتے ہیں جتنے بھی ہیں آج اہلِ دل تمہیں
کیوں نہ دیں پھر ہم اجازت بیعت کی کاملؔ تمہیں

آج شام کو آپ کو آنا ہے۔!

(احمد)

محترم کاملؔ صاحب نے حضرت کا ایک عجیب و غریب واقعہ سنایا کہ ہمارے ایک عزیز دوست پر قتل کا مقدمہ قائم تھا اور ہائی کورٹ سے ان کو پھانسی کی سزا ہو گئی۔ جس روز فیصلہ سنایا گیا احقر بھی ہائی کورٹ گیا تھا۔ میرے سامنے ہی جج نے فیصلہ سنایا۔ میں نے وہاں سے آکر حضرت کو واقعہ سنایا اور دعا کی درخواست کی۔ تو دوپہر تقریباً ایک بجے کا وقت تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ لوٹے میں پانی رکھو۔ پھر وضو فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھ کر ایسے الحاح و زاری کے ساتھ دعا شروع فرمائی کہ اس کا نقشہ کاغذ پر کھینچنا مشکل ہے۔ دونوں ہاتھ پھیلا

Scanned with CamScanner

پھیلا کر، گڑگڑا کر دعا فرما رہے تھے اور خلوت میں تقریباً ۴۵ منٹ تضرع وزاری کے
ساتھ دعا فرماتے رہے۔ میں آڑ سے دیکھ رہا تھا اور اس کیفیت کا اثر میرے قلب پر
پڑ رہا تھا۔ جب دعا سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ مجال ہے کہ پھانسی ہو جائے، مجال
ہے کہ پھانسی ہو جائے۔ اب کوئی پھانسی نہیں دے سکتا۔ میں حضرت سے اجازت
لے کر اپنے عزیز کے پاس جیل گیا اور ان کو یہ خوشخبری سنائی۔ انھوں نے کہا کہ اگر
حضرت نے ایسا فرمایا ہے تو پھر کوئی مائی کا لال مجھے پھانسی نہیں دے سکتا۔ چنانچہ
اسی جج کے فیصلہ سے وہ رہا کر دیئے گئے اور پھانسی نہیں ہوئی۔

یہ حضرت رح کی کھلی ہوئی کرامت تھی۔ اور اس قسم کے بہت سے واقعات
دن رات ظاہر ہوتے رہتے تھے۔ جس سے پتہ چلتا تھا کہ حضرت مستجاب الدعوات
ہونے کے ساتھ ساتھ قطب التکوین بھی تھے۔

افسوس صد افسوس کہ ہم نے حضرت رح کو پہچانا نہیں۔ اور حضرت کا یہ
شعر ہم پر بالکل صادق آرہا ہے ؎

احمد تجھے نہ جانا نہ سمجھا تمام عمر
گو ساتھ جا رہے ہیں ترے آرہے ہیں ہم

محترم جناب ڈاکٹر ابرار احمد صاحب کا حضرت والا سے اصلاحی تعلق

محترم ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میرا تعلق حضرت والا سے ۱۹۶۹ء میں قائم ہوا۔
اور ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ موصوف روزانہ شام کو صابری منزل تشریف لاتے
اور اپنی گاڑی سے حضرت والا کو اکثر محترم جناب بشیر احمد صاحب ایڈوکیٹ کے مکان پر
جو الہ آباد ہائی کورٹ کے سامنے واقع ہے لے جاتے۔ حضرت والا کبھی کبھی بعض خدام
واحباب کو بھی اپنے ساتھ لے کر تشریف لے جاتے۔ وہاں کچھ دیر مجلس ہوتی حضرت
وعظ ونصیحت فرماتے اور وہیں نماز مغرب باجماعت ادا فرما کر صابری منزل واپس
تشریف لاتے۔ اور کبھی شام ہی کے وقت دیگر حضرات مخلصین کے یہاں انکی دعوت
پر محترم ڈاکٹر صاحب کے ساتھ تشریف لے جاتے۔ بعض مخلصین مثلاً محترم جناب
الحاج شمس الدین صاحب ایڈوکیٹ کے وہاں کبھی کبھی ہم لوگوں کو بھی ساتھ لے جاتے
چند ہی روز میں ڈاکٹر صاحب کا تعلق اس قدر بڑھا کہ حضرت کو اپنے گھر لائے۔ اور
حضرت وہاں مستقل قیام فرما ہوئے اور اخیر دم تک ان کے ساتھ قیام پذیر رہے۔

حضرت کا معمول تھا کہ جب بھی کسی کے یہاں خصوصی دعوت میں تشریف لے
جاتے، تو وہاں جا کر کھانے سے قبل یا بعد کچھ وعظ ونصیحت اور اللہ ورسول کا ذکر
ضرور فرماتے۔ اور اپنی جائے قیام پر تو دن رات ہمہ وقت کا یہی معمول تھا کہ جب
احباب جمع ہوئے تو ان کو وعظ ونصیحت فرماتے۔ اور جب خلوت ہو جاتی ۔۔ تو
ذکر اللہ میں مشغول ہو جاتے۔ خدمت والا کے حاضر باشوں کو حق تعالیٰ کے ارشاد
فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ کا عملی مشاہدہ ہر وقت ہوتا رہتا
تھا اور مخلوق میں شامل ہوتے ہوئے اللہ سے واصل رہنے کا بھی مظاہرہ ہوتا رہتا

Scanned with CamScanner

تھا۔ جس وقت مجلس میں کچھ بیان فرماتے یا اپنا عارفانہ کلام سناتے تو حاضرین مجلس پر عجب کیف و سرور طاری ہوتا۔ ان دنوں حضرت والا کے اکثر و بیشتر مکتوبات صدی جو حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے مکتوبات کا مجموعہ ہے اور فیوض یزدانی جو سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے ارشادات کا مجموعہ ہے زیر مطالعہ رہا کرتی تھیں اور ان دونوں مکتوبات کے مضامین مجلس میں سنایا کرتے تھے اور اس کے ضمن میں بہت سے اسرار و معارف کا بیان بھی ہوتا تھا۔ مگر افسوس شروع سے حضرت کے مضامین ضبط کرنے کی طرف توجہ نہ دی گئی، ورنہ مواعظ و ملفوظات کے سینکڑوں مجلدات تیار ہو جاتے۔ ہمارے محترم ڈاکٹر ابرار احمد صاحب کو اللہ تعالےٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان کو اس کی فکر ہوئی کہ حضرت کے ارشادات محفوظ کئے جائیں۔ چنانچہ موصوف نے اس کا باقاعدہ اہتمام فرمایا اور ٹیپ ریکارڈ میں حضرت والا کے بہت سے ارشادات و ملفوظات کو محفوظ فرمانے لگے اور سفر و حضر میں اپنے ساتھ چند کیسٹ اور ٹیپ ریکارڈ ضرور رکھتے اور جہاں حضرت کچھ ارشاد فرماتے فوراً اسے ضبط کر لیتے۔

الہ آباد کے مخلص احباب میں سے محترم جناب حاجی شرافت حسین صاحب دارا گنج اور محترم جناب ڈاکٹر ابرار احمد صاحب سے حضرت کو بے حد قلبی تعلق تھا اور انکی فہم و دانش اور تجربات پر بھی حضرت والا کو اعتماد تھا۔ نیز یہ حضرات حضرت والا کے مزاج شناس تجربہ کار و موقع شناس تھے۔ اس لئے سفر میں ان حضرات کو ضرور اپنے ساتھ رکھنا چاہتے تھے۔ اور یہ حضرات بھی ایسا والہانہ تعلق رکھتے تھے کہ حضرت کے اشارہ پر بے تامل تیار ہو جاتے۔ ۱۹۷۲ء میں حضرت والا کا آخری سفر حج ہوا ہے اس میں بھی یہ دونوں حضرات ساتھ تھے۔ حضرت اقدس نے اپنی حیات میں پانچ حج فرمائے۔

پہلا سفر حج :۔

برادر محترم جناب ارشاد احمد صاحب نے اپنی یادداشت کی بیاض دیکھ کر فرمایا کہ سب سے پہلا حج ۱۹۴۸ء میں ادا فرمایا۔ یہ سفر بحری محمدی جہاز سے ہوا۔ حضرت کے رفیق سفر محترم قاری عبدالحفیظ صاحب تھے۔ اور اسی جہاز سے مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی، مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا عبدالحکیم خاں صاحب مہتمم جامعۃ البنات چھین پور اعظم گڑھ، یہ سب حضرات حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ سب نے متفقہ طور پر طے فرما دیا کہ جہاز پر نماز پنجگانہ کی امامت حضرت مولانا پرتاپگڈھی فرمائیں گے اور روزانہ وعظ بھی فرمائیں گے۔ چنانچہ روزانہ بعد نماز عصر جہاز پر حضرت کا بیان ہوتا تھا اور یہ سب حضرات اس میں شرکت فرماتے تھے۔ اس سفر سے واپسی دسمبر ۱۹۴۸ء میں ہوئی۔

دوسرا سفر حج :۔

دوسرا سفر حج ۱۹۵۷ء میں فرمایا۔ ۱۸ر جون کو روانگی اور ۲۴ر اگست کو واپسی ہوئی۔ اس سفر میں حضرت کی رفاقت کا شرف حاجی ارمان علی صاحب پرتاپگڈھی منشی مقصود عرف مجاہد صاحب پرتاپگڈھی اور ڈاکٹر شرقی الہ آبادی کو حاصل ہوا۔

تیسرا سفر حج :۔

تیسرا حج ۱۹۶۳ء میں فرمایا۔ اس حج میں محترم جناب عبدالوحید خاں صاحب پرتاپگڈھی ساتھ رہے۔ جن کے مکان پر پرتاپگڈھ میں حضرت کا قیام ہوا کرتا تھا۔ اور موصوف کا حضرت سے نہایت مخلصانہ تعلق تھا اور تادم آخر رہا۔ ایک عرصہ تک موصوف کے مکان پر حضرت کا قیام رہا اور نہایت عظمت و محبت کے ساتھ حضرت کو اپنا مہمان رکھتے تھے اور خود بھی نیز گھر والے بھی بڑا اہتمام کرتے تھے۔ البتہ جو مہمان

Scanned with CamScanner

حضرت کے پاس آتے تھے ان کے خور و نوش کا انتظام حضرت خود فرماتے تھے اور اپنے مہمانوں کا بار حضرت والا کسی پر نہ ڈالتے۔

حضرت بابا نجم احسن صاحب رحمہ اللہ پاکستان تشریف لے جا چکے تھے، اس حج میں وہ اور حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب نور اللہ مرقدہٗ بھی کراچی سے تشریف لا کر شریک حج ہوئے تھے۔ بابا نجم احسن صاحب سے تو حضرت کا قدیم تعلق تھا جس کا تذکرہ پہلے بھی آ چکا ہے لیکن حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ سے حضرت کی یہی پہلی ملاقات تھی جس کا تذکرہ حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی ایک تحریر میں فرمایا ہے۔ وہ ملاحظہ ہو:-

"حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڈھی دامت برکاتہم حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ کی یادگار ہیں، سراپا محبت اور اہل دل ہیں۔ موصوف کا کلام بھی انوار نسبت سے معمور ہے اور قلوب سالکین و عاشقین کیلئے آب حیات ہے۔ موصوف سے میری ملاقات سرزمین عرب پر بزمانہ حج ہوئی تھی جس کے نقوش اب تک قلب پر تازہ ہیں اور تازہ تر ہوتے رہتے ہیں۔"

(روح البیان حصہ دوم ص۱۲۷)

اس کے بعد حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کا رابطہ بذریعۂ مکاتبت تاحیات قائم رہا۔ اور غائبانہ نہایت عظمت و محبت کا معاملہ طرفین سے جاری رہا۔ ہند و پاک میں حضرت ڈاکٹر صاحب کی شخصیت حضرت حکیم الامتؒ کے خلفاء میں ایسی نمایاں تھی جو محتاج بیان نہیں، تاہم اپنے مہمات بالخصوص تعویذات و عملیات میں حضرت پرتابگڈھی رحمہ کی طرف اکثر رجوع فرماتے رہتے تھے اور حضرت نے خاص طور پر ان کو عملیات کی اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی۔

چنانچہ ایک دفعہ حضرت والا نے اپنے مخصوص چند تعویذات احقر کے ذریعہ حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کو عنایت فرمائے تھے اور اس امر میں دونوں حضرات کے مابین واسطہ کا شرف اس حقیر کو اس طور پر حاصل ہوا کہ ان کے تحریر اور استعمال کا طریقہ خود حضرت نے زبانی احقر کو سمجھا کر کراچی بھیجا اور حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف نے متعدد مجالس میں اس کو اخذ فرمایا۔

اس مقام پر خاص طور سے یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت کا مکتوب گرامی لے کر جس وقت میں حضرت ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر بوسہ دیا۔ پھر غایت ادب سے پہلے سر پر رکھا پھر آنکھوں سے لگایا اس کے بعد اشکبار آنکھوں سے اس کا مطالعہ فرمایا۔ اس سے حضرت کے ساتھ موصوف کے قلبی تعلق کا جیسا کچھ اندازہ ہوتا ہے ظاہر ہے۔ پھر اپنے سفر حج میں حضرت سے ملاقات اور اپنے تأثرات کا تذکرہ فرمایا۔ اور احقر کی تو حضرت ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں یہ پہلی حاضری تھی لیکن بڑی شفقت و محبت کا معاملہ فرمایا اور فرمانے لگے، تمھاری طرف ایسی کشش محسوس ہو رہی ہے جیسے دیرینہ ملاقات ہو۔

اس کے بعد متعدد بار حاضری اور مجالس میں شرکت کا شرف حاصل ہوا اور حضرت ڈاکٹر صاحب انتہائی شفقت و محبت کا معاملہ فرماتے رہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کے دو مکتوب گرامی کا عکس ھدیۂ ناظرین کروں جو احقر کے نام تحریر فرمایا تھا۔ اس کے بعد چند خطوط جو حضرت کے نام ارسال فرمائے ان کا عکس بھی ہدیۂ ناظرین کروں گا۔

Scanned with CamScanner

حضرت ڈاکٹر صاحب نوّر اللہ مرقدہ کا دوسرا مکتوب گرامی
بنام حضرت اقدس نوّر اللہ مرقدہ

محمد عبد الحی عفی عنہ

۲۹ محرم الحرام ۹۶ھ

فون { مطب : ۹۱۰۲۳۵ گھر : ۹۱۰۷۱۹

۵ - ای - ۸ ناظم آباد کراچی

میرے سب سے زیادہ محبوب و محترم بزرگ زاد لطفکم علیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا محبت بھرا عنایت نامہ۔
حضرت اقدس مجھ جیسے ناکارہ سے اس قدر محبت کرتے ہیں کہ
اور دل تک میں اب محسوس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب
مقبول بندوں کو اپنے فضل خاص سے مریضوں کے لئے وسیلہ
نجات بنا دیا ہے اور یہ امر حضرت کے باعث ہزار شکر و امتنان
اللہ تعالیٰ آپ کے مراتب قرب میں اور زیادہ ترقی عطا فرمائیں
رسالے زیادہ اور کیا شدت محبت کا اثر ہو سکتا ہے کہ
باوجود انتہائی ضعف و نقاہت کے خود اپنے دست مبارک
سے الطاف محبت لئے والا نامہ تحریر فرمایا ہے۔ جزاکم اللہ
خیراً کثیرا۔ بعض حالات رفقاء سلسلہ کی قلبی تعلق بہت
زیادہ متاثر ہے۔ دل و جان سے دل کی گہرائیوں سے
حضرت کی صحت و قوت و سکون و عافیت و راحت کے لئے
دعائیں کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کو آپ کے حق
میں جلد قبول فرمائیں اور آپ کو جلد از جلد صحت کاملہ عطا
فرماویں۔ جی تو چاہتا ہے کہ پھر جلد از جلد حاضر خدمت
ہو کر زیارت ہو سکے لیکن تنہائی اور ڈاک وقفہ
بہت صبر آزما ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو تندرست
فرماویں اور حسب معمول وقت بہتر و سلسلہ رہے

حضرت آپ نے بہت بڑا ایثار اور مقام تواضع سے اپنی کتاب
میں بھی میری تقویت کے لئے مریضوں کے واسطے کاملین میں
جو عملیات تحریر فرما دئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ مخلوق خدا کو
بہت نفع پہنچیگا۔ اللہ تعالیٰ ان میں تاثیر قوی عطا فرماویں
اور ان عملیات کو میرے ذریعہ سے بھی آپ کی توجہات کی برکت سے
موثر فرما دیں۔ اور نفع کامل و عام کا باعث بنا دیں۔ آمین
میں عنقریب [illegible] ذریعہ چھپوا کر سب عملیات
معمول بنا لوں گا۔ جب کہ مریض آئیں گے اس پر عمل شروع
کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو شفا کامل عطا فرماویں۔ آمین
کتابچہ معمولات یومیہ [illegible] حکیم الامت کو حضرت نے
پسند فرمایا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کا معمول عام ترجمہ
ہونے فال نیک ہے۔ اور میرے لئے سرمایۂ نجات
میں کوئی [illegible] درخواست کرتا ہوں؟
[illegible] حضرت کی خدمت [illegible] جلد جلد صحت
فرما دیں۔ [illegible] اللہ تعالیٰ آپ کو
تا دیر صحت عطا فرماویں۔ آمین۔ [illegible]
[illegible] دعا گو ہوں۔ محمد عبد الحی عفی عنہ

چوتھا سفر حج :-

اس کے بعد جنوری ۱۹۷۰ء میں چوتھے حج کیلئے تشریف لے گئے اور ۵ اپریل ۱۹۷۰ء کو واپسی ہوئی۔ اس سفر میں حضرت کی معیت محترم حاجی شرافت حسین صاحب کو حاصل رہی۔

پانچواں سفر حج :-

حضرت والا کا پانچواں سفر حج دسمبر ۱۹۷۲ء میں ہوا اور واپسی جنوری ۱۹۷۳ء میں ہوئی۔ اس سفر میں محترم جناب ڈاکٹر ابرار احمد صاحب اور حاجی شرافت حسین صاحب ساتھ رہے۔ نیز حضرت کے بڑے صاحبزادے مولانا اشتیاق احمد صاحب مدظلہٗ اسی سال حج میں تشریف لے گئے تھے اور خوش نصیبی سے احقر کو بھی اسی سال قبل رمضان اپنی خوشدامن اور برادر نسبتی محترم افضل اللہ صاحب گورکھپوری کی معیت میں حرمین شریفین حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور وہاں بھی حضرت اقدس سے استفادہ کا موقع ہاتھ آیا۔

حضرت والا کی جائے قیام اپنے رفقاء کے ساتھ علیحدہ تھی اس لئے قیام میں تو ساتھ نہ ہو سکا۔ لیکن وقتاً فوقتاً خدمت والا میں حاضری ہوتی رہی اور مجالس میں شرکت کا موقع ملتا رہا۔ وہاں پر بھی دیکھا کہ محترم ڈاکٹر ابرار احمد صاحب رات دن خدمت میں مصروف رہتے۔ اور اس طور پر ساری خدمات انجام دیتے جو انتہائی مخلص ہی انجام دے سکتا ہے۔

احقر کا سفر قبل رمضان بحری جہاز سے ہوا تھا۔ محترم حاجی ممتاز احمد صاحب دارا گنج، بھی اسی جہاز سے پہنچے تھے۔ ایک روز موصوف نے فجر و ظہر کے درمیان طائف کی زیارت بھی احقر کو کرادی۔ مسجد حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ جس کے

ایک حصہ میں آپ کا مزار مبارک ہے اور وہ مقام جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مضطر ہو کر دعا فرمائی تھی حاضری کا شرف نصیب ہوا اور دعا کی توفیق ہوئی۔

منیٰ میں حضرت کا وعظ :-

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اور ان کے خلیفہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا کی نظر شفقت و محبت اس ناکارہ پر ہمیشہ رہی۔ چنانچہ اس سفر میں بھی اپنی معیت میں وہاں کے مشائخ کی زیارت کرائی۔ حضرت قاری عباس صاحب بخاری، ایک اور شیخ، اور شاہ عبدالمعبود صاحب خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کی خدمات میں حاضری حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی معیت میں نصیب ہوئی۔ جزاہم اللہ خیراً۔

منیٰ میں محترم جناب حاجی نور ولی صاحب کی قیامگاہ پر حضرات شیخین کا وعظ ہوا۔ پہلے حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے نہایت مؤثر بیان فرمایا۔ اس میں خاص طور پر حلق و قصر کے مسائل کا تذکرہ رہا جس میں اکثر حجاج کرام ناواقفیت کی وجہ سے کوتاہی کر جاتے ہیں۔ بعض صورتوں میں دم واجب ہوجاتا ہے اور خبر تک نہیں ہوتی۔ چنانچہ اکثر حلاق صرف چند بالوں کے کترنے پر اکتفا کر کے رخصت کر دیتے ہیں جس سے احرام باقی رہ جاتا ہے اور محظورات کے مرتکب ہو کر کئی کئی دم واجب ہوجاتے ہیں۔

چونکہ حضرت کے مخاطب زیادہ تر نوجوان تھے جن کو بالوں سے بڑی محبت ہوتی ہے، اس لئے ایسا حکیمانہ عنوان اختیار فرمایا کہ سب ہی بہت متأثر ہوئے۔ فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

Scanned with CamScanner

یعنی تم خیر کامل کو کبھی نہ حاصل کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی بہت پیاری چیز کو اللہ کی راہ میں
خرچ نہ کرو گے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ زیادہ ثواب محبوب چیزوں کے خرچ کرنے
سے حاصل ہوتا ہے۔ خواہ مال ہو یا اور کوئی چیز ہو۔ آجکل ہمارے بعض نوجوانوں کو اپنے
سر کے بال بہت محبوب ہوتے ہیں۔ اگر ان کو بھی اس قربان گاہ میں قربان کریں گے تو وہ
بھی زیادہ ثواب کے مستحق ہوں گے۔ اس سے اکثر حضرات متأثر و متنبہ ہوئے۔ الغرض
حضرت کا بیان بھی نہایت مؤثر ہوا۔

اس کے بعد حضرت پرتابگڈھی نور اللہ مرقدہٗ سے فرمایا کہ حضرت بھی کچھ ارشاد
فرمادیں۔ تو حضرت نے بھی نہایت مؤثر اور پرجوش بیان فرمایا جس سے سامعین بہت
متأثر ہوئے۔ احقر بھی حاضر تھا، عجیب و غریب بیان تھا۔ اس آیت پر بیان فرمایا
فرمایا تھا۔ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ
آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ۔ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ آیت کا ترجمہ یہ ہے:۔

"کیا تم نے کر دیا حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد الحرام کا بسانا برابر اس کے جو یقین
لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر۔ یہ برابر نہیں ہے اللہ کے نزدیک۔ اور اللہ رستہ
نہیں دیتا ظالم لوگوں کو۔"

اس آیت کے شان نزول میں متعدد واقعات منقول ہیں۔ مشرکین مکہ کو اس پر
بڑا فخر و ناز تھا کہ ہم حاجیوں کی خدمت کرتے ہیں انھیں پانی پلاتے، کھانا کپڑا دیتے
اور مسجد حرام کی مرمت یا کسوۂ کعبہ یا تیل بتی وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں۔ اگر مسلمان
اپنے جہاد و ہجرت وغیرہ پر نازاں ہیں تو ہمارے پاس عبادات کا یہ ذخیرہ موجود ہے
ایک زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ

میں اسی طرح کی بحث کی تھی۔ بلکہ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ چند مسلمان آپس میں جھگڑا
کر رہے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ میرے نزدیک اسلام لانے کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے
سے زیادہ افضل کوئی عبادت نہیں ہے۔ دوسرے نے کہا میرے خیال میں اسلام کے
بعد بہترین عمل مسجد حرام کی خدمت ہے (مثلاً جھاڑو دینا، روشنی وغیرہ کرنا)۔ تیسرا بولا
کہ جہاد فی سبیل اللہ تمام عبادات و اعمال سے افضل و اشرف ہے۔ حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا کہ تم جمعہ کے وقت منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
بیٹھ کر اس طرح بحثیں کر رہے ہو۔ ذرا صبر کرو، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے
فارغ ہو جائیں گے آپ سے یہ چیز دریافت کر لی جائیگی۔ چنانچہ جمعہ کے بعد حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے سوال کیا تو یہ آیات نازل ہوئیں، أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ
وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ الآیۃ یعنی
حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کا ظاہری طور پر بسانا ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ
میں سے کسی ایک کے برابر بھی نہیں ہو سکتا (افضل ہونا تو کجا)۔ یہاں جہاد کے ساتھ
ایمان باللہ کا ذکر کیا تو اس لئے کیا کہ مشرکین کے فخر و غرور کا جواب بھی ہو جائے کہ تمام
عبادات کی روح ایمان باللہ ہے۔ اس روح کے بدون پانی پلانا یا مسجد حرام کی خدمت
کرنا محض مردہ عمل ہے۔ تو یہ بے جان اور مردہ عمل ایک زندہ جاوید عمل کی برابری
کیسے کر سکتا ہے۔ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ (فاطر رکوع ۳) اور اگر
صرف مومنین کے اعمال کا باہمی موازنہ کرنا ہے تو ایمان باللہ کا ذکر جہاد فی سبیل اللہ
کی تمہید کے طور پر ہوگا۔ اصل مقصود جہاد وغیرہ عزائم اعمال کی افضلیت کو بیان
فرمانا ہے۔ ایمان کے ذکر سے تنبیہ فرمادی کہ جہاد فی سبیل اللہ ہو اور کوئی عمل، ایمان
کے بغیر ہیچ اور لاشئ محض ہے۔ ان عزائم اعمال (جہاد و ہجرت وغیرہ) کا تقوّم بھی

ایمان باللہ سے ہوتا ہے۔ اور اس نکتہ کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو فہم سلیم رکھتے ہوں، ظالمین (بے موقع کام کرنے والوں) کی ان حقائق تک رسائی نہیں ہوتی۔ (ماخوذ، تفسیر عثمانی)

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اس آیت سے ایمان کا اور مومن کا مقام معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مومن کی کیسی قدر دانی فرمائی اور سب کو متنبہ فرمایا کہ مومن کا مقام ان خدمات سے جن کو فخر و ناز کے طور پر ذکر کیا جاتا تھا کہیں افضل وارفع ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں جہاد ہو یا حج ہو یا کوئی عمل ہو، سب کے لئے اخلاص شرط ہے اگر اخلاص نہ ہو تو وہ عمل بے روح ہوتا ہے اور اللہ کے نزدیک مقبول نہیں ہوتا۔ لہذا سب سے زیادہ ضروری چیز اخلاص کا اہتمام ہے۔ اللہ والوں کی خدمت میں اسی اخلاص کو حاصل کرنے کی غرض سے جایا جاتا ہے۔ ان کی صحبت کی برکت سے اخلاص پیدا ہو جاتا ہے اور ایمان و عمل میں نورانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یوں کہلوایا ہے ؎

عمل کی روح ہے اخلاص جب تک یہ نہ حاصل ہو
نہیں آئے گی ایمان و عمل میں تیرے تابانی

حضرات شیخین کے سب مضامین یاد نہیں۔ اپنی یادداشت سے جو باتیں یاد آتی گئیں اپنے الفاظ میں لکھ دیا۔

اسی سفر میں احقر کو پہلی بار محترم جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ موصوف نے حضرت کے متعلق فارسی زبان میں ایک قصیدہ کہا تھا اس کو نہایت سوز و درد کے ساتھ حضرت والا کو سناتے جاتے تھے اور انکی آنکھوں سے اشک جاری تھے جس سے موصوف کے حضرت کے ساتھ عشق و محبت کا اندازہ حاضرین مجلس کو بھی ہو رہا تھا۔ موصوف کے والہانہ اور عاشقانہ

انداز سے تمام حاضرین متاثر تھے اور بعض پر گریہ بھی طاری تھا۔ سب اشعار کو سنکر حضرت والا نے متاثر ہو کر رقت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہ آپ کی محبت ہے اور میرے ساتھ حسن ظن ہے ورنہ میں اس قابل کہاں۔ پھر موصوف کو گلے لگایا۔ اور بہت دعائیں فرمائیں۔

تصنیفات:-

محترم جناب ڈاکٹر ابرار احمد صاحب زید شرفہ، کے پاس حضرت والا کے جو مواعظ محفوظ تھے ان کو ٹیپ ریکارڈ سے نقل کر کے چند مواعظ کا مجموعہ احقر نے مرتب کیا۔ اور روح البیان حصہ اول کے نام سے پہلا مجموعہ ۱۹۷۶ء میں محترم ڈاکٹر صاحب موصوف کی مساعی سے طبع ہو کر پہلی بار منصۂ شہود پر آیا۔ پھر اس کے تھوڑے ہی روز بعد روح البیان حصہ دوم کے نام سے مواعظ کا دوسرا مجموعہ ۱۹۷۶ء میں طبع ہوا۔

پھر حضرت والا صابری منزل سے مارچ ۱۹۸۰ء میں موصوف کے اس مکان میں منتقل ہو گئے تھے جو مدرسہ بیت المعارف سے قریب واقع تھا اور وہ محترم ڈاکٹر صاحب کا ذاتی مکان نہ تھا بلکہ اس میں کرایہ دار کی حیثیت سے مقیم تھے۔ حضرت کی علالت کا سلسلہ عرصہ دراز سے چل رہا تھا اور محترم ڈاکٹر صاحب کی مزاج شناسی اور خلوص و محبت پر حضرت کو کامل اطمینان تھا اور معالج کے قرب سے مزید تقویت محسوس ہوتی تھی، اس لئے حضرت والا صابری منزل سے وہاں منتقل ہو گئے۔ اسی دوران چند روز مدرسہ بیت المعارف میں بھی قیام فرمایا۔ اور اب قرب مکانی کی وجہ سے ہم سب کو استفادہ کا زیادہ موقع نصیب ہوا۔

حضرت کے کلام عارفانہ کا مجموعہ "عرفان محبت" کے نام سے پہلی بار ۱۹۸۰ء میں مکتبۂ فردوس، مکارم نگر لکھنؤ سے طبع ہوا۔ پھر "اخلاق سلف" کے نام سے

Scanned with CamScanner

علامہ شعرانی کے ارشادات کا منتخب مجموعہ ۱۹۸۱ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوا پھر چند
روز بعد دوسرا منتخب مجموعہ "کمالات نبوت" کے نام سے ۱۹۸۴ء میں طبع ہوا۔ اس کے
بعد "روح البیان حصہ سوم" مواعظ کا تیسرا مجموعہ ۱۹۸۷ء میں طبع ہوکر منصۂ شہود
پر آیا۔ جب کہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ محترم ڈاکٹر ابرار احمد صاحب کے جدید
تعمیر شدہ ذاتی مکان واقع مرزا غالب روڈ میں قیام پذیر ہوچکے تھے۔ ڈاکٹر صاحب
موصوف نے حضرت والا کے اور مہمانوں کے لئے اپنے مکان میں مستقل دو علٰحدہ کمرے
مع ضروریات تعمیر کرائے تھے۔ اور ۳۰ ستمبر ۱۹۸۵ء کو حضرت والا کے ساتھ ڈاکٹر
صاحب اپنے اس مکان میں منتقل ہوئے۔

ڈاکٹر صاحب صبح شام، دن رات ہر وقت حضرت کی دیکھ بھال اور دواؤں
کا نظم خود کرتے تھے۔ مطب جانے سے قبل ناشتہ خود اپنے ہاتھ سے کرواکے دوا کھلا کر
مطب جاتے۔ واپسی کے بعد سہ پہر میں دوا کھلاتے۔ پھر رات میں جب بھی مطب
سے واپس آتے تو دوائیں کھلاکر تب خود کھانا وغیرہ کھاتے۔ اگر کبھی کوئی مشورہ کی ضرورت
ہوتی تو شہر کے مشہور ڈاکٹروں کو اپنے گھر پر بلاکر اہتمام سے دکھلاتے اور ان کے مشورہ
کے بعد حضرت کے مزاج کے لحاظ سے دوائیں دیتے۔ پھلوں کا رس خود اپنے ہاتھ سے
لاکر پلایا کرتے تھے۔

واقعی ڈاکٹر ابرار احمد صاحب نے تادم آخر حضرت والا کی مخلصانہ اور معتقدانہ
انداز سے ایسی خدمات انجام دیں جو ہم سب کے لئے باعث رشک ہے۔ حق تعالٰے
ہم سب خدام کی طرف سے موصوف کو اجر عظیم عطا فرمائے اور جس طرح وہ شیخ کی نظر
میں محبوب ومقبول رہے اسی طرح حق تعالٰے ان کو اپنا محبوب ومقبول بنائے اور
انکی مخلصانہ خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین!

ڈاکٹر صاحب کے اسی جدید مکان میں حضرت والا سات سال مقیم رہے۔ ہندوستان
کے گوشہ گوشہ سے طالبین آتے اور فیضیاب ہوکر جاتے تھے اور حضرت کے افاضات کا
سلسلہ جاری رہا۔ البتہ ضعف ونقاہت میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ ریاح باسوری کا مرض
عرصہ دراز سے برابر حملہ آور تھا۔ مختلف نوع کی تکلیف آئے دن لگی رہتی تھی۔ مختلف قسم
کے علاج ہوتے رہے۔ محترم جناب حکیم محمد افہام اللہ صاحب مدظلہٗ نے بھی بڑے خلوص
ومحبت کے ساتھ حضرت کا علاج عرصہ تک کیا۔ وہ اور ان کے صاحبزادے حکیم کلیم اللہ
صاحب برابر تشریف لاتے اور قیمتی ادویہ تیار کرا کے استعمال کراتے۔

علاج ہی کے سلسلہ میں حکیم افہام اللہ صاحب کی دعوت پر متعدد بار حضرت والا
اپنے رفقاء کی ایک جماعت کے ساتھ انھونہ ضلع رائے بریلی محترم حکیم صاحب مدظلہ کے
مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں طویل قیام فرمایا۔ اور حکیم صاحب نے حضرت کی دوا
وغذا کا خاص اہتمام فرمایا اور خود رات دن حضرت کی خدمت کیلئے کمربستہ رہتے تھے
اور وقت پر دوا وغذا خود اپنے ہاتھ سے استعمال کراتے اور ہم لوگوں کو ایسا محسوس
ہوتا تھا کہ حکیم صاحب کسی تقریب کے انتظام واہتمام میں ہمہ وقت مصروف ہیں۔
حضرت کے قیام سے ان کے خوشی کی انتہا نہ تھی۔ حکیم صاحب کے گھرانے کا تعلق
پہلے سے حضرت سید بدر علی صاحب قدس سرہٗ سے تھا اور ان کی تشریف آوری بھی
وہاں ہوتی رہتی تھی۔ حکیم صاحب کی والدہ سید صاحبؒ سے بیعت تھیں۔ اور حکیم
صاحب کی ضیافت ومہمان نوازی تو ضرب المثل ہے جو انھیں وراثۃً ملی ہے۔

اثنائے قیام انھونہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اور
حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم اور دیگر حضرات خواص وعوام
اطراف واکناف سے تشریف لاتے اور حضرت والا سے مستفیض ہوتے۔ بہت سے لوگ

داخل سلسلہ بھی ہوئے۔ کتنے بھٹکے ہوئے راہ پر آگئے۔ اللہ تعالیٰ نے واقعی حضرت کے اندر زبردست کشش اور محبوبیت رکھی تھی۔ جو بھی آتا متأثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ اسی سفر انھونہ میں محترم حکیم صاحب کے شاگرد خاص ڈاکٹر مختار احمد اصلاحی بھی حضرت سے متأثر ہوئے اور اس درجہ عقیدت پیدا ہوئی کہ پھر داخل سلسلہ بھی ہوگئے۔ حالانکہ پہلے وہ تصوف کے قائل نہ تھے لیکن جب تاثیر صحبت و انوار نسبت کا عیاناً مشاہدہ کیا تو معترف ہوئے پھر حضرت کے شیدائی ہوگئے۔ چنانچہ اس کے بعد موصوف نے "قصیدہ بردہ" کی اردو شرح لکھی اور اس میں جا بجا حضرت کے کلام عارفانہ سے استشہاد کیا ہے۔ موصوف نے اپنے تأثرات مستقل ایک مضمون کی شکل میں ظاہر فرمائے ہیں۔ انشاء اللہ کسی موقع پر اسے ہدیۂ ناظرین کیا جائیگا۔ "عرفان محبت" کی شرح بھی لکھ رہے ہیں۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ حکیم صاحب کی مہماں نوازی ضرب المثل ہے۔ اس موقع پر تو بہت زیادہ اہتمام فرمایا اور خوب ہی خوب حق ضیافت ادا فرمایا۔ حضرت اور حضرت کے رفقاء کا مستقل انتظام فرماتے ہی تھے۔ جو کوئی حضرت سے ملاقات کے لئے کہیں سے آتا، اسے بھی باصرار روکتے اور اس کی ضیافت کا اہتمام فرماتے۔ حضرت والا محترم حکیم صاحب کے خلوص و محبت سے بیحد متأثر تھے اور حکیم صاحب سے بڑی محبت فرماتے اور حاضراً و غائباً ان کے خلوص و محبت کا تذکرہ فرماتے تھے اور بہت دعائیں دیتے تھے۔

کچھ عرصہ بعد اکتوبر ۱۹۷۰ء میں محترم حکیم صاحب و کلیم اللہ صاحب کی دعوت پر حضرت والا رفقاء و خدام کی ایک جماعت کے ساتھ علیگڈھ بھی تشریف لے گئے اور انھونہ ہاؤس میں قیام فرمایا۔ حضرت اقدس مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم بھی تشریف فرما تھے۔ اطراف و جوانب سے جوق در جوق طالبین تشریف لاتے، روزانہ بعد مغرب مجلس کا نظم تھا۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اور

اور کبھی کبھی حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی فرمائش پر برادر محترم جناب مولانا اشتیاق احمد صاحب (خلف ارشد حضرت پرتابگڈھی نور اللہ مرقدہٗ) کا بیان ہوتا تھا۔ موصوف کے بیان میں ماشاء اللہ حضرت کے بیان کی جھلک آتی اور وہی انداز بیان ہوتا۔ اللہ تعالیٰ مزید ترقیات عطا فرمائے۔

اس سفر کا تفصیلی تذکرہ "روح البیان حصہ سوم" کے مقدمہ میں کیا گیا ہے، وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

علیگڈھ کے بہت سے حضرات، حضرت والاؒ سے عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ بالخصوص نواب دھرم پور محترم جناب عبد الجلیل صاحب مرحوم و مغفور اور ان کے صاحبزادے نواب غلام وارث صاحب مدظلہٗ اور ان کے صاحبزادگان۔ اس سے پیشتر حضرت والاؒ ان کی دعوت پر علیگڈھ تشریف لے گئے اور موصوف کے دولتکدہ پر قیام فرمایا۔ اور نواب صاحب موصوف نے نہایت پُر تکلف انتظام فرمایا۔ اور حضرتؒ بہت ہی مسرور اور خوش رہے۔ اور ان حضرات کی محبت سے متأثر رہتے تھے۔ ان کے پورے گھرانے ہی کا تعلق حضرتؒ سے بہت خصوصی تھا۔ محترم جناب نواب عشرت علی قیصر خانصاحب بھی برابر کراچی سے تشریف لاتے۔ اور اکثر مع اپنے اہل خانہ کے تشریف لاتے۔ حضرت ان سے مل کر بیحد مسرور ہوتے۔ اور اس پورے گھرانے کی دینداری اور خلوص و محبت کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ ان حضرات کی تواضع و انکساری کا بھی برابر ذکر فرماتے۔ صاحب ثروت ہونے کے باوجود اس قدر تواضع، یہ اہل اللہ سے تعلق کی برکت ہے۔

Scanned with CamScanner

چند خصوصیات

اہتمامِ سنّت :-

حضرت کی ذاتِ گرامی جن خصوصیات کی حامل تھی وہاں تک رسائی مجھ جیسے کوتاہ نظر کور باطن کی کہاں ہو سکتی ہے۔ تاہم بعض خصوصیات جن کا دن رات مشاہدہ ہوتا رہتا تھا ان کا ذکر نہ کرنا بھی مناسب نہیں اس لئے عرض ہے۔

آپ زندگی کے ہر شعبہ میں اتباعِ سنت کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ عبادات معاملات، اخلاق و عادات سب میں اتباعِ سنت کی شان نمایاں تھی۔

آپ کی نشست و برخاست، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، ملنا جلنا، غرض جملہ عادات میں سنت کا غایت درجہ اہتمام کھلی آنکھوں نظر آتا تھا۔ کبھی کوئی چیز تنہا تناول نہ فرماتے بلکہ حاضرین کو بھی اس میں ضرور شریک فرماتے۔ اگر تھوڑی چیز ہوتی تو اس کے ٹکڑے کرکے سب کو شامل فرماتے۔

کھانے میں جب کوئی میٹھی چیز تناول فرماتے یا چائے پیتے تو اس کے بعد فوراً کوئی نمکین چیز تناول فرماتے یا نمک ہی چاٹ لیا کرتے اور اس کی وجہ خود ظاہر فرمایا کرتے تھے کہ میٹھا کھانے کے بعد نمکین چیز کھانا مسنون ہے۔

انتہائی ضعف و علالت کی حالت میں بھی معمولی معمولی سنتوں کا بھی خاص اہتمام فرماتے۔ بارہا دیکھا گیا کہ اگر کسی خادم نے پہلے داہنے پاؤں سے موزہ اتارنا چاہا تو فوراً پاؤں سمیٹ لیا اور بایاں پاؤں بڑھایا اور تنبیہ فرمائی کہ مسنون طریقہ

یہی ہے کہ پہننے میں داہنے کو مقدم کیا جائے اور اتارنے میں بائیں جانب سے شروع کیا جائے۔ سبحان اللہ! کس قدر اہتمام تھا اتباعِ سنت کا۔ ہمیشہ ٹخنے سے کافی اونچا نصف ساق تک پائجامہ، لمبا کرتا اور زیادہ تر دو پلی ٹوپی اور گاہے گول ٹوپی زیب تن فرماتے۔ راستہ چلنے میں تیز قدم چلتے۔ اکثر رفقاء پیچھے رہ جاتے اور حضرت آگے نکل جاتے تھے۔

صبر و حلم :-

ہر آنے والے کے ساتھ انتہائی خوش اخلاقی اور رفق و نرمی کا معاملہ فرماتے۔ اہلِ حاجت کے لئے ہر وقت دروازہ کھلا رہتا تھا اور ہر ایک جب چاہتا حاضرِ خدمت ہوتا اور بامراد واپس جاتا۔ لوگوں کی پوری رعایت فرماتے اور ان کی ایذاؤں پر صبر فرماتے حتیٰ کہ مخالفین کے ساتھ بھی انتہائی خوش اخلاقی کا برتاؤ فرماتے اور ایسے لوگوں کی زیادہ خاطرداری فرماتے اور انھیں خوب کھلاتے پلاتے اور اپنی طرف سے کوئی کمی محسوس نہ ہونے دیتے اور اسی پر بس نہ فرماتے بلکہ ان کے حق میں دعائیں بھی فرماتے تھے۔ جیسا کہ خود ارشاد فرماتے ہیں ؎

جور و ستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
احمدؔ نے اس کو بھی تہِ دل سے دعا دیا

یقیناً یہ انتہائی اعلیٰ و ارفع مقام ہے۔ جو ہر کس و ناکس کے بس کا نہیں۔ بلاشبہ یہ حضرت ہی کی خصوصیت تھی کہ جس نے دل کو پاش پاش کر دیا ہو اس کیلئے بھی تہِ دل سے دعا فرما رہے ہیں۔

ایک خاص موقع پر بعد نمازِ مغرب اپنی مجلس میں احقر کو مخاطب کرکے انتہائی درد و سوز کے ساتھ ایک خاص حال میں یہ مضمون ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ

Scanned with CamScanner

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے ارشاد فرماتے ہیں لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ۔ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ

ترجمہ: نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ آپ نیک برتاؤ سے ٹال دیا کیجئے۔ پھر یکایک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جاوے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے۔ اور یہ بات انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے مستقل ہیں اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑا صاحب نصیب ہو۔

پھر فرمایا کہ مگر بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ کوئی نرم خوئی اور خوش اخلاقی ان پر اثر نہیں کرتی۔ آپ چاہے کتنی ہی نرمی برتیں اور کتنی ہی خوش اخلاقی سے پیش آئیں، کتنی ہی خوشامد کریں مگر وہ اپنی بدخوئی سے باز نہ آئیں گے اور سانپ بچھو کی طرح ڈنک ہی مارنے کی کوشش کریں گے۔ ایسے لوگوں سے اللہ کی پناہ اور اسی کے بارے میں آگے حق تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ یعنی ایسے شیطان کے مقابلہ میں نرمی اور عفو و درگذر سے کام نہیں چلتا بس اس سے بچنے کی ایک یہی تدبیر ہے کہ خداوند قدوس کی پناہ میں آجاؤ۔

پھر فرمایا کہ جو شخص صبر و تحمل سے کام لیتا ہے اور اپنا معاملہ اللہ کے حوالہ کرتا ہے اور مخالفین کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہے تو حق تعالےٰ اسکی نصرت فرماتے ہیں اور بالآخر وہی کامیاب ہوتا ہے۔

ہمارے حضرت پر تا بگڈھی رح کے اندر صبر و حلم کی شان بھی نمایاں تھی۔ یار و اغیار

سبھی کی طرف سے ناگوار حالات پیش آتے رہتے تھے، اس پر خود بھی صبر و تحمل فرماتے اور اپنے متعلقین کو بھی اسی کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔

بدعات سے نفرت :۔

حضرت والا کو جس طرح ہر امر میں اتباع سنت کا اہتمام تھا اسی طرح رسوم و بدعات سے سخت نفرت تھی۔ چنانچہ اپنے مواعظ و مجالس میں شد و مد کے ساتھ اس پر نکیر فرماتے تھے۔ جن مجالس میں بدعات و خرافات کا احتمال ہوتا اس میں شرکت سے احتراز فرماتے۔ آجکل تقریبات میں عام طور پر چونکہ خرافات ہوا کرتی ہیں اس لئے تقریبات میں شرکت نہ فرماتے اور نہ شادی بیاہ کے موقع پر کسی کی دعوت قبول فرماتے جو اہل تعلق حضرت کے مذاق کو جانتے تھے وہ تقریبات کے موقع پر حضرت کو دعوت نہ دیتے بلکہ حضرت سے اجازت لے کر مناسب احباب کے ساتھ مستقل طور پر حضرت کی دعوت کرتے تو بخوشی قبول فرماتے اور تشریف لے جاتے اور صاحب خانہ کیلئے خیر و برکت کی دعاؤں کے ساتھ وہاں کچھ وعظ و نصیحت ضرور فرماتے۔ اور ان کو اللہ و رسول کی طرف دعوت دیتے۔

اور فرماتے تھے کہ جو مجلس اللہ و رسول کے ذکر سے خالی ہو وہ قیامت میں وبال ہوگی۔ اسی لئے جہاں کہیں جاتا ہوں تو اللہ و رسول کا ذکر کچھ نہ کچھ ضرور کرتا ہوں۔ تاکہ یہ مجلس موجب خیر و برکت ہو اور ایسے ہی موقع پر اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگ محفل دیکھ لیتے ہیں

حضرت والاؒ نے بارہا ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنی سب لڑکیوں کی شادی میں

Scanned with CamScanner

اس کا اہتمام کیا کہ ایک دینی اجتماع کی شکل ہو اور سادگی کے ساتھ عقد ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جس طرح عام حضرات جمع ہوتے خواص بھی تشریف لاتے، اہل علم کی خاصی تعداد جمع ہوتی، وعظ و نصیحت کی مجالس منعقد ہوتیں، اسی ضمن میں نکاح بھی ہو جاتا اور وقت پر لڑکی رخصت کر دی جاتی۔ ہر شرکت کرنے والا یہی محسوس کرتا کہ ایک دینی اجتماع ہے، علماء و صلحاء جمع ہیں وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری ہے۔ جب کھانے کا وقت ہوا لوگوں نے کھانا بھی کھا لیا۔ سب کام سے فارغ ہو کر اطمینان کے ساتھ اپنے گھر چلے گئے۔ الغرض کسی چیز سے یہ نہیں محسوس ہوتا تھا کہ یہاں کوئی تقریب ہے بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک دینی اجتماع ہے، آج کچھ زیادہ لوگ جمع ہو گئے ہیں اس لئے وعظ و نصیحت کا زیادہ اہتمام ہے اور آنے والوں کو کھانا بھی کھلایا جا رہا ہے اور بس۔

الحمدللہ کہ جن لوگوں سے رشتے کئے گئے وہ بھی میرے مذاق کو جانتے تھے اس لئے میری پوری پوری رعایت کرتے تھے اور کسی نے کسی رسم پر کوئی اصرار نہیں کیا اور نہایت سادگی کے ساتھ سنت کے مطابق ہر کام ہو گیا۔

اسی طرح تینوں لڑکوں کی شادی میں میں نے اپنے اصول کے مطابق (کہ میں تقریبات میں کھانا نہیں کھاتا) وہاں بھی نکاح میں تو شرکت کیا لیکن کھانا لڑکی والوں کے گھر نہیں کھایا۔ بلکہ خود اپنے ساتھ اپنا کھانا لیکر گیا اور اسی پر اکتفا کیا۔ اور چونکہ سبھی حضرات کو یہ معلوم تھا کہ میں تقریبات میں کھانا نہیں کھاتا اس لئے مجھ سے اصرار بھی نہ کیا اور نہ بُرا مانے۔ بلکہ میرے اس عمل سے ان کے اعتقاد میں کچھ اضافہ ہی ہوا۔ اور یہ واقعہ ہے کہ آدمی جو کام صحیح نیت کے ساتھ کرتا ہے اس پر ہمیشہ اچھے ہی ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔

شفقت و محبت :-

یوں تو حضرت اقدس سراپا شفقت و محبت تھے اور آپ کا لطف و کرم ہر ایک کیلئے عام تھا اور ہر ایک کے ساتھ ایسا برتاؤ فرماتے تھے جس سے وہ یہی گمان کرتا تھا کہ حضرت مجھ کو سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ اور یقیناً ایسی محبوبیت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال متابعت کے ثمرات میں سے ہے۔

اسی طرح حضرت کا دروازہ ہر ایک کیلئے ہر وقت کھلا رہتا۔ جب بھی کوئی ملاقات کے لئے آتا فوراً اس کی مقصد برآری فرما کر رخصت فرماتے۔ اگر کسی وقت استراحت فرما ہوتے اور اس وقت کوئی حاجتمند حاضر ہوتا اور ملاقات نہ ہو پاتی تو بعد میں اس سے معذرت فرماتے۔ چنانچہ ایک واقعہ مثال کے طور پر ذکر کرتا ہوں۔ اس واقعہ کو مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی نے بھی اپنے مضمون میں نقل فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ:-

ایک بار ایک رشتہ کی خاتون پانی برستے میں دعا کے لئے آئیں۔ حضرت کی آنکھ لگ گئی تھی ان کے صاحبزادے نے ان سے کہہ دیا کہ ابا سو رہے ہیں۔ وہ چلی گئیں۔ حضرت کی نیند کھلی تو دریافت فرمایا کوئی آیا تو نہیں تھا؟ بتایا گیا کہ فلاں خاتون دعا کے لئے آئی تھیں۔ فرمایا جگایا کیوں نہیں دیا؟ وہ بیچاری برستے پانی میں آئی تھیں پھر اس خیال کا اس قدر غلبہ ہوا کہ اسی وقت چھتری لی اور برستے پانی میں ان کے گھر تشریف لے گئے۔ دعا فرما کر واپس آئے تو فرمایا کہ اگر میں نہ جاتا تو قلب متاثر رہتا۔

ظاہر ہے کہ اس واقعہ میں حضرت سو رہے تھے اور ایسی حالت میں خود حضرت والا پر کوئی ذمہ داری نہیں آتی۔ پھر بھی اس قدر بیقرار ہوئے۔ اور ان کے گھر جا کر ہی تسلی ہوئی۔ اس شفقت و محبت کا کچھ ٹھکانہ ہے اور کوئی اسکی نظیر پیش کر سکتا ہے؟

Scanned with CamScanner

حضرتؒ کے اسی احساس عالی کے متعلق حسامی صاحب نے فرمایا ہے ؎

ترے احساس عالی کی نزاکت میں نے دیکھی ہے
پریشان احترامِ آدمیت کم نظر آئی
کسی نے کی غلط کاری ترے رُخ پر عرق آیا
کسی سے بھی ہوئی لغزش طبیعت تیری گھبرائی
ہوئے ہم سے گنہ سرزد ندامت تیرے چہرے پر
ہوئیں ہم سے خطائیں اور تیری آنکھ شرمائی

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے۔

ومن عادی للہ ولیا فقد بارز اللہ بالمحاربة ان اللہ یحب الابرار الاتقیاء الاخفیاء الذین اذا غابوا لم یتفقدوا وان حضروا لم یدعوا ولم یقربوا قلوبهم مصابیح الهدی یخرجون من کل غبراء مظلمة (رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان)

جو شخص اللہ کے کسی ولی کو اذیت پہنچاتا ہے تو وہ اللہ تعالٰی سے اعلان جنگ کرتا ہے۔ اور بیشک اللہ تعالٰی ایسے لوگوں کو محبوب رکھتے ہیں جو نیکو کار ہیں، گناہوں سے بچنے والے ہیں، مخلوق کی نظر سے مخفی رہنے والے ہیں۔ جنکی شان یہ ہے کہ جب وہ پوشیدہ ہوں تو انھیں تلاش نہ کیا جائے اور جب لوگوں کے درمیان موجود ہوں تو غیر معروف ہونے کی وجہ سے ان کو دعوت نہ دی جائے اور نہ ان کو کسی مخصوص مقام کیلئے قریب کیا جائے۔ حالانکہ انکے قلوب ہدایت کے چراغ ہوں گے اور وہ ہر تاریک مقام سے نکلیں گے۔

اس حدیث میں اولیاء اللہ کے بعض مخصوص صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

اسی کے تحت ملا علی قاری مرقات میں ابرار کی تعریف میں تحریر فرماتے ہیں:-

ای الذین یعملون علی البر وھو الطاعة بالحق والاحسان للخلق ولذا قال بعض العارفین مدار الدین علی التعظیم لامر اللہ والشفقة علی خلق اللہ (مرقات ج ۵ ص ۱۰۳)

یعنی ابرار وہ لوگ ہیں جو برّ کا عمل کرنے والے ہیں، جس کی حقیقت حق تعالٰی کی فرماں برداری اور مخلوق کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ اسی واسطے بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ دین کا مدار دو چیزوں پر ہے ایک تو اللہ کے امر کی تعظیم، دوسرے اللہ کی مخلوق پر شفقت و محبت۔

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے اندر یہ دونوں شانیں ایسی نمایاں تھیں جو ہر ایک پر عیاں تھیں۔ شریعت و سنت کی متابعت کا جس قدر اہتمام تھا وہ اس سے ظاہر ہے کہ اس پیرانہ سالی اور ضعف و علالت کی حالت میں جبکہ معالجین یہ مشورہ دیتے کہ اس قدر ضعف میں روزہ رکھنا مناسب نہیں پھر بھی پورے رمضان کے روزے رکھتے اور کھڑے ہو کر تراویح ادا فرماتے اور بڑے ہی ذوق و شوق کے ساتھ آخری رمضان تک قرآن پاک سننے کا اہتمام فرماتے تھے۔ جو حفاظ قرآن پاک سنانے پر اجرت لیتے ان کے پیچھے تراویح پڑھنے کو پسند نہ فرماتے۔ اتباع سنت کا اس درجہ اہتمام تھا کہ عبادات کی سنتوں کا تو اہتمام فرماتے ہی تھے۔ عادات کی سنتوں کا بھی غایت درجہ اہتمام فرماتے۔ اور شفقت علی خلق اللہ تو حضرت کا سب سے نمایاں وصف تھا۔ جیسا کہ ماقبل کے حالات و معاملات میں ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمایا۔ ہر آنے والے کے ساتھ ایسا لطف اور ایسی شفقت فرماتے کہ ایک ہی ملاقات میں اس کا دل جیت لیتے۔ خود بخود گرویدگی پیدا ہو جاتی۔

قیام الٰہ آباد و پرتاب گڈھ میں دیکھا کہ مختلف حضرات سے ملاقات کے لئے مختلف
اوقات مقرر ہوتے تھے ان اوقات میں وہ لوگ حاضر ہوا کرتے تھے۔ بعض مخلص اہل تعلق
کے لئے علیحدہ علیحدہ اوقات مقرر فرما رکھے تھے۔ کسی کے لئے صبح ناشتہ کے وقت حاضری
لازم تھی، کسی کے لئے بعد عشا، کسی کے لئے دوپہر کا وقت ہوتا، کسی کے لئے بعد ظہر، کسی
کے لئے بعد عصر، کسی کے لئے کھانے ناشتے کا وقت مقرر فرما رکھا تھا۔ اور ہر ایک کے
مناسب حال گفتگو فرماتے۔ اور ایسے حکیمانہ انداز سے معاملہ فرماتے تھے جس کا اثر آنیوالے
پر اس طور سے پڑتا کہ دوسرا اس سے بالکل بے خبر رہتا تھا۔

احقر کے لئے مدرسہ کا وقفۂ دوپہر مقرر فرما رکھا تھا اور روزانہ دوپہر میں حاضری
لازماً ہوا کرتی تھی۔ اگر کسی وجہ سے تاخیر ہو جاتی تو دریافت حال کے لئے کسی خادم کو
فوراً روانہ فرماتے۔ کبھی راستہ ہی میں ملاقات ہو جاتی اور کبھی مدرسہ افضل المعارف پہنچ کر
حضرت کا مکتوب گرامی یا زبانی پیغام پہنچاتا۔ اکثر و بیشتر اپنے یہ اشعار احقر کو مخاطب کرکے
سناتے اور کبھی تحریر فرما کر بھیجتے جس سے حضرتؒ کی بے پناہ شفقت و محبت مترشح ہوتی ہے

آپ کا انتظار کرتا ہوں — شوق کو اپنے پیار کرتا ہوں
آپ آتے ہیں جب تصور میں — میں خزاں کو بہار کرتا ہوں

یہ ناکارہ تو ہرگز اس لائق نہیں مگر اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے حضرت کے
دل میں احقر کی بے پناہ محبت ڈالدی تھی جس کا اظہار غائباً و حاضراً فرمایا کرتے تھے۔
چنانچہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جو تعلق اور محبت و مناسبت اور بے تکلفی آپ سے ہے وہ
کسی سے نہیں اور صرف آپ ہی سے اپنے دل کی سب باتیں بے تکلف کہہ لیتا ہوں۔
اسی لئے چاہتا ہوں کہ روزانہ دوپہر میں ضرور آیا کریں۔ احقر بھی حتی الوسع مدرسہ کے
وقفۂ دوپہر میں حاضری کا اہتمام کرتا تھا جس سے حضرت بے حد مسرور ہوا کرتے۔ اکثر

وبیشتر اسی وقت اکابر کے خطوط پڑھوا کر سنتے اور بعض کے جوابات خود ارقام فرماتے اور
بعض کے جوابات احقر سے لکھوا کر اپنے دستخط ثبت فرما کر سپرد ڈاک فرماتے
ڈاک کے سلسلہ میں بھی بڑا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ خطوط لے کر مستقل کسی معتمد کو
ڈاکخانہ بھیجتے۔ وہ سپرد ڈاک کر کے واپس آ کر حضرت کو مطلع کرتا کہ میں نے ڈاک میں
خط ڈال دیا ہے، تب اطمینان ہوتا۔ اکابر کے جواب کا بھی بڑی بیتابی سے انتظار
فرماتے تھے۔ اگر جواب آنے میں تاخیر ہوتی تو فوراً جوابی تار سے یا آدم خاص بھیج کر
دریافت حال فرماتے۔ تار کے لئے خاص طور پر اپنے منجھلے صاحبزادے برادر محترم جناب
ارشاد احمد صاحب کو مامور فرماتے اور تار کا مضمون اپنے سامنے تحریر کراتے۔ اور اسمیں بھی
القاب و آداب کی پوری رعایت فرماتے۔ مثلاً اکابر کے نام کے ساتھ حضرت مولانا
کا لفظ ضرور شامل فرماتے۔ اور ماشاء اللہ اس کام کو برادر موصوف بحسن و خوبی حسب
منشا انجام دیتے۔ اکثر دوپہر میں بوقت حاضری موصوف بھی موجود رہتے اور تار کا مضمون
حضرت اسی وقت لکھایا کرتے۔ اور ارسال کردہ تار کی رسیدات برادر موصوف پیش خدمت
کرتے جس سے حضرت مسرور و مطمئن ہوتے۔ دوپہر کی یہ مجلس نہایت خوشگوار ہوا
کرتی تھی۔ اور حضرت والا بے تکلف بہت سی باتیں اسی وقت فرمایا کرتے تھے۔ کبھی
کبھی بالکل ظہر کے قریب واپسی ہوتی۔ بوقت رخصت اکثر و بیشتر اپنے ان اشعار
کے ساتھ مترنم ہوتے جس کا قلب پر بے حد اثر ہوتا تھا اور حضرت کی شفقت و محبت
سے دل بھر آتا تھا ہے

ترا آنا مرے احساس میں جان مسرت ہے — مگر جانا ستم ہے غم ہے حسرت ہے قیامت ہے
تری قربت میں پوشیدہ بہار کیف جنت ہے — تڑپنا ہجر میں تیرے محبت کی ضمانت ہے
ترا اٹھ کر چلا جانا قیامت ہے قیامت ہے — غضب ہے روز روشن کا شب دیجور ہو جانا

برادر محترم ارشاد احمد صاحب فرماتے تھے کہ ابا کو آپ سے اس قدر محبت ہے اور غائبانہ آپ کو اتنا یاد فرماتے رہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو رشک آتا ہے۔ خود حضرت والا تو بھی از راہ محبت بہت کچھ فرمایا کرتے تھے ان کو اپنے قلم سے کیا لکھوں تاہم بضرورت اتنا عرض کرتا ہوں اور اس کو اپنے حق میں فال نیک گمان کرتا ہوں کہ حضرت والا نے اپنے مرض وفات میں ایک روز نہایت تاثر کے ساتھ آبدیدہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ میرا آپ کا تعلق پچیس سال سے ہے لیکن اس عرصہ میں آپ کے کسی عمل سے مجھ کو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچی، بلکہ ہمیشہ آپ کی ملاقات سے قلبی مسرت ہوتی ہے۔ وفات کے روز بھی دوپہر میں حسب معمول حاضری نصیب ہوئی جبکہ حضرت کو گلوکوز کی آخری بوتل چڑھائی جارہی تھی۔ اس وقت حضرت بالکل ہوش وحواس میں تھے۔ گلوکوز کی وجہ سے قدرے قوت بھی محسوس فرما رہے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ خدمت والا میں حاضر رہا اور حضرت بنظر شفقت دیکھتے رہے اور بہت سے دعائیہ کلمات فرماتے رہے۔ چنانچہ حسب معمول اس روز بھی ارشاد فرمایا کہ آپ کے لئے، آپ کے متعلقین کے لئے اور سب بچوں کے لئے دعا کرتا رہتا ہوں۔ آپ کے مدرسہ کیلئے بھی دعا کرتا ہوں اللہ تعالےٰ سب کام آسان فرمائے اور مدرسہ کی غیبی امداد فرمائے۔ آمین — نیز ارشاد فرمایا کہ میں آپ سے بہت خوش ہوں اور دل سے آپ کے ساتھ ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ ایک مرید ومسترشد کے لئے اس سے بڑھ کر سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ شیخ دنیا سے رخصت ہوتے وقت خوشخبری سناتا ہوا اور دعائیں دیتا ہوا تشریف لے جائے۔

اللہ تعالےٰ اس محبت وتعلق کو آخرت میں نافع بنائے اور نجات ومغفرت کا ذریعہ بنائے اور اپنے بندۂ خاص کے حسن ظن کے طفیل عفو ودرگذر کا معاملہ فرمائے۔

جامعہ اسلامیہ افضل المعارف وصی آباد۔ الہ آباد۔

یہی وہ ادارہ ہے جس کا سنگ بنیاد حضرت اقدس رحؒ نے اپنے دست مبارک سے ۲۱ رجمادی الثانیہ ۱۳۷۲ھ مطابق ۵ مارچ ۱۹۵۳ء بروز پنجشنبہ علماء وصلحاء کے جمع غفیر کے درمیان رکھا اور روز اول سے تادم آخر اسکی بقا واستحکام اور ترقی کیلئے حاضراً وغائباً شب وروز دعائیں فرماتے رہے۔ اسکے خصوصی وعمومی جلسوں میں برابر تشریف لاتے اور بڑے ہی ذوق وشوق کے ساتھ وعظ ونصیحت فرمایا کرتے تھے۔ خاص طور پر جب کبھی صرف طلبہ واساتذہ مخاطب ہوتے تو نہایت بشاشت کے ساتھ عجیب وغریب مضامین مؤثر انداز میں بیان فرمایا کرتے تھے جن سے سب متاثر ہوتے۔ اور حضرت اقدس سے ان کا ربط قلبی قوی ہوا کرتا تھا۔ حضرت رحؒ کی خدمت میں اساتذہ وطلبہ برابر استفادہ کیلئے حاضر ہوتے اور فیض صحبت سے بہرہ ور ہوتے رہتے تھے۔

چونکہ فی الحال یہاں موقوف علیہ تک تعلیم ہوتی ہے اور دورۂ حدیث کے لئے طلبہ دارالعلوم دیوبند جاتے ہیں اور بحمداللہ ہر سال ایک جماعت فارغ ہوتی ہے۔ جب طلبہ کی جماعت دورۂ حدیث میں جانے کے لئے تیار ہوتی اور دعا کیلئے حاضر خدمت ہوتی تو بہت مسرور ہوتے اور دعاؤں کے ساتھ رخصت فرماتے۔ بوقت رخصت ہر طالبعلم سے معانقہ بھی فرماتے۔ طلبہ بھی حضرت سے بہت مانوس اور حضرت کی شفقت ومحبت سے بیحد متاثر ہوتے تھے۔ اور دیوبند جانے کے بعد بھی وہاں سے خدمت والا میں مکاتبت کا سلسلہ جاری رکھتے اور دعا وتوجہ سے فیضیاب ہوتے۔ کبھی کبھی حضرت والا غایت مسرت سے از خود فرماتے کہ ماشاء اللہ آپکے مدرسہ میں خوب کام ہو رہا ہے اور ہر سال علماء وحفاظ کی جماعت تیار ہو کر نکلتی ہے۔ اس سے مجھے بیحد مسرت ہے اور دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو خوب ترقی عطا فرمائے اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے۔

مرضِ وفات میں جب کئی روز کے بعد غشی سے افاقہ ہوا تو احقر کو سامنے دیکھ کر قریب بلایا اور فرمایا کہ میں دعا سے غافل نہیں ہوں۔ برابر دعا کر رہا ہوں۔

اللہ اکبر! کیا ٹھکانہ ہے اس شفقت و محبت اور خصوصی عنایت کا کہ اپنی تکلیف بھولے ہوئے ہیں اور خدام کی فکر دامنگیر ہے اور ان کے تفکرات کو دور کرنے کا اس قدر اہتمام کہ ہوش آتے ہی تسلی دی جارہی ہے کہ میں دعا سے غافل نہیں ہوں۔

ایک موقع پر جبکہ حضرت والاؒ پرتاپگڈھ تشریف فرما تھے اور مدرسہ کی ضروریات کے پیشِ نظر احقر نے سفرِ بمبئی کا ارادہ کیا اور حضرت والا کو اسکی اطلاع کی تو جواب میں نہایت تسلی آمیز دعاؤں پر مشتمل مکتوب گرامی ارسال فرمایا جس میں مدرسہ کی مالی پریشانی دور ہونے اور اہلِ خیر سے مالی تعاون حاصل ہونے کی دعا فرمائی۔ جی چاہتا ہے کہ تبرکاً حضرت والا کے مکتوب گرامی کا عکس ہدیۂ ناظرین کردوں تاکہ آپ کو بھی اسکا بخوبی اندازہ ہوسکے کہ حضرت والاؒ کو اس ادارہ سے کس قدر قلبی لگاؤ تھا اور اسکی کتنی فکر حضرت کو رہا کرتی تھی۔ ہائے اب ہم ان دعاؤں اور شفقتوں سے بظاہر محروم ہوگئے لیکن حضرت کی توجہ کے برکات اب بھی جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ تا قیامت جاری رکھے۔ آمین!

یہ ناکارہ تو اپنے اندر کوئی صلاحیت نہیں پاتا۔ آپ حضرات جو کچھ دیکھ رہے ہیں یہ سب حضرت اقدسؒ اور دیگر اکابر وقت کی دعا و توجہ کا ثمرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان اکابر کے فیوض و برکات کو اس ادارہ سے تا قیامت جاری و ساری رکھے۔ آمین!

حضرت والاؒ اس ادارہ میں وقتاً فوقتاً جو کچھ ارشاد فرماتے رہے ہیں ان میں کے بعض مضامین تو حضرتؒ کی حیات میں طبع ہوچکے ہیں۔ ابھی بہت سے مضامین ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ ہیں جو انشاء اللہ کسی موقع پر ہدیۂ ناظرین کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کا مکتوب گرامی

بنام احقر عمار احمد

عکس تحریر

بقیۃ السلف شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی نور اللہ مرقدہ

برائے جامعہ اسلامیہ فضل المعارف وصی آباد الہ آباد

[illegible]

دعا گو محمد احمد

قلب سلیم :-

محترم بھائی انیس احمد صاحب (ناظم مدرسہ اشاعت العلوم مجر خاص والا آباد)

ایک دفعہ حضرت والاؒ نے تنہائی میں علیحدہ لے جاکر فرمایا کہ سنو میاں انیس! یہ اتنی بڑی
دنیا ہے جس میں اللہ کی کتنی مخلوق بستی ہے۔ پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنے قلب کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرا سینہ ہے اور اس کے اندر میرا دل ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا
ہوں کہ میرے دل میں کسی کی جانب سے کوئی شکایت ایک رتی برابر نہیں۔

سبحان اللہ! اہل اللہ کی یہی شان ہوتی ہے۔ وہ اپنے قلب کو ہر ایک کی طرف
سے بالکل پاک وصاف رکھتے ہیں جیسا کہ صوفیائے کرام کا یہ قول مشہور ہے اور کسی
نے خوب کہا ہے ؎

آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن
کفر است در طریقت ما کینہ داشتن

یعنی ہمارا دستور ہی یہ ہے کہ سینہ کو آئینہ کی طرح صاف شفاف رکھا
جائے۔ اور کسی سے کینہ رکھنا تو ہمارے طریق میں کفر شمار کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ
سَلِيْمٍ۔ یعنی وہ دن ایسا ہوگا کہ نہ مال نفع دے گا، نہ اولاد کام آئے گی۔ بجز اُن
لوگوں کے جو اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آویں گے۔

قلب سلیم ایسے قلب کو کہتے ہیں جس میں شرک نہ ہو، ریا نہ ہو، حسد نہ ہو،
کبر نہ ہو، کینہ نہ ہو، بغض نہ ہو۔ حاصل یہ کہ سب رذائل سے وہ پاک ہو اور اس
قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو۔

حضرات اہل اللہ چونکہ قلب سلیم رکھتے ہیں اس لئے ان کے قلب میں ان کو

کا گزر ہی نہیں ہوتا۔ اور وہ اپنے قلب کو مخلوق سے خالی رکھتے ہیں۔ ان کی نظر صرف
اللہ پر ہوتی ہے۔ اس لئے مخلوق کی جانب سے جو کچھ پیش آتا ہے اسے من جانب اللہ
سمجھ کر اللہ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور اس حال میں بھی ان کو ایک طرح کی
خوشی و مسرت حاصل ہوتی ہے۔ یہ بھی ایک مقام ہے کہ مخلوق کی مخالفت یا مذمت
کو محبوب کا انعام سمجھ کر خوش ہوتے ہیں۔ پھر شکایت کا کیا سوال؟ اسی مقام
کی جانب اشارہ کرتے ہوئے حضرت والاؒ ارشاد فرماتے ہیں ؎

یہ معراج محبت ہے یہ اعجاز محبت ہے
ہزاروں زخم کھا کر مسکرانا شادماں رہنا

اور اسی غزل کا دوسرا شعر ہے ؎

کوئی بھی حال ہو ہر حال ہی میں شادماں رہنا
حقیقت میں اسی کا نام ہے بس کامراں رہنا

اس کے بعد فرماتے ہیں ؎

جو خوش قسمت ہیں ان کو ہی ملا کرتی ہے یہ دولت
بہ فیض عشق صحرا میں بھی بن کر گلستاں رہنا

مخلوق کی مخالفت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو وہ انعامات عطا فرماتے ہیں کہ اسی میں
وہ مست و بے خود رہتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ وہ اپنے قلب کو اغیار
سے خالی رکھنے کا اہتمام فرماتے ہیں۔ تاکہ حق تعالیٰ کی تجلیات خاصہ کا مرکز بنا رہے
اور قلب پر فیضان رحمت ہوتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ؎

نہ کوئی راہ پا جائے، نہ کوئی غیر آ جائے
حریم دل کا احمدؔ اپنے ہر دم پاسباں رہنا

Scanned with CamScanner

اور حق تعالٰے کی عنایات خاصہ کی برکت سے وہ اپنے قلب میں ایک ایسا عالم پرورش لئے پھرتے ہیں کہ ان کو مخلوق کی طرف التفات کی فرصت کہاں۔ ان کی نگاہوں میں ہر وقت تجلیات ربانی کی بارش ہوتی رہتی ہے اور وہ جلوۂ محبوب میں کھوئے رہتے ہیں۔ اور آنکھوں میں ایک ایسا عالم پھرتا رہتا ہے جس کا تصور ہم کور باطنوں کو محال نظر آتا ہے۔ اسی عالم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ؎

غائب ہوا جاتا ہے حجابات کا عالم — مشہود لگا ہونے مغیبات کا عالم
فیضان محبت ہے جو آتا ہے نظر آج — اک بندۂ عاصی میں کرامات کا عالم
کہنے کی نہیں بات یہ کہتا ہوں مگر خیر — پھرتا ہے نگاہوں میں محالات کا عالم
اے صلِّ علیٰ سرورِ عالم کے کرم سے — ہے ارض پہ بھی آج سماوات کا عالم

احمدؔ جسے اللہ کی رحمت نے نوازا
ملتا ہے اسے عشق کے نفحات کا عالم

تفویض و توکّل، زہد و استغناء:۔

توکّل، جس کی حقیقت یہ ہے کہ ہر امر میں متصرف حقیقی صرف اللہ ہی کو یقین کرے اور اسی پر بھروسہ کرے۔ اور تفویض جس کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے تمام امور کو اللہ کے سپرد کر دے۔ اسباب و تدبیر اختیار کرے اور نتائج کو خدا کے حوالے کرے۔ زہد جس کی حقیقت دنیا سے بے رغبتی اور استغناء جس کی حقیقت اہل دنیا سے بے تعلقی اور مخلوق سے کوئی توقع نہ رکھنا ہے، یہ سب صفات حضرت اقدس رحؒ کے اندر ایسی نمایاں تھیں کہ ہر ایک کو رات دن ان کا مشاہدہ ہوتا رہتا تھا۔ ان کی نظر مخلوق پر تھی ہی نہیں بلکہ محض اللہ تعالٰے پر نظر رکھتے تھے۔

اور ایسے مخلصین سے ہدایا بھی قبول فرما لیتے۔ مگر خلاف اصول ہدایا بھی قبول نہ فرماتے اور ایسے طور پر عذر فرماتے کہ ہدیہ پیش کرنے والے کی دل شکنی نہ ہو۔ زہد فی الدنیا کا یہ عالم تھا کہ باوجود ضرورت کے اپنا ذاتی مکان الٰہ آباد شہر میں تعمیر نہ فرمایا۔ حالانکہ بعض خدام نے متعدد بار پیشکش کی مگر کسی نہ کسی عنوان سے اسے ٹال دیا کرتے تھے۔ ضلع اعظم گڑھ کے ایک مخلص نے خطیر رقم مکان کے لئے پیش خدمت کی مگر اسے بھی قبول نہ فرمایا اور یہ فرما کر قبول کرنے سے عذر فرما دیا کہ مجھے آپ کے اخلاص میں ذرہ برابر شبہہ نہیں بیشک آپ خلوص و محبت سے پیش فرما رہے ہیں مگر میں اس بار گراں کا متحمل نہیں ہو سکتا اس لئے مجھے معذور قرار دیں۔ میرا معاملہ اللہ سے ہے اللہ تعالٰے میری ہر ضرورت کو پورا فرماتے رہتے ہیں اور بلا وہم و گمان بقدر ضرورت بھیجتے رہتے ہیں یہ محض اللہ تعالٰے کا فضل ہے۔

برادر محترم جناب دبیر احمد صاحب جو حضرت والا کے محبین و مخلصین میں سے ہیں اور حضرت کے مجاز بیعت بھی ہیں۔ موصوف کا آبائی وطن قصبہ چائل ضلع الٰہ آباد ہے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد کراچی منتقل ہو گئے۔ مگر سال میں دو بار کراچی سے الٰہ آباد کا سفر محض حضرت والا کی زیارت اور استفاضہ کی غرض سے کیا کرتے تھے۔ مرض وفات میں بھی تشریف لائے تھے اور معتدبہ قیام کے بعد رخصت ہوئے۔ موصوف نے حضرتؒ کا ایک ملفوظ نقل فرمایا جو یقیناً حرز جان بنانے کے لائق ہے۔ فرمایا کہ:۔

حضرت نے ایک دفعہ محترم فاضل عثمانی الٰہ آبادی مرحوم کو تحریر فرمایا تھا کہ اپنے تمام معاملات و حالات اللہ کے سپرد کر دینا ہی بندگی ہے اور مولا کی مرضی پر راضی رہنا مومن کی معراج ہے۔

سبحان اللہ! تفویض کی حقیقت اور اس کے منتہائے عبدیت ہونے کو کیسے

Scanned with CamScanner

کیسے دلنشین عنوان سے بیان فرمایا اور رضا بالقضاء کو مومن کی معراج قرار دیکر کس قدر مؤثر انداز میں اس کی تخصیص و ترغیب فرمائی۔ موصوف سے حضرت والا کو بے انتہا محبت تھی اور ان کے اخلاص کی بڑی قدر تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ فروری ۱۹۵۳ء میں مندرجہ ذیل اشعار حضرت نے ان کو تحریر فرمائے تھے ؎

تو ملا تو دل کو خوشی ہوئی، تو گیا تو روح کو غم ہوا
تو ہزاروں کوس پہ جا بسا ترا عشق پھر بھی نہ کم ہوا
تری شان صدق کو کیا کہوں تجھے کیوں نہ دل سے دعائیں دوں
مری بزم سے تو گیا مگر، کسی بزم میں تو نہ ضم ہوا
نہ کسی پہ تیری نظر پڑی، نہ کسی کا تجھ پہ اثر ہوا
در غیر پہ کبھی آج تک ترا سر دبیر نہ خم ہوا

فروری ۱۹۵۳ء

حضرتؒ کے عارفانہ منظوم کلام کی بھی یہی خصوصیت ہے کہ سادہ اور سہل الفاظ میں بڑے بڑے حقائق واضح فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

چھوڑ دے چون و چرا تجویز سے کیا کام ہے
ہے وہی فائز جو ان کا بندۂ بے دام ہے

اصل وظیفۂ بندگی یہی ہے کہ جو کچھ بھی مولا کی طرف سے پیش آئے بندہ اس پر دل سے راضی رہے۔ خواہ وہ امر طبیعت کے موافق ہو یا ناموافق، ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتا رہے ؎

جو بھی پیش آئے ان کی جانب سے
شکر بندے کو چاہیے کرنا

اس دار دنیا میں سب سے بڑی دولت یہی ہے کہ آدمی کی نظر اللہ پر ہو جائے اور وہ سارے زمانہ سے مستغنی ہو جائے۔ پھر اس کو وہ لذت اور وہ حلاوت نصیب ہو کہ سلاطین دنیا کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی ؎

ہر حال میں راضی برضا ہو تو مزا دیکھ
دنیا ہی میں بیٹھے ہوئے جنت کا مزا دیکھ

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ مشائخ کو اس باب میں بھی تفویض اختیار کرنا چاہئے کہ لوگ میری طرف رجوع ہوں۔ جس کو فیض پہنچانا مقدر ہوگا اللہ تعالیٰ خود اس کو بھیجیں گے۔ شیخ کو ہرگز ہرگز اس کی فکر نہ کرنا چاہئے کہ لوگ میری طرف رجوع کریں شیخ کے اندر جب تک استغنا نہ ہوگا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

مومن کو اس کا یقین کامل ہونا چاہئے کہ مخلوق کے اختیار میں کچھ بھی نہیں سب کچھ اللہ ہی کے اختیار میں ہے اور وہی نفع و ضرر کا مالک ہے۔ جب یہ یقین حاصل ہو جاتا ہے تو بندہ ہر ایک سے کٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کی نظر صرف اللہ پر مقصور ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت خود ہی فرماتے ہیں ؎

غیروں پہ تیری جاتی ہے کس واسطے نظر
واللہ ان کے ہاتھ میں نفع و ضرر نہیں

اہل اللہ جب اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی میں فنا کر دیتے ہیں تو پھر من جانب اللہ ان کا بھی اکرام کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انعام عطا ہوتا ہے کہ ان کی خواہشات کو اللہ تعالیٰ پورا فرما دیتے ہیں اور انکی دعائیں قبول فرما کر مزید اعزاز عطا فرماتے ہیں اور استجابت دعا کے مقام سے سرفراز فرماتے ہیں۔ ہمارے حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب

Scanned with CamScanner

پرتاب گڑھی مستجاب الدعوات ہیں۔ اس موقع پر بطور لطیفہ ایک واقعہ کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ اعظم گڑھ سے چند علمائے کرام تشریف لائے۔ ان دنوں حضرت والا کا قیام صابری منزل میں رہا کرتا تھا۔ چنانچہ بعد نماز مغرب خدمت والا میں حاضری ہوئی۔ ان حضرات نے اختتام مجلس کے بعد علی الصباح واپسی کی اجازت چاہی۔ حضرت والا کی خواہش یہ تھی کہ اپنے خصوصی مہمانوں کو صبح ناشتہ کے بعد رخصت فرمائیں اور یہ حضرات شب ہی میں رخصت ہو کر علی الصباح سفر کرنا چاہتے تھے چنانچہ مولانا ۔ ۔ ۔ نے عرض کیا کہ حضرت! ہم لوگوں کا سفر علی الصباح ضروری ہے۔ اس پر حضرت والا نے اجازت تو مرحمت فرمادی لیکن ساتھ ہی تبسم فرماتے ہوئے فی البدیہ یہ شعر بھی پڑھا ؂

میری دعا یہ سن لے یارب آندھی پانی آئے
جانے والا چار بجے کی بس سے نہ جانے پائے

پھر معاً ارشاد فرمایا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جذبات پر عقل کو اور عقل پر شرع کو غالب رکھنا چاہئے۔ اس لئے جذبات کو قابو میں رکھنا چاہئے اور ہر ایک کی ضرورت و مصلحت کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ اسی بنا پر اگرچہ دلی تقاضا یہی ہے کہ صبح آٹھ بجے تک آپ حضرات کو رخصت کروں مگر آپ حضرات کی مصالح کے پیش نظر اسی وقت رخصت کر رہا ہوں۔ القصہ سب حضرات بعد نماز عشاء حضرت سے رخصت ہو کر آئے اور شب میں احقر کے غریب خانہ پر قیام فرمایا۔ گرمی کا زمانہ تھا اس لئے مکان کی بالائی چھت پر استراحت کا انتظام کیا گیا اور سب حضرات باطمینان آرام فرما ہوئے۔ اچانک بہت زور کی آندھی آئی اور ہر طرف سے گھٹا اٹھی اور گرج چمک کے ساتھ بارش

شروع ہو گئی اور نماز فجر تک مسلسل بارش ہوتی رہی جس کے نتیجے میں سفر ملتوی کرنا پڑا۔ تقریباً آٹھ بجے صابری منزل خدمت والا میں حاضری ہوئی۔ سب کو دیکھ کر حضرت والا نے تبسم فرمایا اور بہت مسرور ہوئے اور دیر تک خوشگوار مجلس ہوئی۔ پھر پُر تکلف ناشتہ ہوا اس کے بعد سب حضرات کو خوشی خوشی رخصت فرمایا۔ غالباً اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے کہ ؂

او چنیں خواہد خدا خواہد چنیں
مید ہد یزداں مراد متقیں

مناسب مقام ہی چاہتا ہے کہ تفویض و توکل وغیرہ کی قدرے تفصیل "بصائر حکیم الامت" مصنفہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب نور اللہ مرقدہ سے نقل کر دی جائے۔ چنانچہ ملخصاً نقل ہے:-

۱- توکل کی حقیقت یہ ہے کہ ہر امر میں متصرف حقیقی اور مدبر حقیقی حق جل وعلا شانہ کو سمجھے اور اپنے کو ہر امر میں ان کا محتاج اعتقاد کرے۔ یہ توکل تو ہر امر میں عموماً فرض اور جزو عقائد اسلامیہ ہے۔

۲- تفویض کے معنی ترک تدبیر نہیں۔ بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی پر نظر نہ رکھے۔ تدبیر کرے اور تدبیر کے نتیجہ کو خدائے تعالیٰ کے سپرد کرے۔ اور جن امور میں تدبیر کا کچھ تعلق و دخل نہیں ان میں تو ابتداء ہی سے تفویض و تسلیم اختیار کرے۔ اپنی طرف سے کوئی حالت یا نظام تجویز نہ کرے۔ تجویز ہی تمام تر پریشانیوں کا سبب ہے کہ ہم نے ہر چیز کا ایک نظام خاص اپنے ذہن میں قائم کر رکھا ہے کہ یہ کام اس طرح ہونا چاہئے۔ پھر اس نظام کے خلاف واقع ہونے سے کلفت ہوتی ہے اور زیادہ حصہ اس نظام کا ہماری

طرف سے تجویز ہوتا ہے غیر اختیاری ہوتا ہے۔ تو غیر اختیاری امور کے لئے انتظام تجویز کرنا حماقت نہیں تو کیا ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ جب کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے اس وقت اس کو فوراً ذہن میں حاضر کر لیا جاوے کہ یہ حق تعالیٰ کا تصرف ہے۔ ابتداء میں تو اہل اللہ کو یہ حالت تکلف کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ خدائے تعالیٰ کی حکمت و قدرت کو سوچ سوچ کر اپنے ارادہ و تجویز کو فنا کرنا پڑتا ہے پھر یہ حالت ان کے لئے امر طبعی بن جاتی ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ کوئی اپنی رائے اور تجویز کو فنا کر کے تو دیکھے پھر اللہ تعالیٰ وہ دولتیں عطا فرماتے ہیں جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں۔ اسی میں اتباع شیخ بھی داخل ہے جس کی سخت ضرورت ہے۔ اپنی رائے سے کچھ نہ کرے۔

اس سے آگے ایک مقام اور ہے جس کو رضا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس کی حقیقت قضائے الٰہی پر اعتراض نہ کرنا ہے۔ نہ زبان سے نہ دل سے۔ بعض اوقات اس کا یہاں تک غلبہ ہوتا ہے کہ تکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی۔ پس اگر الم کا احساس نہ ہو تو رضائے طبعی ہے اور اگر الم کا احساس باقی رہے تو رضائے عقلی ہے۔ اول حال ہے جس کا عبد مکلف نہیں اور ثانی مقام ہے جس کا عبد مکلف ہے۔ انتہیٰ۔

اور ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ رضا بالقضاء کا اعلیٰ مقام یہ ہے کہ اپنی مرضی اور طبیعت کے خلاف بھی کوئی معاملہ پیش آئے تو اس کو من جانب اللہ سمجھ کر دل سے اس پر خوش ہو۔ بلکہ اس پر ایک کیف و سرور محسوس ہو۔ اسی جانب اپنے ان مندرجہ ذیل اشعار میں اشارہ فرماتے ہیں ؎

بے کیفی میں بھی ہم نے تو اک کیف مسلسل دیکھا ہے ۔۔۔ جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں اس حال کو اکمل دیکھا ہے
جس راہ کو ہم تجویز کریں اس راہ کو اثقل دیکھا ہے ۔۔۔ جس راہ سے وہ لیجاتے ہیں اس راہ کو اسہل دیکھا ہے

تواضع و نیستی :-

حضرت خواجہ محمد معصوم حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے صاحبزادے رحمہ اللہ جو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اہم کڑی ہیں کسی طالب کو ارقام فرماتے ہیں کہ :-

"سیر و سلوک سے مقصود پیر بننا اور مرید بنانا نہیں ہے بلکہ وظائف بندگی کا اس طور پر ادا کرنا ہے کہ نفس کی آمیزش اور منازعت باقی نہ رہے اسی طرح طریق کا مقصود نیستی اور گمنامی کی تحصیل اور نفس کی سرکشی و خودرائی کو دور کرنا ہے، اس لئے کہ معرفت کا حصول اسی کے ساتھ وابستہ ہے"

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح وظائف بندگی کی ادائیگی میں نفس کی آمیزش کو ختم کرنا مقصود طریق ہے اسی طرح نفس کی سرکشی و خودرائی کو دور کرنا اور نیستی و گمنامی اختیار کرنا بھی طریق کے اہم مقاصد میں سے ہے اور معرفت الٰہیہ کا حصول اسی سے وابستہ ہے۔ جب تک خودی و خودرائی کو دور نہیں کریں گے اور فنا و نیستی نہ اختیار کریں گے معرفت الٰہیہ حاصل نہ ہوگی۔

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ ایک طالب کو تحریر فرماتے ہیں :-

"برادر عزیز! بندگی عجیب چیز ہے۔ دیکھو یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ ضعیف کو قوی کے مقابلہ میں، عاجز کو قادر کے مقابلہ میں، فقیر کو غنی کے مقابلہ میں، بندے کو خداوند عز و جل کے مقابلہ میں کوئی وسیلہ بندگی اور سرافگندگی کے سوا نہیں۔ بے نفسی و خاکساری بھی اسی بندگی کی شاخ ہے۔

مردان راہ خدا اپنے کو اپنی نظر میں اس قدر ذلیل و خوار سمجھتے ہیں کہ

عام مسلمان گبر و جہود و ترسا کو بھی نہ سمجھتے ہوں گے۔ ان کا خیال ہے کہ وہی شخص اس راہ کا مرد ہو سکتا ہے جو گبر و جہود کے در کی خاک اپنی ریش دراز سے جھاڑے اور اس کے دل میں اس بات سے مطلق ننگ و عار پیدا نہ ہونے پائے۔ اگر ذرہ برابر بھی ننگ و عار پیدا ہوا اور وہ یہ سمجھے کہ ہماری خواجگی کے دامن میں دھبہ آیا تو یہ سمجھو کہ ایک قدم بھی وہ اس راہ میں نہیں چلا ہے۔

اہل طریقت کا اجماع ہے کہ جو شخص اپنے کو فرعون سے اچھا سمجھے وہ مردود بدنصیب ہے اور یہ بھی ان کا قول ہے کہ خلق اللہ کی آنکھ سے اپنے کو گرانا آسان ہے۔ مرد وہ ہے جو اپنے کو اپنی آنکھ سے گرا دے۔ ہر در سے جبتک وہ نکالا نہ جائیگا اور جبتک سب کے ہاتھوں میں کھوٹا ثابت نہ ہو چکے گا، ہر ترازو میں جب تک اس کی بے وزنی ثابت نہ ہوگی، ہرگز اس کا خیال نہ کرو عبودیت کی شان اسمیں آئی۔

طلب حق کی راہ وہ راہ ہے کہ اس بارگاہ میں پشۂ ناچیز شیر دل نظر آتے ہیں اور مور ضعیف میں صفت سلیمانی پیدا ہوتی ہے۔ ہمارا تمھارا یہاں پر کیا ذکر ہے ہم پر تم پر تو خود سے اٹھ کر روٹی کھانا اور پانی پینا بھی جبر ہے۔ ہاں اُس کی قدرت اگر کارفرما ہو تو کوئی مشکل نہیں۔ پہلے قدم میں دنیا اور دوسرے قدم میں آخرت طے ہوتی ہے۔ تیسرے قدم میں فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ (مقام صدق میں خدائے بزرگ و برتر کے پاس) کے آستانہ پر پہنچتے ہیں۔ ایک عزیز نے کیا خوب کہا ہے ؎

تو مرا دل دہ و دلیری بین
رو بہ خویش خوان و شیری بین

یعنی تو میری دل دہی کر پھر میری بہادری دیکھ۔ اپنی لومڑی کہہ کر پکار اور

شیر کی جرات پھر میں دیکھ۔

برادرِ عزیز زمانہ کا عجب حال ہو رہا ہے ہر شخص کی نظر اپنے علم و عبادت پر ہے اور اپنی پونجی میں مست ہے۔ فردائے قیامت جس وقت شان ربوبیت اپنے استحقاق کا دیوان قائم کریگی، انبیاء علیہم السلام کو دیکھو گے کہ باوجود کمال و جمال وجلال حال اس طرح تشریف لائیں گے کہ حدیث علم بالکل غائب ہوگی۔ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا وہ کہتے ہوں گے تیری پاک ذات ہے ہم بالکل جاہل ہیں۔ اور ملائکہ ملکوت کو دیکھو گے کہ عبادت کے صومعہ میں آگ لگا کر کہہ رہے ہیں مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ یعنی جو تیری عبادت کا حق تھا ہم سے ادا نہ ہو سکا۔ اور عارفان عالم وجدان جہاں کو دیکھو گے کہ مفلس و بے نوا کی طرح خالی ہاتھ جھاڑتے ہوئے آتے ہیں اور کہے جاتے ہیں مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ یعنی تیری معرفت جس کی مستحق تھی ہم تجھ کو نہ پہچان سکے۔

سبحان اللہ! حضرت شیخ قدس سرہ نے عبدیت و بندگی کی کیسی وضاحت فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ بے نفسی و خاکساری بھی اسی عبدیت کی فرع ہے۔ نیز یہ کہ اپنے کو مخلوق کی نگاہ میں گرانا آسان ہے مرد وہ ہے جو اپنے کو اپنی نگاہ سے گرا دے۔ یہی وہ وصف کمال ہے جس کی وجہ سے انسان معرفت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ پھر وہ ہر وقت اپنے عیوب کو پیش نظر رکھتا ہے اور اپنے سے بدگمان اور سب سے خوش گمان رہتا ہے یعنی اپنے کو کمتر اور دوسروں کو بہتر سمجھتا ہے اور اسی وصف کی وجہ سے حق تعالےٰ کی عنایات خاصّہ کا مورد بنتا ہے اور اپنے قلب میں ایک خاص قسم کی لذت روحانی اور کیف ایمانی وجدانًا محسوس کرتا ہے۔

حضرت مولانا پرتابگڈھی نور اللہ مرقدہ اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں ؎

بصیرت کی نظر جب سے ملی ہے　　خود اپنے سے ہے مجھ کو بدگمانی

کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے　　مجھے خود کر دیا روح المعانی

کہاں میں اور کہاں یہ کیف ایماں　　مرے اللہ تیری مہربانی

جو اُن کا ہوگیا اختر اسی کو

ملا کرتا ہے عیش جاودانی

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں ؎

کھل گئی جب سے چشم بصیرت

اپنی نظروں سے خود گر گئے ہم

بلاشبہ حضرتؒ کی سب سے بڑی خصوصیت فنا و نیستی، تواضع و انکسار، عاجزی و خاکساری تھی۔ ہر ایک پر شفقت و محبت اور ہر ایک کی حد درجہ رعایت اور غمخواری و دلداری آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ اور واقعی حضرتؒ کی ذات گرامی تواضع کا مرقع اور سراپا محبت و شفقت تھی۔ آپ کی ہر ادا سے تواضع ٹپکتی تھی۔ کتابوں میں تواضع کی تعریف لکھی ہوئی تو سب نے دیکھی ہوگی لیکن تواضع کی زندہ مثال اور حالی تفسیر حضرت اقدس کی ذات گرامی تھی۔ جس نے حضرت کو دیکھا اس کو تواضع کی حقیقت سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوسکتی۔ اور اسی شان تواضع نے عوام و خواص سبھی کو گرویدہ بنا رکھا تھا اور سب کے سب سو جان سے آپ پر قربان تھے ؎

میں جو اُن پر مر مٹا ناصح تو کیا بیجا کیا ؟

اک مجھے سودا تھا دنیا بھر تو سودائی نہ تھی

اور اسی مفہوم کو حضرتؒ نے اپنے اس شعر میں ادا فرمایا ہے ؎

میں ان کے سوا کس پر فدا ہوں یہ بتا دے　　لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

دیکھنے والوں نے کھلی آنکھوں دیکھا کہ دور حاضر کے اکابر علماء و مشائخ جن کی شہادت بلاشبہ معتبر حجت کی حیثیت رکھتی ہے آپ کی جلالت شان کے معترف ہوئے، اور شیخ المشائخ، قطب الاقطاب جیسے القاب سے ملقب فرمایا اور نہایت معتقدانہ انداز سے پیش آتے تھے۔ وہ اکابر امت جن کو احقر نے خدمت والا میں بکثرت حاضر ہوتے اور متواضعانہ انداز اختیار فرماتے خود اپنی آنکھوں سے بارہا دیکھا ہے۔ جو ایک طرف اگر حضرت والا کی جلالت شان کی علامت ہے تو دوسری طرف ان حضرات کے کمال تواضع کی دلیل بھی ہے۔ ان میں چند شخصیات خاص طور پر قابل ذکر ہیں :-

۱- حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم خلیفۂ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ۔

۲- حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ محدث اعظمی خلیفۂ حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ۔

۳- حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم خلیفۂ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحؒ۔

۴- حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم، خلیفۂ حضرت مولانا رائے پوری قدس سرہٗ۔

۵- حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی دامت برکاتہم، خلیفۂ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سہارنپوری۔

۶- حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم، خلیفۂ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سہارنپوری رحؒ۔

۷- حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مدظلہٗ خلیفۂ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب

دیوبندی نوراللہ مرقدہ۔

۸۔ حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہٗ شیخ الحدیث مظاہر علوم خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہٗ۔

۹۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہٗ خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم۔

۱۰۔ حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہٗ خلیفہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی نوراللہ مرقدہٗ۔

یہ وہ جبال علم و معرفت ہیں جو کمالات ظاہری و باطنی کے جامع ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی اپنی جگہ مقام ارشاد و مشیخت پر فائز اور خود بھی صاحب سلسلہ ہیں۔ اور بلاشبہ ان کو اساطین امت کا درجہ حاصل ہے۔ پھر بھی خدمت والا میں ان کی حاضری ضرور اپنے اندر کوئی معنی رکھتی ہے۔ چنانچہ یہ حضرات خود فرماتے ہیں کہ ہم کو یہاں کچھ حاصل ہوتا ہے اس لئے آتے ہیں۔ اور محض اپنے فائدے اور قلب کی اصلاح کیلئے حاضر ہوتے رہتے ہیں اور حضرت کے ارشادات وافادات سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور حضرت کی بزرگانہ شفقت و محبت کو اپنے حق میں فال نیک اور خدا کی رحمت کی علامت سمجھتے ہیں۔

ہمارے حضرت استاذی مرشدی مصلح الامت عارف باللہ مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہ جن کی جلالت شان سے سبھی واقف ہیں اور انکی ذات بابرکات سے امت کو جو فیض پہنچا وہ محتاج بیان نہیں اور خواص سے عوام تک سبھی لوگ آج بھی ان سے خوب منتفع ہو رہے ہیں اور جتنا وقت گزرتا جاتا ہے ان ارشادات کی اہمیت اور نمایاں ہوتی جاتی ہے۔ وہ حضرت اقدس پرتابگڈھی نوراللہ مرقدہٗ کے

بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ:- صاحب نسبت بزرگ ہیں اور مستجاب الدعوات ہیں۔ نیز آپ کے وعظ کے متعلق فرماتے کہ، اہل اللہ کا وعظ ایسا ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ محلہ بخشی بازار میں اپنے متعلقین کو ترغیب دے کر کبھی کبھی حضرت پرتابگڈھی کے وعظ کا اہتمام کراتے تھے اور ہم لوگوں کو اسمیں شرکت کیلئے بھیجا کرتے تھے۔ پھر بعد میں سامعین کے تأثرات بھی معلوم فرماتے اور اچھے تأثرات پر اظہار مسرت بھی فرماتے تھے۔ نیز فرماتے تھے کہ میں نے اس زمانہ میں ایسا متواضع اور بے نفس شیخ نہیں دیکھا۔

اور حضرت پرتابگڈھی کے بے نفسی کی کھلی ہوئی مثال یہ ہے جس کو اہل الہ آباد نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ۱۹۵۷ء میں جب حضرت مصلح الامت الہ آباد تشریف لائے اور حسن منزل پھر اس کے بعد بخشی بازار اپنے مکان میں حضرت کی وعظ و تذکیر کی مجالس کا سلسلہ شروع ہوا تو اپنے مریدین و معتقدین کو ترغیب دے کر وہاں بھیجا کرتے تھے اور بعض متعلقین کی رغبت و مناسبت دیکھ کر حضرت مصلح الامت سے بیعت ہو جانے کا مشورہ دیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ انشاء اللہ میرا تعلق اسی طرح باقی رہے گا چنانچہ وہ حضرت مصلح الامت سے بیعت بھی ہو گئے اور حضرت پرتابگڈھی کی خدمت میں بھی حاضری دیتے رہے اور حضرت انکی طرف اسی طرح توجہ فرماتے رہے جس طرح اس سے قبل فرماتے تھے اور حضرت مصلح الامت سے تعلق پر اظہار مسرت بھی فرماتے رہتے تھے اہل شہر میں بہت سے حضرات کا معمول یہ تھا کہ صبح کے وقت حضرت مصلح الامت کی مجلس میں اور شام کے وقت حضرت پرتابگڈھی کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے اور دونوں ہی بزرگوں کی توجہ ان کی طرف رہا کرتی تھی۔ واقعی للہیت اور بے نفسی کا پورا پورا مظاہرہ جانبین سے ہوا کرتا تھا۔ اور حضرت پرتابگڈھی اسی موقع پر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

یوں تو ہوتی ہے رقابت لازماً عشاق میں
عشق مولیٰ ہے مگر اس تہمت بد سے بری

اہل اللہ کا مقصود لوگوں کو اللہ کا عاشق بنانا، اللہ سے تعلق پیدا کرانا اور اللہ والا بنانا ہوتا ہے پھر یہاں رقابت کا کیا سوال۔ ان میں کا ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ لوگ اللہ کے عاشق بن جائیں۔ ان دونوں حضرات کا معاملہ ایک دوسرے کے ساتھ انتہائی متواضعانہ و مخلصانہ اور محبانہ تھا۔ ہر ایک دوسرے کو اپنے سے بڑا ہی سمجھتا تھا، اور اسی نوع کا برتاؤ جانبین سے ہوتا تھا۔ ۱۹۵۰ء میں جب حضرت مصلح الامت رح الہ آباد تشریف لائے اس وقت حضرت پرتابگڈھی رح کا قیام دائرہ شاہ محمدی سے قریب "صابری منزل" میں رہا کرتا تھا۔ وہاں سے بخشی بازار حضرت مصلح الامتؒ کے مکان پر گاہ گاہ تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت مصلح الامت رح کا قیام اپنے رہائشی مکان بخشی بازار کی بالائی منزل پر لب سڑک والے حصہ میں رہتا تھا۔ روزانہ صبح ایک گھنٹہ مجلس وعظ منعقد ہوا کرتی تھی، جس میں عوام و خواص مقامی و غیر مقامی سبھی حضرات شرکت کرتے تھے۔ جب کبھی اثنائے مجلس یہ اطلاع ہو جاتی کہ حضرت پرتاب گڈھی تشریف لا رہے ہیں تو حضرت اپنی نشست گاہ سے اٹھ کر چند قدم آگے بڑھتے اور حضرت کا خیر مقدم فرماتے۔ پھر نہایت بشاشت و اکرام کے ساتھ لا کر اپنے تکرمہ پر بٹھاتے اور کبھی تکرمہ سے متصل مسند لگا کر اپنے بالکل قریب بٹھاتے تھے۔ اس قدر اکرام کا معاملہ بہت کم خواص کے ساتھ فرماتے ہوئے دیکھا گیا۔ چونکہ اہل اللہ کو ایک دوسرے کے مقام کی معرفت ہوتی ہے لہٰذا وہ اسی کے مطابق معاملہ بھی فرماتے ہیں۔ اسی موقع کیلئے کہا گیا ہے کہ

ولی را ولی می شناسد

اسی طرح حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری قدس سرہ کے ارشادات جو معرفت الٰہیہ کے نام سے شائع کئے گئے ہیں جو اصلاح و تربیت کے سلسلہ میں بہت ہی نافع و مؤثر کتاب ہے اس میں حضرتؒ کا تذکرہ اس عنوان سے فرماتے ہیں کہ:۔

اللہ والے سراپا درد ہوتے ہیں۔ ہمارے دوست مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڈھی بھی سراپا درد ہیں۔ ماشاء اللہ ان کا کلام بڑا دردناک ہوتا ہے۔ ایک بار مجھے اپنے گھر بھی لے گئے ہیں اور خوب سنایا۔ ان کے چند اشعار تو بہت ہی دردناک ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

شکر ہے درد دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

اسی طرح میں نے یہ بھی سنا ہے کہ حضرت پھولپوری رح فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"ہمارے حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڈھی جو ہمارے حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رح کے سلسلہ کے ہیں ان سے مجھ کو اس قدر محبت ہے کہ ان کی محبت کو میں اپنے بہت سے پیر بھائیوں کی محبت پر ترجیح دیتا ہوں۔

نیز میں نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ جب حضرت مولانا پھولپوری نور اللہ مرقدہ ہندوستان سے تشریف لے جانے لگے تو اس سے قبل سیتاپور تشریف لے گئے وہاں حضرت کے بہت سے متوسلین، مخلصین اور معتقدین جمع تھے اور حضرت کی جدائی سے محزون و مغموم تھے۔ ان کو تسلی دیتے ہوئے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں تو جا رہا ہوں لیکن اپنے سے بہتر بدل تمہارے لئے چھوڑے جا رہا ہوں یعنی حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڈھی۔ چنانچہ حضرت پھولپوری رح کے بہت سے حضرات نے حضرت پرتابگڈھی کی طرف رجوع کیا اور ان کو حضرت سے بہت فیض پہنچا۔

دیگر اکابر کے تأثرات روح البیان میں طبع ہو چکے ہیں ناظرین کرام اسمیں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ تطویل کی وجہ سے یہاں بس اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضرت مصلح الامت رح کی وفات کے بعد جب حضرت والا پرتابگڈھ سے الٰہ آباد تشریف لائے تو اپنے تعزیتی بیان میں نہایت مؤثر، رقت آمیز اور تسلی بخش مضامین ارشاد فرمائے جس سے سب حاضرین مجلس کو بڑی تسلی ہوئی اور بیحد متأثر ہوئے۔ اسی میں یہ بھی بیان فرمایا تھا کہ بعض اہل اللہ کو من جانب اللہ ایسا مقام عطا ہوتا ہے کہ اس دور کے سارے مشائخ کو ان سے فیض پہنچتا رہتا ہے اور ان کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد وہ فیض موقوف ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب اسی مقام پر فائز تھے۔

پھر ایک اخبار کے مضمون کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا جس میں حضرت کی وفات اور حرمین شریفین میں تجہیز و تکفین کے سارے انتظامات ہونے کے باوجود اسکی اطلاع جہاز پر نہ پہنچ سکی اور سمندر میں تدفین ہوئی۔ اس واقعہ کا ذکر کر کے اس پر یہ شعر چسپاں کیا گیا تھا جو مجھے پسند نہ آیا اور بالکل بے موقع معلوم ہوا اس لئے میں نے فوراً اسمیں ترمیم کر دی۔ وہ شعر یہ تھا کہ ؎

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند ۔۔۔ دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

گویا اس میں یک گونہ محرومی ثابت ہوئی جو حضرت شاہ صاحب رح کے مقام بلند کے ہرگز شایان شان نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں یہ ڈالا ؎

جوش جنوں میں توڑ دیا میں نے خود کمند ۔۔۔ دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا
قسمت کی خوبی کہتے ہیں اس کو عزیز من ۔۔۔ رحمت کے پر سے اڑ کے سر بام آگیا

اس ترمیم کو بھی حاضرین مجلس نے بہت پسند فرمایا۔ اور بہت سے لوگوں نے اسی وقت نوٹ کر لیا۔

اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً کا مظاہرہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابۂ کرام رضی نے جو کمی محسوس فرمائی اس کی تلافی کے لئے ایک دوسرے سے فرماتے کہ اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً آؤ تھوڑی دیر آپس میں بیٹھ کر ایمان تازہ کریں۔ ظاہر ہے کہ جس ایمانی تازگی کی ضرورت صحابۂ کرام رضی کو تھی، امت اس سے کب مستغنی ہو سکتی ہے۔ یہ ضرورت ہر دور میں باقی رہے گی اور ایسے اولیاء اللہ ہر زمانہ میں موجود رہیں گے جن کے پاس بیٹھ کر ایمان میں تازگی، روح میں شادابی، نسبت مع اللہ میں قوت حاصل کی جائے۔ مشائخ وقت ایک دوسرے کی خدمت میں صحابۂ کرام رضی کی اسی سنت پر عمل کرنے کی غرض سے تشریف لے جاتے ہیں۔ تاکہ دور صحابہ رضی کی یاد تازہ ہو اور اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً کا مظاہرہ ہو۔ ونعم ما قیل ؎

آؤ بیٹھو، مرکز انوار کی باتیں کریں
نور برسائیں، رخ دلدار کی باتیں کریں

اکابر کی تشریف آوری سے حضرت پرتابگڈھی رح پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی، جس کی وجہ سے اس پیرانہ سالی میں وہ برق رفتاری آجاتی کہ دیکھنے والے حیران و ششدر رہ جاتے کہ یا اللہ جس شخص کے لئے از خود نشست و برخاست دشوار ہو اور چارپائی سے اٹھنے کے لئے سہارے کی ضرورت پڑتی ہو، وہ اچانک اس قدر تیز رفتار کیسے ہو گیا۔ اور بعینہٖ یہی کیفیت نماز اور وعظ کے وقت ہوتی تھی کہ باوجود انتہائی ضعف کے کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے، پورے رمضان کے روزے اور تراویح ادا فرماتے۔ اور جب کرسئ وعظ پر رونق افروز ہوتے تو باآواز بلند عجب شان سے وعظ فرماتے۔ اسی طرح کوئی خاص مہمان آجاتا تو ایک والہانہ کیفیت پیدا ہو جاتی اور خود بنفس نفیس ضیافت کی ساری خدمات انجام دینے لگتے۔

اور بوقت رخصت اپنے ان اشعار کے ساتھ مترنم ہو کر قلوب کو تڑپا دیتے اور شعلہائے عشق و محبت کو اور زیادہ بھڑکا دیتے تھے۔ وہ اشعار یہ ہیں ؎

ترا آنا مرے احساس میں جان مسرت ہے
مگر جانا ستم ہے، غم ہے، حسرت ہے، قیامت ہے

ترا اٹھ کر چلا جانا قیامت ہے قیامت ہے
غضب ہے روز روشن کا شب دیجور ہو جانا

مولانا حسامی صاحب مانکپوری :-

حال ہی کے ایک بزرگ مولانا حسامی مانک پوری مرحوم جو ایک بڑے خانوادے کے فرد، ایک خانقاہ کے سجادہ نشین اور فارسی و اردو کے بڑے پرگو شاعر تھے وہ ایک ہی ملاقات میں ایسے گرویدہ ہوئے کہ لوازم خانقاہی سے دست بردار اور حضرت پرتابگڑھی کے عاشق زار ہو گئے۔ حضرت کو بھی ان سے بے انتہا محبت ہو گئی تھی چنانچہ ایک دفعہ حضرت نے مندرجہ ذیل اشعار لکھ کر ان کو بھیجے ؎

نامۂ منظوم بنام حسامی صاحبؒ

اے جذب شوق بن جا تو ہی مرا پیامی
آتے ہیں یاد بیحد اب حضرت حسامی

پہلے سلام کہنا پھر یہ پیام کہنا
احمد نے یہ کہا ہے اے حضرت گرامی

محروم دید ہوں میں آخر یہ بات کیا ہے
اس کے سوا کہوں کیا یہ عشق کی ہے خامی

تشریف آپ لائیں یا پھر مجھے بلائیں
ہو دور درد ہجراں حاصل ہو شادکامی

دل ہی ہے میرا ایسا اس میں ہے اپنا بس کیا
جس سے ہوئی محبت بس ہو گئی دوامی

اللہ نے ہے بخشا تجھ کو غم محبت
تیرا کلام سن کر آتے ہیں یاد جامی

دولت ہر ایک کو یہ ملتی نہیں ہے ہرگز
تجھ پر نہ کیوں فدا ہوں جب تو ہے حق کا حامی

اس نامۂ منظوم کے جواب میں مولانا حسامی صاحب مانکپوری نے اردو اور فارسی میں بہت سے اشعار کہے اور خود حضرت کے وطن پھولپور پرتابگڑھ تشریف لا کر حضرت کو سنایا۔ ناظرین کرام کی بصیرت کیلئے ان میں سے چند اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں: ؎

ای کہ حال دل دگرگوں کردۂ
جاں نوازا ماچہ افسوں کردۂ

حیرتے دارم کہ در یک ساعتے
انقلابے در دلم چوں کردۂ

چوں من وحشی طبیعت را تو ہم
پائے بند زلف شبگوں کردۂ

از خم تیغ تو اضعہائے خود
اے خفاک اللہ دلم خوں کردۂ

دادۂ دردے کہ باشد لا دوا
خوش علاج قلب محزوں کردۂ

لیلیٰ را بود یک دیوانہ قیس
صد ہزاراں را تو مجنوں کردۂ

جاں فدایت کز نوازش نامۂ
شعلہائے شوق افزوں کردۂ

باز گیر از تنہائے دیگراں
آں غریبے را کہ مفتوں کردۂ

شرح لطف تو حسامی چوں کند
آشنائے حسن بیچوں کردۂ

ایضاً

خیز با صد عشوۂ ترکانۂ
ساقیا لبریز کن پیمانۂ

در دو چشمت روح صد میخانۂ
یک نگاہے جانب مستانۂ

اے بقربانت خراب تند و تیز
می شود دیوانہ تر دیوانۂ

من کہ مکتوب گرامی یافتم
صد ہزاراں سجدۂ شکرانۂ

نامۂ آں حامیٔ دین متیں
کو بنائے دین حق دیوانۂ

نام نامی اش محمد احمد است
دستگیرے مرشدے مولانۂ

Scanned with CamScanner

قاطعِ بدعت بہ شمشیر نظر — حامیٔ سنت بہ سبے باکانۂ

در مقامِ عزم و ہمت نوجواں — بر بساطِ مشورہ پیرانۂ

در حضورِ مصطفےٰ ابشیا رتر — در جناب کبریا مستانۂ

یا فتم از گنج "نجم احسنت" — گوہرے تابندۂ یکدانۂ

جان نوازے، چارہ سازے ہمدمے — دلبرے، غارتگرے جانانۂ

قلزم موّاج، طوفاں آفریں — ہوش بر، دیوانہ گر، فرزانۂ

سرخوش مینائے چشم مست تو — بے نیاز بادہ و پیمانۂ

اے فروغ بزم اخلاص و کرم — من بہ شمع روئے تو پروانۂ

نامۂ منظوم می کردی رقم — گیر از من جان و دل نذرانۂ

در جوابش می نوشتم حرف شوق — خود ہمی آرم بدولت خانۂ

رشک من دارد نتاب نامہ بر — می تراشد عشق صد افسانۂ

از کتابت کے شود دل را سکوں — گوش خواہم نغمۂ مستانۂ

پُر فشاں اے ذوقِ بے پایانِ من — المدد اے ہمت مردانۂ

اشتیاقِ پائے بوسی سر برآر — دستگیر اے شوقِ بے تابانۂ

می رساں در گلستانِ "پھولپور" — ہمچو بلبل جانب گل خانۂ

مست گردم در میان کوچہ ات — سجدہ ریزم بر در کاشانۂ

آرزویم قطرۂ در قلزمت — از متاع خرمنت یکدانۂ

یک دعائے از زبان پاک تو — صد سلامے از من دیوانۂ

یک نظر از چشم مستت بادہ بار
بر حسامیٔ تہی پیمانۂ

اب محترم جناب حسامی صاحب مرحوم کی ایک اردو نظم نقل کی جاتی ہے جو انھوں نے اسی وقت کہی تھی اور خود پھولپور تشریف لاکر اپنی زبان سے حضرت کو سنایا تھا۔

نظم اردو حسامی صاحب مانکپوری

نسیم صبح خوشخبری وصال دوست کی لائی — گلستان تمنا میں مرے باد بہار آئی

اٹھا جوش جنوں دیوانگی شوق لہرائی — گریباں مسکرایا اور لی دامن نے انگڑائی

تعالی اللہ باب میکدہ وا ہونے والا ہے — بحمد اللہ پھر آیا ہے وقت بادہ پیمائی

حسامی سا تنک ظرف اور دعوت نامۂ ساقی — فدائے عزت افزائی نثار یاد فرمائی

میں صدقے اے مرے ساقی تری میکش نوازی کے — ترا مکتوب کیا آیا تن مردہ میں جان آئی

کرم کا تیرے کیا کہنا کرم تو پھر کرم ہی ہے — ستم میں بھی ہے تیرے لطف حسن ناز فرمائی

بیاض حسن پر اک اور عنوان حسیں چمکا — اگر پیشانیٔ انور پہ ہلکی سی شکن آئی

شراب تند کا دھارا نگاہ خشمگیں تیری — ترے ابرو کے بل میں حسن ماہ نو کی رعنائی

غضب تیرا حقیقت میں کرم کا دوسرا رخ ہے — دوائے تلخ میں ہوتی ہے جیسے صحت افزائی

جبین ناز میں تیری نمود شان "سیماھم" — لئے اہل محبت کو پیام ناصیہ سائی

تعالی اللہ فیض اتباع ساقیٔ کوثر — ترے مینا میں مئے مینائے کوثر سے چھلک آئی

ترے احساس عالی کی نزاکت میں نے دیکھی ہے — یہ شان احترام آدمیت کم نظر آئی

کسی نے کی غلط کاری ترے رخ پر عرق آیا — کسی سے بھی ہوئی لغزش طبیعت تیری گھبرائی

ہوئے ہم سے گنہ سرزد ندامت تیرے چہرے پر — ہوئیں ہم سے خطائیں اور تیری آنکھ شرمائی

بہت دیکھی ہیں میں نے محفلیں خوبان عالم کی — کہیں ذوق خود افروزی کہیں شوق خود آرائی

کہیں اذکار بے معنی کہیں اشغال لایعنی — کہیں تسبیح گردانی بہ فکر خود پذیرائی

کہیں دستار پر غرہ، کہیں پندار سجادہ
کہیں تحقیر ہمعصراں، کہیں پیری کی رسوائی

کہیں دیکھی نمائش زہد کی، اظہار تقوے کا
کہیں کبر و تفاخر، بے نیازی، ناز فرمائی

خدا کے فضل بے پایاں نے میری دستگیری کی
ہوئی اے جان خوباں جہاں تجھ سے شناسائی

جنون شوق میرا مجھ کو تیری بزم میں لایا
یہاں تو اور ہی کچھ مجھ کو کیفیت نظر آئی

متانت، سادگی، سنجیدگی، اخلاص کی باتیں
محبت، دلدہی، بندہ نوازی، عزت افزائی

خطا پوشی، عطا پاشی، تلطف بھی مدارا بھی
تواضع، خود نگہداری، سرافرازی، جبیں سائی

قیادت بھی، اطاعت بھی، شریعت بھی طریقت بھی
عبادت، استراحت، درس قرآں، نغمہ پیرائی

نہ وجد و حال و ہاؤ ہو، نہ عمامہ نہ سجادہ
نہ فخر زہد و درویشی نہ ناز علم و دانائی

نہایت خوش ادا لہجہ بغایت دلربا باتیں
یہاں مجھ کو امید زندگی دل نظر آئی

ہوا کچھ اس طرح محسوس مجھ کو تیری محفل میں
کہ جیسے دولت کونین دامن میں سمٹ آئی

جو میرا شیشۂ پندار ٹوٹا تو یہیں ٹوٹا
جو میں نے چوٹ دل پر کھائی تو آکر یہیں کھائی

کشش اللہ اکبر آستان ناز کی تیرے
وگرنہ ایک در کا ہو کے رہتا! مجھ سا ہرجائی

ترے چشم فسوں گر کا فسوں پوچھے کوئی مجھ سے
بڑی مشکل سے کھلتا ہے کہیں شاہین صحرائی

مرا آنا بہت مشکل تھا لیکن کھینچ ہی لایا
مرا شوق قدم بوسی مرا ذوق جبیں سائی

تری الفت میں اے جان تمنا اب یہ حالت ہے
نہ تاب نالہ و شیون نہ یارائے شکیبائی

کرم کر تو کرم تیرا، سزائیں دے تو عین حق
نہ چھوڑے گا ترا دامن تری زلفوں کا سودائی

توجہ ہو، تغافل ہو، نوازش ہو، ملامت ہو
بہر صورت رہے گا در پہ تیرے تیرا شیدائی

اسی کو تو بھی کر دے عرض بزم یار میں چل کر
حسامی حضرت سعدی نے ہے کیا بات فرمائی

تو خواہی آستیں در کش، تو خواہی روئے درہم کش
مگس جائے نہ خواہد رفت از دکان حلوائی

صابری منزل کے اثرات وکیفیات بالخصوص شب خیزی اور مجالس ذکر و تذکیر کی لذات کا نقشہ محترم جناب مولانا حسامی صاحب باکپوری نے اپنی ایک نظم میں خوب ہی خوب کھینچا ہے۔ اس نظم کو کبھی کبھی مجلس میں ہم لوگوں کی درخواست پر حضرت کی اجازت سے مولانا لئیق احمد صاحب یا قاری عبدالحفیظ صاحب بڑے ذوق و شوق سے سنایا کرتے تھے۔ جی چاہتا ہے کہ وہ پوری نظم ناظرین کرام کی تنشیط طبع کے لئے اس جگہ نقل کر دی جائے :۔

ہائے وہ صابری منزل کی درخشاں راتیں

اجتماع مہ و اختر سے فروزاں راتیں
ہائے وہ صابری منزل کی درخشاں راتیں

عید کے دن سے مسرت میں فزوں تر ہر دن
لیلۃ القدر سے قیمت میں فراواں راتیں

ہر گھڑی پیش نظر حسن شبستاں افروز
ہائے وہ روشنیٔ طور بداماں راتیں

شمع کے گرد وہ پروانوں کا پرکیف ہجوم
اور ان سوختہ جانوں سے چراغاں راتیں

مجمع رند قدح خوار حضور ساقی
لئے آغوش میں میخانۂ عرفاں راتیں

سوز افزا دل پرشوق کے نغمے پیہم
اف وہ مضراب زن ساز رگ جاں راتیں

رات دن پیش نظر ہے انہی راتوں کا خیال
میری راتیں ہیں اب اک دوست پریشاں راتیں

اے حسامی ہے دعائے دل پرشوق یہی
لائے پھر کاش وہی گردش دوراں راتیں

مزید جی چاہتا ہے کہ محترم جناب حسامی صاحب باکپوری کی ایک اور نظم جس میں حضرت والا کی بہت سی خصوصیات کا ذکر ہے اس مقام پر نقل کر دی جائے۔

ہادیٔ مشفق محمد احمدِ عالی جناب

اے مرادِ مخلصاں اے مصدرِ لطف و کرم
اے مکرر آستاں سائے حریم محترم

زائرِ دربارِ دُربارِ حبیبِ کبریا
افتخارِ انبیاء، نازِ عرب فخرِ عجم

ہادیٔ مشفق محمد احمدِ عالی جناب
مخزنِ رشد و ہدایت منبعِ فیضِ کرم

عالمِ علمِ شریعت عاملِ احکامِ دیں
سالکِ راہِ طریقت مرشدِ عالی ہمم

اتباعِ سنتِ خیر الوریٰ ہر ہر نفس
جادۂ صدق و صفا پیشِ نظر ہر ہر قدم

تیری شانِ رہنمائی بے نمود و بے ریا
تیری آنِ خود شناسی بے نیازِ مدح و ذم

تیرا اک اک شعر حکمت، سحر تیرا ہر بیاں
تیرا اندازِ تکلم جامعِ خیر الکلم

تیری قربت میں شبِ تاریک بھی رشکِ سحر
اور صبحِ عیش بھی فرقت میں تیری شامِ غم

دورِ موجودہ میں تجھ سا پاک باطن اب کہاں
عہدِ حاضر میں تری ذاتِ گرامی مغتنم

اس نوازش کا ادا ہو کس زباں سے شکریہ
میری جانب سے جو فرمایا گیا الطاف جم

اس عنایت کے تصدق اس تعلق کے نثار
ایک اپنے خادمِ مہجور پر اتنا کرم

رب کعبہ دے تجھے دونوں جہاں کی نعمتیں
ہو قبول حق تعالیٰ یہ دعائے دم بدم

ایک مدت ہو گئی دیدار سے محروم ہوں
اک زمانہ ہو گیا یہ لب ہیں مشتاقِ قدم

مجلسِ تذکیر تیری جب مجھے آتی ہے یاد
کھینچ کر اک آہ رہ جاتا ہوں میں باچشمِ نم

ہائے وہ پُرکیف راتیں ہائے وہ پاکیزہ دن
وہ فروغِ دل جلائے روح کے ساماں بہم

کھینچ کر نقشہ تصور میں اٹھا لیتا ہوں لطف
وہ تری شانِ تواضع وہ ترا خلقِ اتم

مخلصانِ باصفا کا مثلِ تاروں کے ہجوم
صورتِ ماہِ ضیا بار آں جنابِ محترم

گاہ وہ وجد آفریں وہ نغمہائے کیف بار
ہلکی ہلکی سی مسلسل بارشِ فضل و کرم

شرح ماقال النبی تفسیر قرآں رات بھر
بعد ازاں معراجِ مومن وہ نمازِ صبح دم

مجھے یہ مدحت گستری تحدیثِ نعمت کی طرح
ورنہ کیا میری زباں میرا بیاں، میرا قلم

اے حسامی عرض کرتی ہے بوقتِ اختتام
یاد آیا ہے جو شعرِ عرفیؔ زیبا رقم

ہر متاعے کز نگاہش می خرم در بزمِ وصل
می نشینم گوشۂ وز خود مکرر می خرم

اس کے بعد جی چاہتا ہے کہ محترم حسامی صاحب کے فارسی منظوم کلام کے کچھ نمونے پیش کئے جائیں جن میں حضرت اقدس کی مختلف شیون محبوبانہ کا ذکر عاشقانہ اور والہانہ انداز میں موصوف نے فرمایا ہے۔ انشاء اللہ فارسی داں حضرات کیلئے بہت ہی کیف آور ہوگا:-

سراپا فیض، شیخ عصر، آقائی و مولائی

سراپا فیض، شیخ عصر، آقائی و مولائی
سلامِ شوق بعد آرزوئے آستاں سائی

بجرم کردہ‌ام کزدشت من کدامے تندر بگذارم
دل اول بار می کردم نثارِ عزت افزائی

بجز جانِ حزیں دیگر متاعے نیست نزدِ من
کہ او ہم نیست شایانِ سپاس یاد فرمائی

بدل دارم تمنا بوسہائے آں کفِ دستے
کہ بر می داشت تکلیفے برائے خامہ فرسائی

چہ گویم من مہجورِ آلامِ جدائیہا
چو ماہی ز آب دور افتادہ اندر ریگِ صحرائی

چہ بنویسم من از بیچارگیہائے غمِ فرقت
ندارم طاقتِ ضبط و نہ تابِ جادہ پیمائی

فغاں اے دلنوازِ من کہ حالا در نمی ماند
بدستِ ناتوانم دامنِ صبر و شکیبائی

بجان و دل برآرم آرزوئے پائے بوسی را
میانِ صابری منزل اگر تو بزم آرائی

نہ دیوانہ تواں گفتن نہ ہشیارم تواں گفتن ۔ چہ بر زیں خود فراموشی کہ تو یادم ہمی آئی

شب قدر منست آں شب کہ بینم زلف شکینت ۔ مرا عید است آں صبحے کہ در داو چہرہ بنمائی

دل دلدار جوئے خویش را تسکیں دہم باکے ۔ نمی بینم دگر دلبر بایں انداز رعنائی

دوائے درد می خواہم بہ از چشمان بیمارت ۔ چہ بیماراں کہ میدارند اعجاز مسیحائی

من جاں خستہ یک التجائے پیشت آوردم ۔ کہ می دارم بہ لطف عام تو چشم پذیرائی

تو مقبول خداوندی برائے من دعا فرما ۔ کہ رب العالمیں بخشد بمن تاب و توانائی

کرم فرمائے من، تن زندہ و جاں مردہ می دارم ۔ چہ خوش باشد کہ بہر من لب جاں بخش بکشائی

حسامی نیز خواہد ساقیا دُرد تہ ساغر

سلامت باد مینایت بدور چرخ مینائی

محمد احمد والا مقامے

نسیم صبح پیک خوش خرامے ۔ بذات پاک حیؐ لاینامے

برو در گلستان پھلپورے ۔ کہ فردوس نظر جنت مشامے

درانجا دلنوازے نام نامی ۔ محمد احمد والا مقامے

بت مشکیں خطے روشن جبینے ۔ صنوبر قامتے موزوں خرامے

بخال مشک بوئے دانہ ریزے ۔ بزلف عنبری گسترده دامے

نمود شان سیما ہم جبینش ۔ شب قدرے کہ زلف مشک فامے

ضیاء برق سینا در تبسم ۔ ادا دار کلیمے خوش کلامے

خم ابروش محراب عبادت ۔ خمار چشم یا کوثر بجامے

حدیث مصطفےٰ در ہر حدیثش ۔ کلام کبریا در ہر کلامے

میحادم پئے احیائے سنت ۔ پئے بدعات تیغ بے نیامے

براہ دین برحق سخت کوشے ۔ بکار و بار دنیا نرم گامے

بسنگ آستانش بوسہ می زن ۔ رساں از من حضور او سلامے

بگو از من کہ اے جان حسامی ۔ بفرقت خواب و خور گشتہ حرامے

بزلف و روئے تو سوگند خوردم ۔ قرار دل مرا صبحے نہ شامے

دنا مرکے شود تسکیں کہ خواہد ۔ نگاہم جلوہ و گوشم کلامے

جبین شوق میخواہد کہ ریزد ۔ ہزاراں سجدہا در زیر گامے

بسوئے میگسار خود نگاہے ۔ ز چشم بادہ ریز خویش جامے

جبیں سایم اگر بخشتہ باشی ۔ قدم بوسم چو آئی در خرامے

چو ماہے می روی منزل بمنزل ۔ چہ میدانم کجا داری مقامے

چناں در ہمت پرواز آیم ۔ کہ نا واقف بہ از جائے مقامے

مگر ہاں صابری منزل کہ آئی ۔ بکن یاد من ناشاد کامے

ہمی دانم کہ آقائے کریمی ۔ نگاہے بایدت بر ہر غلامے

اگر نا قابل الطاف خاصم ۔ عنایت از نواز شہائے عامے

کہ مہا می کنند صیاد اکثر ۔ بمرغ نو کہ آرد زیر دامے

منم ہم نو گرفتارے بزلفت ۔ بہ نور رخ بکن صبحے ز شامے

ندارد شرح شوق من نہایت ۔ ولیکن دست گیرد احترامے

بصحت تا نہائے زندہ باشی ۔ جہاں یابد ز تو فیضان عامے

ز دور افتادہ لب تشنہ حسامی

بمیخواران میخانہ سلامے

می شناسم جوہری را گو ندارم جوہرے

ساقیٔ مینا بدستے سرخوشے عشوہ گرے
دل فروزے دل نوازے دلربائے دلبرے

کج کلاہے راست رائے خوش نگاہے دل کشے
مست چشمے در خشے نیک بندہ پرورے

دستگیر بے نوایاں چارۂ بے چارگاں
راہ دانے راہ بینے رہ نمائے رہبرے

ابروت طاق عبادت چشم مستت میکدہ
زاہداں را سجدہ گاہے بہر رنداں ساغرے

ہجر تو برہم زن شیرازۂ صبر و سکوں
وصل تو دیوانہ سازے فتنۂ غارت گرے

در فراق آن گل روئے تو اے جان چمن
می تپم ہر لحظہ چوں مرغ بے بال و پرے

گرچہ رسم و رہ ز خوباں جہاں می داشتم
در نگاہ من نہ آمد ہمسر تو دیگرے

باعث مہجوریٔ من شد ز پا افتادگی
گر تواں رفتن بہ سر با شوق رفتم از برے

رخصتم کے می دہد ایں عشق رشک انگیز من
نامۂ شوقم بنام تو بدست دیگرے

روز بنویسم من اے جان تمنا نامہ ات
نامۂ خود را اگر خود می شوم نامہ برے

اے بقربانت کہ یاد ایں گنہگارے کنی
می بود زیبا کہ با یاراں بر افرازم سرے

باہمہ ایں عظمت و شان و شکوہ مہتری
چو سلیماں ہم نگاہ تو بہ مورے کہترے

ساقیا پیہم بمن چشم کرم می بایدت
نیست کس در بندگانت ہمچو من تشنہ ترے

گرچہ دورم از حضور تو ولے از فیض عشق
یاد تو اے جان من ہر لحظہ دارم در برے

بارخ و زلفت شب و روزم بسوز و پیچ و تاب
ملت خود را کہ می بینم پراگندہ ترے

مرشدان خوش قبایاں را بسے سنجیدہ ام
روح را پامال سازے جسم را صورت گرے

یافتم عامہ پوشاں جسم فربہ جان ضعیف
در حقیقت منبر کاک است زر لیشانی برے

بتکدہ سازاں بنام خانقاہ و مدرسہ
ہر یکے بت می تراشد خوب تر از دیگرے

ہر گدے زر دوکوش و حق فراموش دیں فروش
آں متاع بے بہا را ہر یکے سوداگرے

آہ اے گردون گرداں جانشین بت شکن
بت تراشے بت فروشے بت پرستے بت گرے

ہر زماں در دین و آئیں اختراع نو بنو
شیخ ملت بے نیاز از سنت پیغمبرے

حیرتم یارب کہ در یک شاخسار مصطفےٰ
از کجا شد ہر گلے را رنگ و بوئے دیگرے

آہ ایں جمعیتم تقسیم شد در فرقہا
ہر یکے خود آشنائے خود نمائے خود سرے

رفت آں دورے کہ مسلم مرد مسلم ساز بود
حالیا ماندند باقی مسلم کافر گرے

ہر یکے با دگرے دست و گریباں روز و شب
ہیچ ملت را ندیدم من چنیں بے داورے

جرعہ ام گو تلخ تر باشد بکام دوستاں
دیدہ ام صد رہزنے اندر لباس رہبرے

گر بیارد سر بر آرد سوسن چابک زباں
در گلستانم نہ روید نرگس دیدہ ورے

داغ از عشقے نمی دارد دل اسلامیاں
در صد قبائے مسلماناں نہ بینم گوہرے

صدق صدیقے بکس نے شان فاروقے بکس
ہم نہ استغنائے عثمانے نہ زہد حیدرے

چوں نسوزد ز آتش غیرت دل من جان من
امت خیر الورٰی و سجدہ ریزے ہر درے

ساغر مینا بکف ابنائے کعبہ بے حجاب
بر سر بازار خاتون حرم بے چادرے

چوں رسیدند ایں غزالاں از چراگاہ حرمؐ
قطرۂ خوں باز ہم می گشت مشک اذفرے

ایں تن خاکی کہ از روح محمدؐ شد تہی
رفتہ رفتہ گشت خاک پائے او خاکسترے

گرچہ مکتوبم چو زلف مشکبوئے شد طویل
درد دل بلکہ بگویم کمترینت چاکرے

دوش از بہر عریضہ چوں قلم برداشتم
ناگہاں خورشید سودائے کہ بود اندر سرے

دل بسوزید و رواں شد خونم از چشم قلم
باوجود ضبط کردن شد بیک شب دفترے

چوں نگویم با تو درد دل من بے چارۂ
می نہ بینم غیر تو در آشنائے دیگرے

واقف علم شریعت عارف اسرار دیں
در نگاہ حسن بینم نیست از تو بہترے

دیدۂ حق بیں کہ بے مردم مرا بخشیدہ اند
می شناسم جوہرے را گو ندارم جوہرے

اے حسامی خامۂ تلخابہ ریزے را بگیر
ایں مے تلخ و آں ساقی شیریں ساغرے

خواہم آں مے کہ دہد سکر دوام اے ساقی

بادۂ عشرت کونین بجام اے ساقی
از من تشنہ بصد شوق سلام اے ساقی

از کرم نامۂ والا شرف اندوز شدم
شفقت باد بایں خستہ مدام اے ساقی

مدتے گشت کہ محروم جمالت شدہ ام
دید شامم نہ رخ ماہ تمام اے ساقی

در غم و حسرت گلچینیٔ گلزار جمال
می تپم صورت مرغ تہ دام اے ساقی

جرعۂ از نگہ ہوش ربایت خواہم
بے نیاز قدح و ساغر و جام اے ساقی

من زیک ماہ بزلف تو پریشاں روزم
تا بہ امروز پس ماہ صیام اے ساقی

من و تنہائی و بیماریٔ ہمخانۂ من
خواب شد ہم بمن خستہ حرام اے ساقی

ریزۂ چند من از قند لبانت خواہم
گشت از حد فزوں تلخیٔ کام اے ساقی

نہ قرارے بدل من نہ سکونے بدماغ
کار و بارم ہمہ بے ربط و نظام اے ساقی

دل من خوں شدہ کاں لذت دیروز نماند
بسجود و بقعود و بقیام اے ساقی

من پریشانم ازیں مصلحت اندیشیٔ عقل
خواہم آں مے کہ دہد سکر دوام اے ساقی

قید در خانۂ خود صورت مرغے بہ قفس
سیر من تا سر صحن و در و بام اے ساقی

گردشم کاش سر گردش جام تو بود
میشوم سرخوش صہبائے کلام اے ساقی

مست گردم ز مے چشم خمار آلودت
ہر غم و فکر کنم غرق بجام اے ساقی

می کنم ختم عریضہ ز رہ پاس ادب
ورنہ خواہد دل من طول کلام اے ساقی

تندرستی و خوشی حلقہ بگوشت بادا
حشمت و جاہ ترا باد غلام اے ساقی

ہمہ رندان در میکدہ ات شوق و نیاز
از من تشنہ جگر نام بنام اے ساقی

مست شکر است حسامی نہ سراید شکوہ
کرد شیریں سخنش تلخیٔ کام اے ساقی

بہ لطف تو میخانہ آباد باد

حسامی نواز دولت شاد باد
بدست تو مینائے ارشاد باد

سراپا نوازش سلامٌ علیک
گنہ گار وقت دعا یاد باد

بفیض تو سرمست مے خوارگاں
بہ لطف تو مے خانہ آباد باد

نگاہت تقسیم مے معرفت
لبانت شکر ریز ارشاد باد

تو و دوستانت ہمیشہ بعیش
ہمہ دشمناں خوار و برباد باد

ترا باد دائم تبسم بہ لب
عدوئے تو لب سوز فریاد باد

ترا باد ہر لحظۂ تازہ عیش
ز تو دور افتادہ افتاد باد

ز ہر قید و بند غم دو جہاں
گرفتار زلف تو آزاد باد

ترا باد بر من نوازش مدام
ارادت مرا بخششہ بنیاد باد

دلم از فراق تو در پیچ و تاب
ترا خاطر جمع و دل شاد باد

برش باد دائم نگاہِ کرم
حسامی ہمیشہ ترا یاد باد

شرمندۂ کمال تو خورشید خاوری

اے آفتاب مطلع عرفان و رہبری — اے حامل لوائے علوم پیمبری
اے مستنیر نور مقالات مصطفےٰ — اے مستفیض فیض و کرمہائے داوری
چشم سیاہ مست تو میخانۂ ازل — ہر یک نگاہ ساغر صہبائے کوثری
دلدادۂ جمال تو ماہ ضیا فروز — شرمندۂ کمال تو خورشید خاوری
آرم بصد خلوص سلام و نیاز ہا — آئے قبول کن ز رہ بندہ پروری
جانم بسوخت شعلۂ حسن عنایتت — دل می ربود شوخئ انداز دلبری
یادت وظیفۂ شب و روز من غریب — از من چہ شد قصور کہ یادم نہ آوری
از بخت نارسا نرسیدم بخدمتت — این ست مختصر من واندوہ بے پری
نازم کہ قاصد تو بخس خانہ ام رسید
اے صد ہزار شکر عنایات گستری

حیرتے دارم کہ یادم آوری

یاد کردن بندۂ بے دام را — از کمال جوش بندہ پروری
اشتیاق آستاں بوسی و من — می کند اے کاش قسمت یاوری
اے کہ می دانم متاع خویشتن — حیرتے دارم کہ یادم آوری
کے سزاوار توجہ می بود
سنگریزہ در نگاہ جوہری

شرمسار لغزش گامم ہنوز

ساقیا خوں بیاشامم ہنوز — در خمستان و تہی جامم ہنوز
بے نصیب از رحمت عامم ہنوز — اے سراپا لطف، ناکامم ہنوز
ماہ سیمایت فروغ دو جہاں — ہم چناں تاریکئ شامم ہنوز
اے بدست تو عنانِ انقلاب — من خراب دور ایامم ہنوز
جبہ فرسائے در پاکت شدم — بخت برگشتہ نشد رامم ہنوز
شانۂ مژگان تو عقدہ کشا — پیچ پیچاں گیسوئے شامم ہنوز
شد نہ بشکستہ بتِ پندار من — حاصل کفرست اسلامم ہنوز
دست من محکم بگیر اے دستگیر — شرمسار لغزش گامم ہنوز
اے حسامی بخت ناسازم نگر
سر بپائے پختہ و خامم ہنوز

دیدۂ تر کو ہوا ہے مرے برسات کا شوق

اب نہیں دل میں مرے اور کسی بات کا شوق — صرف ہے حضرت والا کی ملاقات کا شوق
اب نہیں اور کسی حرف و حکایات کا شوق — گفتگو انکی ہے بس ہے اسی بات کا شوق
روئے انور کی قسم زلف معنبر کی قسم — آپ ہی کا ہے تصور مجھکو دن رات کا شوق
عید کا چاند مجھے ان کا ہلال ابرو — عید آنے کی خوشی ان کی ملاقات کا شوق
فرقت یار میں آنسو نہیں روکے رُکتے — دیدۂ تر کو ہوا ہے مرے برسات کا شوق
آرزوئے رخ و گیسو سحر و شام مجھے — والضحیٰ دن کا تو والّیل مری رات کا شوق
کانپ جاتا ہوں جو یاد آتی ہے اگلی حالت — جیسے گھٹی میں پڑا تھا مری بد ذات کا شوق
آپ کے فیض کو اللہ سلامت رکھے
اب نہیں دل میں حسامی کے خرافات کا شوق

تیری تصویر کھینچنا ہے محال

اس کو کہتے ہیں محویت کا کمال — اٹھ گیا امتیاز ہجر و وصال
بادۂ شوق سے ہے دل لبریز — اب ہے گنجائش طرب نہ ملال
مرحبا مرحبا نگاہ کرم — دولتِ درد سے ہے مالا مال
دل میں ہیں اور نظر نہیں آتے — یا الٰہی یہ ہجر ہے کہ وصال
ہائے مجبوریاں تصور کی — اف رے بیچارگیٔ ذہن و خیال
دل میں تصویر کھینچ سکی نہ تری — ذہن میں آ سکی نہ تیری مثال

اس کو کہتے ہیں امتناع نظر — تیری تصویر کھینچنا ہے محال
میرا سرمایۂ نشاطِ حیات — تیرا غم، تیری یاد، تیرا خیال
درد سر اب یہ سر ہے تیرے بغیر — تیری فرقت میں زندگی ہے وبال
تجھ سے ہے التجا حسامی کی
یک نظر بر من زبوں احوال

ذرا کچھ تلافیٔ مافات ہوتی

گھڑی دو گھڑی بیٹھ کر بات ہوتی — یہ جی چاہتا ہے ملاقات ہوتی
بہت دن بغیر مے و جام گزرے — ذرا کچھ تلافیٔ مافات ہوتی
نظر مست صہبائے دیدار رہتی — زباں وقف حرف و حکایات ہوتی
رخ و زلف کی داستانیں بکھرتیں — یونہی دن گزرتے یونہی رات ہوتی
سناتا غم ہجر کا کچھ فسانہ — مجھے رخصت عرض حالات ہوتی
یہ کیا چند آنسو ہوئے جذب دامن — مزا تو یہ تھا کھل کے برسات ہوتی
مزہ کیا رہی دور سے خط کتابت — بہم بات کرتے تو اک بات ہوتی
نہ ایمان کامل نہ اعمال صالح — مرے پاس کوئی تو سوغات ہوتی
نہیں تھا جو حسن عمل اے حسامی
ذرا احتیاط خرافات ہوتی

سبحان اللہ، محترم مولانا حسامی صاحب مانکپوری کے کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو حضرت اقدس پرتاب گڈھی نور اللہ مرقدہ سے کس قدر عقیدت ومحبت تھی اور کیسی فنائیت اور فدائیت کا مقام ان کو حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنے شیخ کے ساتھ ایسا ہی والہانہ تعلق نصیب فرمائے۔ بلا شبہ یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر مرید کو مرادیت کا درجہ اور محب کو محبوبیت کا مقام حاصل ہوتا ہے اور وہ شیخ کا محبوب ومنظور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ موصوف کے ساتھ حضرت کا ایسا ہی معاملہ تھا اکثر وبیشتر ان کو یاد فرماتے اور ان کے تذکرہ پر آبدیدہ ہو جاتے تھے۔

محترم جناب مولانا حسامی مانکپوری رحمہ اللہ کی زیارت تو نہ ہو سکی تاہم ان کا کلام سن کر یک گونہ محبت ضرور پیدا ہو گئی ہے۔ واقعی کسی نے خوب کہا ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

ہم لوگوں کی درخواست پر کبھی کبھی حضرت کی مجلس میں مولانا لئیق احمد صاحب اپنے مخصوص انداز میں جھوم جھوم کر حسامی صاحبؒ کا کلام سناتے تھے جس سے سامعین بے حد محظوظ ومتاثر ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی قبروں کو انوار سے بھر دے اور اپنے جوار رحمت میں مقام خاص عطا فرمائے۔

آمین!

نامۂ مبارک حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ بنام حضرت حسامی مانکپوری مرحوم

۳ م ۸۵ھ

محبی و مخلصی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

طالب خیر مع الخیر ہے۔ آپ کا محبت نامہ حکیم سید احمد صاحب کی موجودگی میں ملا۔ اس کو پڑھا اور بار بار پڑھ کر عجیب لذت وکیفیت محسوس کرتا رہا۔ احباب اور مخلصین کو بھی سنایا سب پر کیف کا عالم طاری ہوگیا۔ آپ کا فارسی کلام منظوم جو آپ کی انتہائی خلوص ومحبت پر دال ہے خود پڑھ کر اور دوسروں کی زبان سے سن کر اپنے سے بے خبر ہو کر بے انتہا لطف اندوز ہوتا ہوں۔ محبت کے الوان مختلف قسم کے ہوتے ہیں کبھی روتا ہوں اور کبھی دوسرے قسم کے حالات طاری ہوتے ہیں جن کے بیان کرنے پر قادر نہیں۔ بیان نہ کرنے ہی میں زیادہ مزا ہے۔ خدا جانے کیوں آپ کو اس حقیر سراپا تقصیر سے محبت ہوگئی ہے۔ یہاں علم ہے نہ عمل بہرحال یہ اللہ کا کرم ہے جو آپ حضرات محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اپنا حال کیا عرض کروں۔ دعویٰ تو نہیں کرتا مگر آپ کی محبت دل میں موجزن پاتا ہوں۔ آپ یاد آتے ہیں اور بہت یاد آتے ہیں۔ نامۂ محبت میں دو شعر بھی تھے سبحان اللہ ماشاء اللہ مبارک ہو یہ حال اور یہ حال بہت دور تک لے جانے والا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اپنے آغوش کرم میں لے لیں اور اپنے قرب ومحبت کی لازوال دولت عطا فرمائیں۔ اپنا خاص بندہ بنالیں، خیریت مزاج وحالات سے کبھی کبھی مطلع فرماتے رہیں، میرے لئے باعث تسکین ہوگا۔

فقط والسلام

دستخط

دوسرا نامۂ مبارک حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ بنام حضرت حسامی مانکپوری مرحوم

۲۴ ھ

محترم و مخلصم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

طالب خیر مع الخیر ہے۔ تین ہفتہ ہوا ایک کارڈ روانۂ خدمت کیا تھا۔ تعلق اور محبت کی وجہ سے آپ کے خط کا بے چینی سے انتظار کرتا رہا۔ اس انتظار میں بھی ایک لذت محسوس کر رہا تھا۔ خیال یہ ہوتا تھا کہ شاید میرا خط آپ کو نہیں ملا۔ لیکن ہاشم صاحب سے معلوم ہوا کہ میرا خط آپ کو مل گیا ہے۔ میں اور میرے مخلصین اکثر آپ کو یاد کرتے رہتے ہیں ہر جگہ اور ہر مجلس میں اکثر و بیشتر آپ ہی کا تذکرہ رہتا ہے۔ آپ کے کلام منظوم کو اللہ تعالےٰ نے بہت قبولیت عطا فرمائی کہ ہر شخص اس کے سننے کا مشتاق نظر آتا ہے۔ یہ آپ کی محبت اور اخلاص کی برکت ہے۔ لوگوں کی فرمائش پر قاری صاحب بڑے ذوق وشوق اور درد کے ساتھ آپ کا کلام سناتے ہیں اور لوگ بے حد متاثر ہوتے ہیں۔ الحمد للہ مجھ کو تو اس کا وسوسہ بھی نہیں کہ میں اس قابل ہوں۔ یہ آپ کے حسن نظر کی تعریف ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ میں اپنے سے غیر ہو کر سنتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کے ظن کے مطابق میرے ساتھ معاملہ فرمائے۔ تین روز سے پرتاب گڈھ میں قیام ہے۔ انشاء اللہ کل بروز سہ شنبہ الہ آباد جانے کا ارادہ ہے وہاں تین چار روز انشاء اللہ قیام رہے گا۔ یوں تو برابر آپ کے لئے دعا کرتا ہی ہوں، لیکن تین چار روز سے ایک خاص کیفیت کے ماتحت خاص قسم کی دعائیں کر رہا ہوں، اللہ تعالےٰ آپ کے خلوص ومحبت، ذوق وشوق، درد وعشق ہر ایک میں ترقی عطا فرمائے اور اپنے قرب ومحبت اور معرفت کی لازوال دولت سے مالا مال کرے۔ میری صحت روز بروز بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے۔ کسی دوا سے کچھ بھی نفع نہیں ہوتا

ضعف بڑھ رہا ہے۔ تکلیف کسی دن کم کسی دن زیادہ اور کبھی بہت زیادہ۔ بس یہ حال ہے۔ مسلسل سوز شفقت اور شب بیداری حسب دستور جاری ہے۔ میرے لئے مالک کی مرضی بھی ہے۔ دعا فرمائیے اللہ تعالےٰ ایمان پر ثابت رکھے اور ایمان پر خاتمہ فرمائے۔ آپ کا خط نہ آنے سے تشویش ہے۔ محبت عجب چیز ہے نہ معلوم کہاں کہاں لے جاتی ہے اور کیا کیا دکھاتی اور سناتی ہے۔ اس وقت بے ساختہ زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا ؎

اے خنک چشمے کہ آں گریان اوست
اے ہمایوں دل کہ آں بریان اوست

شوق ملاقات بھی ہے جب اللہ کی مرضی ہو ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

ایک صاحب کا ایک پرانا شعر یاد آگیا ؎

خیال یار تو ہے اور میں ہوں
مزے کی گفتگو ہے اور میں ہوں

فقط والسلام

دستخط

Scanned with CamScanner

نذرانۂ عقیدت

از محترم جناب سید منصور احمد غوری - علی گڑھ - اے پی

بخدمت عالی مرتبت امام العارفین حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب (نور اللہ مرقدہ)

محترم جناب غوری صاحب کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے ہے۔ اور غالباً حضرت ہی نے حضرت بقیۃ السلف نور اللہ مرقدہ سے موصوف کو متعارف فرمایا۔ چنانچہ موصوف کی مکاتبت کا سلسلہ حضرت اقدس سے بھی قائم رہا جیسا کہ موصوف کے ایک مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ حضرت کی بیاض خاص میں نقل ہے۔ مکتوب طویل ہے۔ مناسب مقام بعض حصہ یہاں نقل کرتا ہوں۔

"عرض ہے کہ حضرت والا کا ۲۵ر شعبان ۱۴۰۷ھ کا تحریر کردہ شفقت نامہ مل کر بڑی مسرت ہوئی، دل بھر آیا مضمون دیکھ کر آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ تحریر گرامی کو احقر نے اپنی آنکھوں سے لگایا۔ کئی بار پڑھتا رہا اور اشکبار ہوتا رہا۔ حضرت والا کی شفقت و نوازشات و کرم بے پایاں کا تہ دل سے مشکور ہے - - - - - - - حضرت والا کی خدمت میں ایک نظم جو احقر کی حضرت والا سے محبت و عقیدت کے اظہار پر مشتمل ہے پیش کر رہا ہے اگر بارگاہ احمد میں قبول ہو جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہی احقر کی نجات کا ذریعہ بن جائے۔"

اے نفیر نالہائے عاشقاں – اے نوائے راز درد عارفاں

اے نسیم گلستان راہ عشق – اے امیر کاروان راہ عشق

گر ندیدم من ترا اے مہرباں – جان من بر تو فدا شد بے گماں

گو تقاریر شما نشنیدہ ام – لیک در روح البیان ہا دیدہ ام

من چہ گویم از چہ حاصل کردہ ام – خویش را در بزم شامل کردہ ام

اے دہانت ہست گوہر بار عشق – اے کہ تفہیمات تو اسرار عشق

در تصانیف شما دیدم عیاں – درد پنہاں، نالہ و آہ و فغاں

اندراں دیدم عجب تاثیر ہا – عقل حیرانست بر تفہیمہا

در درونت درد پنہاں دیدہ ام – من ترا ہم رنگ پاکاں دیدہ ام

ہستیت در فیض چوں آب رواں – دیدہ ام در دامنت صد گلستاں

جان احمد ہمرہ جان من است – زیں سبب تازہ گلستان من است

ہست قول مولوی معنوی – آنکہ فرمودند خود در مثنوی

چشمۂ آں آب رحمت مومن است – آب حیواں روح پاک محسن است

وصف بیداری دل اے معنوی – در نگنجد در ہزاراں مثنوی

صادق آمد بر تو ایں شرح و بیاں – ہمچو مہتاب است تو در اختراں

می تپد در حسرت دیدار تو – جان من اے احمد پاکیزہ خو

از در تو گرچہ دور افتادہ ام – لیک دل را پیش تو بنہادہ ام

اے مجسم نور عشق کردگار – کن نگاہے بر من عصیاں شعار

شاد کن اے شاہ ما را شاد کن – جان ما را در دعا ہا یاد کن

اے مکن منصور را دور از درت – آہ دل را می رسانم تا دلت

Scanned with CamScanner

دعا کا اہتمام :-

حضرت والا رحؒ دعا کا خاص اہتمام فرماتے تھے اور مخصوص اوقات و صلوٰۃ میں نہایت الحاح وزاری کے ساتھ امت مسلمہ اور عالم اسلام کے لئے خاص طور پر دعا فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ خود فرماتے تھے کہ میں روزانہ تمام مراکز اسلامیہ اور عام مسلمانوں کی حفاظت کے لئے بالخصوص جو حضرات دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں ان کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک ان کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھے اور ہر قسم کے شرور و فتن سے حفاظت فرمائے۔

مسلمانوں پر کوئی مصیبت آتی تو بے حد محزون و مغموم ہوتے اور حالات کے سازگار ہونے کی دعا فرماتے رہتے تھے۔ اور اپنے متعلقین کو بھی دعا کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اصلاح امت کے لئے ہر وقت بےچین رہتے۔ حضرت کے خویش محترم جناب حبیب رہبر صاحب نے اپنے چند اشعار میں حضرت کی اس شان کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے جو الفرقان اپریل ۱۹۹۲ء میں "نذرانۂ عقیدت" کے عنوان سے طبع ہو چکے ہیں۔ موصوف کے تمہیدی مضمون کے ساتھ نقل کرتا ہوں۔ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"میں نے حضرت مولانا شاہ محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک "نذرانۂ عقیدت" کے عنوان سے چند اشعار لکھے تھے وہ پیش خدمت ہے۔ حضرت والا اسے بیحد پسند فرماتے تھے اور دو شعر کے لئے بیحد پسندیدگی کا اظہار فرمایا کرتے تھے، مگر اس میں کا ایک شعر ایسا ہے[1] کہ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل پر یہ منکشف کرا دیا ہے اور کھول دیا ہے کہ میری زندگی

بچپن سے ابتک کیسے گزر رہی ہے۔ میں کس عالم میں رہتا ہوں کسی کو اسکا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ زمانے بھر کے انگاروں پر لوٹتا ہوں بےچین رہتا ہوں۔ کوئی ایسا لمحہ نہیں ہوتا کہ میں عالم اسلام کیلئے اور بیت المقدس کیلئے دعا نہ کرتا ہوں۔ لوگ آرام کی نیند سوتے ہیں اور کم از کم اتنا تو کریں کہ دعا ہی کر لیا کریں۔

نذرانۂ عقیدت

ساقی تری نظروں نے وہ جام پلائے ہیں — بہکے ہوئے دیوانے بھی ہوش میں آئے ہیں

قربت میں تری ہم نے جو لطف اٹھائے ہیں — ابتک انہی یادوں کو سینے سے لگائے ہیں

پاکیزہ تبسم کے موتی جو لٹائے ہیں — ہم نے وہ عقیدت سے دامن میں اٹھائے ہیں

کردار کی عظمت سے گفتار کے جادو سے — دشمن کو بھی وہ اپنا گرویدہ بنائے ہیں

جو دل پہ گزرتی ہے دنیا اسے کیا جانے — غم اپنا تبسم کے پردے میں چھپائے ہیں

ظلماتِ شبِ غم کا شکوہ وہ نہیں کرتے — جو دل میں محبت کے فانوس جلائے ہیں

ہم ان کی توجہ کے قابل تو نہیں رہبر

نذرانۂ دل لے کر ہم شوق سے آئے ہیں

حبیب رہبر پرتابگڈھی

بیت الحبیب۔ کریلی اسکیم۔ الٰہ آباد

---

[1] اسی شعر کے متعلق فرماتے تھے کہ میری زندگی کا یہی حال رہا ہے اور میں تنہائی میں اس شعر کو پڑھکر روتا ہوں۔ اگر میرے پاس روپیہ ہوتا تو میں تم کو اسکی قیمت ایک لاکھ روپیہ دیتا۔

حضرتؒ کا عارفانہ کلام

حضرت والا نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ مجھے ابتداءً شعر و شاعری سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور نہ چالیس سال کی عمر تک میری زبان سے کوئی شعر موزوں ہوا۔ چالیس سال کے بعد از خود میری زبان سے اشعار جاری ہونا شروع ہوئے۔ پھر یہ کیفیت ہوئی کہ بیک وقت مسلسل اشعار کی آمد خود بخود ہونے لگی، جن کو کبھی تو میں خود لکھ لیتا اور کبھی ایسا ہوتا کہ میں بولتا جاتا تھا اور مولانا لئیق احمد صاحب اور قاری عبدالحفیظ صاحب وغیرہ لکھتے جاتے تھے۔ اس طور پر اللہ تعالیٰ نے بہت سے حقائق اور طریق کے مسائل آسان و سہل زبان میں منظوم کرا دیئے۔

جب تک "عرفان محبت" طبع نہ ہوئی تھی اشعار کی آمد ہوتی رہی اور جب طبع ہو گئی سوائے ایک غزل کے کوئی شعر نہیں آیا۔

یہ دونوں حضرات یعنی مولانا لئیق احمد صاحب الہ آبادی اور قاری عبدالحفیظ صاحب مدھوبنی حضرت والاؒ کے قدیم مسترشدین میں سے تھے جو شب و روز خدمت والا میں اپنے اوقات صرف کرتے اور سفر و حضر میں ہمہ وقت ساتھ رہتے تھے۔ ہر قسم کی خدمت انجام دیتے تھے۔ چنانچہ میں نے سنا ہے کہ پھولپور پرتاب گڈھ کے اثنائے قیام جو حضرت کا آبائی وطن ہے اور ابتدا میں زیادہ تر قیام وہیں رہا کرتا تھا یہ دونوں حضرات وہاں جا کر خدمت والا میں مہینوں گزارتے تھے اور گھر کے سارے کام حتیٰ کہ بکریاں چرانا، ان کے دودھ نکالنا، بازار سے سودا سلف لانا، اپنے سروں پر غلہ اٹھا کر لے جانا اور دور لے جا کر آٹا پسوا کر وہاں سے لانا، آنے والے مہمانوں کی خدمت کرنا، ان کی راحت کا انتظام کرنا، چارپائی کسنا اور ضرورت ہو تو خود سے کھانا پکا لینا۔ یہ سب خدمات یہ دونوں

حضرات نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ حتی کہ اگر اچانک کوئی مخصوص مہمان آگیا تو بیت الخلاء کے راستہ کی گھاس اپنے ہاتھوں سے صاف کر دیتے۔ اور اگر ضرورت ہوتی تو بیت الخلاء بھی اپنے ہاتھ سے صاف کر لیتے تھے۔ اور شیخ کا اس درجہ ادب کرتے تھے کہ ساتھ کھانے میں شرماتے تھے اور زیادہ تر اپنا کھانا علیحدہ کھاتے تھے اگر ایک دسترخوان پر کھانے کا اتفاق ہوتا تو کسی ایک طرف کنارے بیٹھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اخیر میں مولانا لئیق احمد صاحب مرحوم کو تو حضرت نے قدرے بے تکلف فرما لیا تھا اور حضرت والا ان سے کبھی مزاح بھی فرما لیا کرتے تھے۔ چنانچہ بارہا اوقات دیکھا گیا کہ جاڑے میں باسکٹ کے ساتھ دال چاول سالن روٹی سب ملا کر ان کے سامنے رکھ دیتے اور وہ اس کو خوب مزے لے لے کر کھاتے اور یہ کہتے جاتے کہ ع

محبت میں مر مر کے جینا پڑے گا

اگر زہر دیں گے تو پینا پڑے گا

مگر قاری عبدالحفیظ صاحب تو اخیر تک بے تکلف نہ ہو سکے اور نہایت محبت و عظمت کے ساتھ ادب و فنائیت کا مظاہرہ کرتے تھے۔

افسوس صد افسوس کہ یہ دونوں ہی حضرات اس تحریر کے وقت اس عالم فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔ حضرت مولانا لئیق احمد صاحب تو حضرت کی حیات ہی میں رحلت فرما چکے تھے جس کا بے حد صدمہ حضرت کے قلب پر تھا اور برابر ان کو یاد فرمایا کرتے تھے۔ محترم قاری عبدالحفیظ صاحب بھی شیخ کی وفات کے بعد اس صدمہ کی تاب نہ لا سکے۔ اور چند ہی روز بعد یہ عاشق بھی اپنے محبوب سے جا ملا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کی قبور کو انوار سے معمور اور جنت کے اعلیٰ مقامات عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت والا نے اپنے کلام عارفانہ کے متعلق علیگڈھ انفورنا اُرس میں ایک روز بعد نماز مغرب کی مجلس عام میں ارشاد فرمایا کہ :-

"سنئے یہ جو اشعار میں پڑھ رہا ہوں اس میں بھی دین کی دعوت و تبلیغ ہے۔ مبلغ و داعی کا کلام خواہ نظم میں ہو یا نثر میں ہو اس میں بات اللہ اور اس کے رسول کی ہونی چاہئے اور شریعت و سنت کی ترجمانی ہونی چاہئے۔ اللہ اور رسولؐ کی بات جس طرح نثر میں پیش کی جاتی ہے اسی طرح نظم میں بھی پیش کی جاسکتی ہے۔ بلکہ بسا اوقات نظم زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہے۔

"اسوۂ صحابہؓ" ایک کتاب ہے جس میں صحابۂ کرامؓ کے حالات درج ہیں اس میں لکھا ہے کہ بجز چند صحابہؓ کے تمام صحابۂ کرامؓ نے خود اشعار کہے ہیں اور دوسروں سے بھی سنا ہے۔ البتہ ان کے اشعار میں اللہ و رسولؐ کی باتیں اور دین کی دعوت ہوتی تھی اب ہم آپ کے سامنے اسوۂ صحابہ سے کچھ عبارتیں نقل کرتے ہیں۔

"صحابۂ کرامؓ اگرچہ اکثر ملکی مہمات، مذہبی خدمات اور علمی مشاغل میں مصروف رہتے تھے تاہم ان میں شعر و سخن کا مذاق عام طور پر پایا جاتا تھا۔ اس لئے جب ان مشاغل سے فرصت ہوتی تھی تو خود اشعار پڑھتے تھے، دوسروں سے اشعار پڑھوا کر سنتے تھے اور ان سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول بعد نماز فجر طلوع آفتاب تک مصلیٰ پر نشست فرماتے تھے تو اس حالت میں صحابۂ کرام زمانۂ جاہلیت کے واقعات کا ذکر کرتے تھے۔ اشعار پڑھتے تھے، ہنستے تھے اور آپ ان تذکروں کو سن کر مسکراتے تھے۔ اس مقدس صحبت کے علاوہ انکی مجالس میں عام طور پر شعر و شاعری کا چرچا رہتا تھا۔ اور یہ انکی زندہ دلی کی ایک بڑی علامت تھی۔ چنانچہ "الادب المفرد" میں ہے کہ لم یکن اصحاب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم متخرقین ولا متماوتین وکانوا یتناشدون الشعر فی مجالسهم ویذکرون امر جاهلیتهم۔ یعنی صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مردہ دل اور خشک مزاج نہ تھے۔ وہ اپنی مجلسوں میں اشعار پڑھتے تھے اور زمانہ جاہلیت کے واقعات کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔

خلفاء میں حضرت عمرؓ اگرچہ ہمیشہ بڑی بڑی ملکی مہمات میں مصروف رہتے تاہم جب موقع ملتا تھا تو نہایت شوق سے شعراء کے اشعار سنتے تھے اور ان سے لطف اٹھاتے تھے۔ ایک بار سفر حج کو نکلے تو قافلہ کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی تھے۔ لوگوں نے حضرت خوات سے کہا کہ ضرار بن خطاب کے اشعار سناؤ۔ لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان کو اپنے ہی اشعار سنانے دو۔ چنانچہ وہ صبح تک مسلسل اپنے اشعار پڑھتے رہے۔ صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب بس کرو۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے رات بھر اشعار پڑھوایا کئے جب صبح ہونے لگی تو کہا کہ اب قرآن پاک پڑھو۔

یہ ذوق صرف سنے سنائے اشعار پر موقوف نہ تھا بلکہ ان کو بذات خود ہر قسم کے اشعار اس کثرت سے یاد تھے کہ جب کوئی واقعہ یاد آیا تو اس پر کوئی نہ کوئی شعر ضرور پڑھتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اگرچہ زہد مجسم تھے تاہم شعر و سخن کے بڑے اداشناس تھے اور خود شعر کہتے تھے۔ چنانچہ ایک غزوہ میں ایک مستقل قصیدہ لکھا ہے۔

اس کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ، سیدنا عثمانؓ، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے متعدد منتخب اشعار نقل فرماکر صاحب کتاب تحریر فرماتے ہیں :-

Scanned with CamScanner

ملے گی مفت ہی میں دین کی دولت سمجھتے ہیں
مگر یہ ہے خیال خام مولانا لئیق احمد

جفا وہ لاکھ فرمائیں، زباں پر اُف نہ ہم لائیں
محبت کا ہے یہ پیغام مولانا لئیق احمد

اگر ان پر نظر ہوتی تو حالت اور کچھ ہوتی
نہ رکھتے غیر پر الزام مولانا لئیق احمد

نہیں جو عارف حق اسکی نسبت عرض میں کردوں
نہیں انساں، ہے کالانعام مولانا لئیق احمد

محبت سے مگر تنبیہ فرماتے رہیں احمد
نہ ہو پختہ کبھی پھر خام مولانا لئیق احمد

"عرفان محبت" پر متعدد اکابر نے اپنے اپنے تأثرات تحریر فرمائے ہیں مثلاً حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی نور اللہ مرقدہ۔ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم۔ حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی کراچی۔ بلاشبہ سب اپنی اپنی جگہ بے نظیر قابل دید اور بصیرت افروز ہیں۔ تطویل کے خیال سے اس مقام پر سب تأثرات نقل نہیں کئے جاسکے۔ صرف حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی تقریظ نقل کرتا ہوں۔ وہو ھٰذا:۔

اور یقیناً یہ واردات قلبیہ الہامات ربانیہ ہیں اور مواعظ قرآنیہ و تعلیمات نبویہ کو اشعار کے قالب میں پیش کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت خود اس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں ؎

یہ دل کی ہے آواز جو آتی ہے زباں پر
توبہ کریں کیا کہتے ہیں شاعر میں نہیں ہوں

اور فرماتے ہیں: ؎

درد و غم کی داستاں ہے یہ نہیں شعر و سخن
تو تڑپ اٹھتا اگر ہوتی اگر دل میں لگن

اہل اللہ کا کلام خواہ منظوم ہو یا غیر منظوم یکساں تاثیر رکھتا ہے اور انکی کیفیات قلبیہ کا حامل ہوتا ہے۔ اسی بنا پر عشق و محبت کا مورث ہوتا ہے اور بسا اوقات دل کی دنیا میں ایک ہلچل مچا دیتا ہے۔ اسی کی طرف حضرت رح نے اپنے ان اشعار میں اشارہ فرمایا ہے ؎

محفل میں آج ساز محبت کو چھیڑ کر
جو اہل عشق ہیں انھیں تڑپا رہے ہیں ہم

ہر چیز کو نگاہ محبت سے دیکھ کر
طوفان بحر عشق میں اب لا رہے ہیں ہم

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رح برابر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے ؎

شاعری مد نظر ہم کو نہیں
واردات دل لکھا کرتے ہیں ہم

ایک بلبل ہے ہماری رازداں
ہر کسی سے کب کھلا کرتے ہیں ہم

حضرت رح کے عارفانہ کلام کا مجموعہ "عرفان محبت" کے نام سے متعدد بار طبع ہو چکا ہے اور ارباب ذوق اس سے منتفع ہو رہے ہیں لیکن اس کلام کی حقیقی لذت و کیفیت تو اسی وقت حاصل ہوتی تھی جبکہ حضرت اقدس اپنے مخصوص انداز میں اسکے ساتھ خود مترنم ہوتے تھے جس سے حاضرین مجلس پر بعض وقت تو بالکل بے خودی سی

طاری ہوجاتی تھی، دل تڑپ اٹھتا تھا اور بے ساختہ آنکھوں سے اشک جاری ہوجاتے تھے۔ واقعی اہل اللہ کا کلام اپنے اندر ایک خاص کیف رکھتا ہے اور جب وہ خود اس کے ساتھ مترنم ہوتے ہیں تو ان کی کیفیات قلبیہ سامعین کی طرف بھی منتقل ہوتی ہیں۔ اس کا مشاہدہ حضرت کی مجالس میں ہوتا رہتا تھا اور اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ؎

احمد مزے میں آپ ذرا گنگنائیے
اشعار ہی میں عشق کا دریا بہائیے

عشق کا دریا بہانے سے مراد یہی ہے کہ اپنی کیفیات قلبیہ سے سامعین کو متاثر کیجئے اور عشق ومحبت کی گرمی کانوں کے واسطہ سے ان کے قلوب تک پہنچائیے اور اپنے نغمۂ مستانہ سے قلوب کو گرمائیے۔

ہمارے محترم مولانا حسامی مانک پوری اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ ؎

از کتابت کے شود دل راسکوں
گوش خواہد نغمۂ مستانۂ

اس کا مطلب یہی ہے کہ آپ کے مکتوب منظوم کو اپنی زبان سے پڑھ کر دل کو چین وسکون نہیں حاصل ہوسکتا۔ بلکہ آپ کی زبان مبارک سے سماعت کا مشتاق ہے اور میرے کان آپ کے نغمۂ مستانہ کو سننے کیلئے بیتاب ہیں۔

اکثر بعد نماز مغرب اور کبھی کبھی بعد نماز عشاء جب صرف اہل ذوق جمع ہوتے تو حضرت والا ؒ اپنا عارفانہ کلام خود اپنی زبان مبارک سے سنا کر سامعین کے قلوب کو گرماتے تھے۔ اور جن کو ذوق نہ ہوتا ان کی موجودگی میں سکوت فرماتے۔ اور اگر اثنائے محفل کوئی ایسا شخص آجاتا تو فوراً خاموش ہوجاتے اور مجلس کا رخ تبدیل

فرماتے۔ الحمد للہ حضرت والا ؒ کے نزدیک احقر کا شمار باذوق لوگوں میں ہوتا تھا اور خلوت وجلوت میں اپنے کلام سے مشرف فرماتے اور احقر کی درخواست پر ٹیپ ریکارڈ میں اپنا کلام ضبط بھی کرادیا ہے جو بفضلہ تعالیٰ احقر کے پاس موجود ہے۔

مغرب یا عشاء کے بعد جو مجلس منعقد ہوتی اس میں کبھی حضرت اقدس ملفوظات ارشاد فرماتے اور کتاب وسنت اور اسلاف کی سیرت سے اسرار ومعارف کے دریا بہاتے اور کبھی اپنے عارفانہ کلام سے اہل مجلس کو منتفع ہونے کا موقع عنایت فرماتے تھے۔ اگر کبھی بے تکلف خدام میں سے کوئی درخواست کرتا اور کلام عارفانہ کی سماعت کا شوق ظاہر کرتا تو قوت ونشاط کی حالت میں حضرت والا خود اپنے کلام سے مشرف فرماتے۔ ورنہ محترم جناب کامل صاحب یا مولانا لئیق احمد صاحب مرحوم اور کبھی اپنے خادم اقبال صاحب فتحپوری جو جیپ فیکٹری میں ملازم ہیں، اور کبھی محترم بھائی انیس احمد صاحب پُرخاصوی حضرت کی اجازت سے حضرت کا کلام مجلس میں سناتے اور سامعین کے ساتھ حضرت والا بھی محظوظ ومتاثر ہوتے، اور نہایت متواضعانہ انداز سے فرماتے کہ اللہ پاک نے محض اپنے فضل وکرم سے کیسے کیسے مضامین سادہ الفاظ میں بیان کروا دیئے ہیں۔

بہرکیف خود حضرت کے پڑھنے میں جو کیف وحال طاری ہوتا تھا اور وجداناً ایک خاص کیفیت محسوس ہوتی تھی وہ الفاظ کی قید میں نہیں لائی جاسکتی۔ بس یوں سمجھئے، کہ وہ نسبت مع اللہ کے انوار یا عشق ومحبت الٰہی کی گرمی تھی جو حضرت کی آواز میں مستور ہوتی تھی اور کانوں کے واسطے سامعین کے قلوب تک پہنچ کر دل کی دنیا بدل دیتی تھی۔

اسی کی جانب حضرت نے اپنے اس شعر میں اشارہ فرمایا ہے ؎

خدا کا فضل ہے ورنہ میں اس قابل نہ تھا احمد
کہ میں نے آگ جو بھر دی ہے اشعار محبت میں

اس آگ سے مراد وہی عشق و محبت کی آگ ہے کہ جب وہ سینہ میں روشن ہو گئی ہے تو ماسوا اللہ کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے اور اغیار کی طرف التفات سے بے نیاز و مستغنی کر دیتی ہے۔ حضرت رح نے اس کی طرف نہایت لطیف عنوان سے ترغیب دی ہے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا — جو دستار فضیلت گم ہو دستار محبت میں
نہ مہکے گا تو خوشبوئے محبت سے قیامت تک — جلے گا تو نہ جبتک شوق سے نار محبت میں

ایک اور غزل کے دو تین شعر نقل کرتا ہوں۔ اس غزل کا مضمون حضرت رح کو بہت پسند تھا۔ اور اکثر حضرت رح کی مجلس میں اس کو محترم حبیب صاحب مدظلہ جو حضرت رح کے خویش ہیں سنایا کرتے تھے ؎

تسلیم کہ حاصل تجھے ہر علم و ہنر ہے — لیکن یہ بتا کچھ تجھے اپنی بھی خبر ہے
ساقی نے جسے جام محبت سے نوازا — دل اس کا ہے دل اور نظر اس کی نظر ہے
فیضان محبت ہے یہ فیضان محبت — اب میں ہوں تری یاد ہے اور دیدۂ تر ہے

اخیر شعر کے پہلے مصرعہ میں اسی کیفیت باطنی کا بیان ہے اور فیضان محبت سے مراد کیفیات قلبیہ ہیں۔ اور دوسرے مصرعہ میں ان کے اثر اور ثمرہ کا بیان ہے جو ظاہر ہے مگر ان کیفیات کے حصول اور ثمرات کے ترتب کے لئے صدق طلب اور اخلاص لازم ہے اسی طرح اپنے کو مٹانا اور کسی کامل کے آگے جھکنا ضروری ہے۔ جیسا کہ اس کی طرف بھی حضرت نے جا بجا متوجہ فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

واصل حق ہو نہیں سکتا کبھی
ڈھا نہ دے تو کبر کا جب تک صنم

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

دربار عام گرم ہے تشریف لائیے — لیکن یہ شرط ہے کہ محبت سے آئیے
جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پائیے — کیوں آپ اہل عشق کی محفل میں آئیے

ایک اور مقام پر ذرا واضح عنوان سے اسی طرف متوجہ فرماتے ہیں ؎

فنا ہے شرط اول قول ہے اہل محبت کا — یہی کرتے ہیں سب ارقام مولانا لئیق احمد
پہنچ جائیں نہ فوراً اُڑ کے کیوں بام محبت پر — جو حاصل ہو فنائے تام مولانا لئیق احمد

اس پوری نظم میں حضرت رح نے اہل علم کو اصلاح کی طرف متوجہ فرمایا ہے اور مخاطب مولانا لئیق احمد صاحب مرحوم کو بنایا ہے گویا ان کا نام برائے نام ہے اور مضمون سب کے لئے عام ہے۔ اس نظم میں حضرت نے بہت سے حقائق واضح فرمائے ہیں اور تصوف و اخلاق کی اہم تعلیمات فرمائی ہیں۔ گزشتہ صفحات میں مولانا موصوف کے متعلق جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اس سے ناظرین کرام کو بخوبی اندازہ ہوا ہوگا کہ مولانا نے اپنے کو شیخ کے سامنے کس قدر فنا کیا تھا۔ اور ہم لوگوں نے عیاناً مشاہدہ کیا ہے کہ انھوں نے اپنے کو ادنیٰ خادم سے بھی کمتر سمجھا۔ حالانکہ حضرت اقدس نے ان کو بہت پیشتر ۱۹۵۲ء میں خلافت و اجازت سے بھی مشرف فرما دیا تھا اور اپنے سارے تعویذات و عملیات ان کو عطا فرما رکھا تھا۔ مگر واہ رے فنا و نیستی کہ تا دم آخر اشارۃً و کنایۃً بھی اس کا اظہار نہ فرمایا۔ یقیناً یہ اسی نسبت متوارثہ مسلسلہ کا عکس و پرتو تھا جو شیخ سے ان کو حاصل تھی اور فنا و نیستی میں بھی اپنے شیخ کے نقش قدم پر چل کر دکھلا دیا اور اس کا عالی نمونہ پیش فرمایا۔

حضرت اقدس رح کے حالات اور شب و روز کے معمولات کا جس کسی نے بھی بغور مطالعہ کیا ہوگا اس پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گی کہ حضرت رح کی سب سے بڑی خصوصیت یہی تواضع و نیستی اور خاکساری و فنائیت تھی اور ان کا

یہ حال تھا کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں اور اپنے کچھ نہ ہونے پر فخر تھا چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ

یہ دل کی ہے آواز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں
اس پر ہے مجھے ناز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

یہ کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ دو سلسلوں کے مشائخ سے مستقل خلافت واجازت کے باوجود عرصہ دراز تک کسی کو بیعت نہ فرماتے تھے۔ وعظ و نصیحت فرماتے اور توبہ واستغفار کی تلقین فرماتے مگر داخل سلسلہ نہ فرماتے اور بیعت طریقت کسی سے نہ لیتے اور اپنی اجازت و خلافت کا اظہار تو تمام عمر نہیں فرمایا کہ میں فلاں کا خلیفہ ہوں اور بالکل یہی حال حضرت کے شیخ حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحب ازھری قدس سرہ کے بارے میں مشہور ہے کہ جامعہ ازہر مصر سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے کو تمام عمر اس انداز سے رکھا کہ بظاہر کوئی دیکھنے والا ان کو عالم نہ سمجھ سکے۔ نہایت سادی وضع قطع میں رہتے۔ نیچا کرتہ اونچا پائجامہ، دوپلی ٹوپی زیب تن فرماتے۔ اور کبھی کرتے کے ساتھ لنگی استعمال فرماتے۔ اور عام دیہاتی زبان بولتے۔ حالانکہ علم و فضل کا سمندر تھے۔ بخاری شریف آپ کو زبانی یاد تھی۔

یہ فنا و نیستی اس نسبت مسلسلہ کے لئے لازم ہے جو خلفاً عن سلف منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔ اسی فنا و نیستی کا مرقع حضرت پرتابگڈھی رح کی ذات بابرکات تھی اور جس پر جس قدر نظر محبت و توجہ پڑی ہے اسی قدر یہ آثار اس کے اندر ظاہر ہوئے چنانچہ وہی چیز مولانا لئیق احمد صاحب مرحوم کے حالات میں بھی نمایاں تھی۔ اسی بنا پر حضرت نے اپنی اس نظم کا مخاطب ان کو بنایا جیسا کہ مولانا روم رح نے مثنوی شریف میں جابجا اپنے شاگرد مولانا حسام الدین کو مخاطب بنایا ہے۔ یہ سب محبت کاملہ کے آثار ہیں۔ محبت وہ نعمت ہے جو پندار کو فنا کر دیتی ہے

اسی کو حضرت فرماتے ہیں کہ ؎

محبت تیری یہ برکت، محبت تجھ پہ صد رحمت
نہیں پندار دیکھا میں نے سرشار محبت میں

اسی بنا پر اس کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ؎

نہ مہکے گا تو خوشبوئے محبت سے قیامت تک
جلے گا تو نہ جب تک شوق سے نار محبت میں

جو سچا عاشق ہوتا ہے وہ ننگ و ناموس کیا چیز ہے جان فدا کر کے بھی یہی سمجھتا ہے کہ حق محبت ادا نہ ہوا۔ جیسا کہ حضرت ارشاد فرماتے ہیں ؎

کوئی نازاں نہ ہو گر جان بھی ان پر فدا کر دے
نہیں کچھ جان کی قیمت ہے بازار محبت میں

اسی بنا پر بزرگان دین فرماتے ہیں کہ محبت درحقیقت فنا فی المحبوب کا نام ہے۔ اس میں اپنی رائے اور مرضی کو فنا کرنا ہوتا ہے اور اپنا نام و نشان مٹانا ہوتا ہے پھر من جانب اللہ وہ مقامات حاصل ہوتے ہیں جو وہم و گمان سے باہر ہے۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں کہ ؎

جس نے اپنا مٹایا نام و نشاں
ہفت اقلیم کا بنا سلطاں

وہ نظم جس میں حضرت رح نے مولانا لئیق احمد صاحب کو مخاطب بنایا ہے جب اس کی اشاعت کا وقت آیا تو حضرت نے موصوف سے فرمایا کہ مولانا اس نظم میں طریق کی اہم تعلیمات ہیں۔ لیکن چونکہ اس میں آپ کا نام آیا ہے اس لئے اگر آپ اجازت دیں تو اشاعت کی جائے ورنہ رہنے دیا جائے اور آپ اسے اپنے پاس ہی

Scanned with CamScanner

محفوظ رکھیں اور خاص مجلسوں میں جسے چاہیں سنائیں۔ مولانا نے نہایت بشاشت کے ساتھ فرمایا کہ یہ تو میرے لئے عین سعادت اور انتہائی شرف کی بات ہے کہ حضرت کا کلام عارفانہ میں میرا نام بھی شامل ہو جائے۔ اس نظم کو ضرور شائع ہونا چاہئے۔

سبحان اللہ! کیا شان محبت اور تواضع ہے۔ اور خود مولانا لئیق احمد صاحب اس نظم کو حضرت رح کی مجلس میں چار زانو بیٹھ کر خوب جھوم جھوم کر نہایت کیف و ذوق کے ساتھ مکرر سہ کرر سنایا کرتے تھے۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں پر اپنے مخصوص انداز میں ضربیں لگاتے تھے۔ بالخصوص مندرجہ ذیل اشعار پر تو بہت ہی سرور کا اظہار فرماتے۔ وہ یہ ہیں ؎

خودی ہے اور خود رائی، جسے دیکھو ہے مولائی
مرض ہے بس یہی اب عام مولانا لئیق احمد

خودی اپنی مٹائیں اور خود رائی سے باز آئیں
یہ ہیں سب عشق کے احکام مولانا لئیق احمد

اور آخر میں فرماتے ہیں ؎

نہیں جو عارف حق اس کی نسبت عرض میں کر دوں
نہیں انساں، ہے کالانعام مولانا لئیق احمد

یہ پوری نظم ہی نہایت مفید و مؤثر مضامین پر مشتمل ہے اور حضرت کا تو سارا کلام ہی علوم و معارف کا خزانہ ہے۔ ہر شعر علم و معرفت کا ایک باب اور ہر غزل تصوف کی ایک کتاب ہے۔ ایک ایک شعر کی وضاحت کے لئے دفتر کا دفتر ناکافی ہے۔ جیسا کہ ناظرین پر مخفی نہیں۔ ہم سب کو چاہیے کہ "عرفان محبت" سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ تعمیم فائدہ کیلئے پوری نظم نقل کی جاتی ہے:-

محبت کا ہے یہ پیغام مولانا لئیق احمد!

پیا بھی ہے فنا کا جام مولانا لئیق احمد
محبت میں ابھی ہیں خام مولانا لئیق احمد

ابھی ہیں طالب اکرام مولانا لئیق احمد
نہیں ہیں بندۂ بے دام مولانا لئیق احمد

نہ ہرگز لیں طلب کا نام مولانا لئیق احمد
کریں مت عشق کو بدنام مولانا لئیق احمد

محبت کا جو پیتے جام مولانا لئیق احمد
مزا دیتی مری دشنام مولانا لئیق احمد

طلب ہی آپ کی ہے خام مولانا لئیق احمد
ملے پھر عشق کا کیوں جام مولانا لئیق احمد

جو لیتے ان کا دامن تھام مولانا لئیق احمد
نہ رہتے آپ تشنہ کام مولانا لئیق احمد

جفا محبوب پر بھی آپ کرتے ہیں قیامت ہے
نہیں یہ عاشقوں کا کام مولانا لئیق احمد

کٹھن ہے عشق کی منزل سمجھتے بھی ہیں کچھ حضرت
یہاں کیا بوالہوس کا کام مولانا لئیق احمد

نہیں فانی صفت کوئی اے توبہ معاذ اللہ
اسی سے لوگ ہیں ناکام مولانا لئیق احمد

فنا کرتے نہیں اپنا ارادہ ان کی مرضی میں
محبت ہے اسی کا نام؟ مولانا لئیق احمد

فنا ہے شرط اول قول ہے اہل محبت کا
یہی کرتے ہیں سب ارقام مولانا لئیق احمد

پہنچ جائیں نہ فوراً اڑ کے کیوں بام محبت پر
جو حاصل ہو فنائے تام مولانا لئیق احمد

خودی ہے اور خود رائی جسے دیکھو ہے مولائی
مرض ہے بس یہی اب عام مولانا لئیق احمد

خودی اپنی مٹائیں اور خود رائی سے باز آئیں
یہ ہیں سب عشق کے احکام مولانا لئیق احمد

چلیں گے کوئے جاناں آپ ناممکن ہے ناممکن
نہ جبتک باندھ لیں احرام مولانا لئیق احمد

خطا اپنی نہیں کیوں مانتے کیا بات ہے آخر
بہت ہے نفس نافرجام مولانا لئیق احمد

محبت میں ہے جو گمنام مولانا لئیق احمد
اسے شہرت سے کیا ہے کام مولانا لئیق احمد

مبارک ان کو جو قرباں ہیں ساقی کی اداؤں پر
وہ پیتے ہیں مئے گلفام مولانا لئیق احمد

Scanned with CamScanner

ملے گی مفت ہی میں دین کی دولت سمجھتے ہیں — مگر یہ ہے خیال خام مولانا لئیق احمد
جفا وہ لاکھ فرمائیں، زباں پر اُف نہ ہم لائیں — محبت کا ہے یہ پیغام مولانا لئیق احمد
اگر ان پر نظر ہوتی تو حالت اور کچھ ہوتی — نہ رکھتے غیر پر الزام مولانا لئیق احمد
نہیں جو عارف حق اسکی نسبت عرض میں کردوں — نہیں انساں، ہے کالانعام مولانا لئیق احمد

محبت سے نہ گر تنبیہ فرماتے رہیں احمد
نہ ہو پختہ کبھی پھر خام مولانا لئیق احمد

"عرفان محبت" پر متعدد اکابر نے اپنے اپنے تاثرات تحریر فرمائے ہیں مثلاً حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم۔ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی نور اللہ مرقدہ۔ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم۔ حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی کراچی۔ بلاشبہ سب اپنی اپنی جگہ بے نظیر قابل دید اور بصیرت افروز ہیں۔ تطویل کے خیال سے اس مقام پر سب تاثرات نقل نہیں کئے جاسکے۔ صرف حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی تقریظ نقل کرتا ہوں۔ وہو ھٰذا:۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم - اما بعد!

حضرت شیخ المشائخ مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی دامت برکاتہم کے عارفانہ کلام کا مجموعہ بنام "عرفان محبت" طبع ہونے کی خبر سے نہایت مسرت ہوئی کیونکہ اب اس خوانِ معرفت ومحبت سے عامۃ الخلائق بھی مستفید ہو سکے گی۔ حضرت مولانا جس طرح خود سراپا عشق ومحبت ہیں اسی طرح حضرت کا کلام بھی عشق ومحبت کا آئینہ دار ہے اور طالبین کے لئے سلوک عشق کا شمع رہنما ہے۔ نیز ہر شعر مولانا کی نسبت مع اللہ کے انوار وبرکات کا حامل اور دوسروں تک بھی حسب استعداد آثار نسبت کو متعدی کرنے والا ہے۔

یہ کتاب اسم اور مسمیٰ دونوں ہی اعتبار سے الہامی معلوم ہوتی ہے اور یہی تاثر اس زمانہ کے دیگر اکابر علماء وصلحاء کے قلوب بھی محسوس کرتے ہیں بالخصوص ہمارے حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی صاحب قدس سرہ نے تو حضرت کے مکان پر فرمایا تھا کہ مولانا پرتاپگڈھی کے انوار ہمیں زمین سے آسمان تک محسوس ہو رہے ہیں۔

مولانا کا عاشق حق ہونا ایسا بدیہی ہے کہ جسے ایک مرتبہ بھی مولانا کی صحبت ومجالست پالی وہ مولانا کے جذب وکیف اور محبت ومعرفت کے مخصوص رنگ کو دیکھ کر حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہ کی زندہ تاریخ اور سوانح پاتا ہے۔ چنانچہ بلگرام میں ایک دفعہ ۱۹۷۱ء میں مولانا موصوف کے ایک وعظ کے بعد میں نے سامعین سے گزارش کی تھی کہ آج آپ لوگوں نے گویا حضرت شاہ فضل رحمن صاحب قدس سرہ کا وعظ سن لیا۔ دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس عرفان محبت کو شرف قبول اور حسن قبول بخشیں اور اسکی نافعیت کو عام وتام فرمائیں۔

ابرار الحق

۱۳ ربیع الثانی سنہ ۱۳۹۲ھ

Scanned with CamScanner

سبحان اللہ حضرت نے کلام اور صاحب کلام کا کیسا تعارف فرمایا کہ یہ کتاب اسم
ومسمّٰی دونوں ہی اعتبار سے الہامی معلوم ہوتی ہے اور یہ تاثر صرف میرا ہی نہیں، بلکہ
اس زمانہ کے دیگر علماء وصلحاء کے قلوب بھی یہی تاثر محسوس کرتے ہیں۔

دیگر اکابر کے تاثرات "عرفان محبت" میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ البتہ محترم جناب
شمس الرحمٰن فاروقی صاحب جو حضرت سے بے انتہا عقیدت ومحبت رکھتے ہیں اور ادبی
دنیا میں نمایاں حیثیت کے مالک ہیں، انھوں نے جو تاثرات قلمبند کئے ہیں اور بالخصوص
حضرت والا نے مشہور شعراء کے بعض اشعار میں جو ترمیم فرمائی ہے اس کی جو توضیح وتشریح
فاروقی صاحب نے تحریر فرمائی ہے وہ حضرت والا رح کو بہت پسند آئی اور متعدد بار بعض
خصوصی مجالس میں احقر سے اس کو سنا اور اس کے طباعت کی خواہش ظاہر فرمائی لیکن
حضرت رح کے سامنے اس کی نوبت نہ آسکی۔ جی چاہتا ہے کہ اسے بھی ہدیۂ ناظرین کیا جائے
تاکہ وہ بھی اس سے محظوظ ومتمتع ہو سکیں۔

عرفان محبت۔ ایک اجمالی تبصرہ!

از محترم جناب شمس الرحمٰن فاروقی صاحب (چیف پی، ایم، جی، یو، پی)

قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتابگڈھی
المتخلص بہ احمد متقیات روزگار میں سے ہیں۔ اگر وہ شریعت وطریقت اور درد و سوز
وتب وتاب عشق کے زندہ پیکر کی حیثیت سے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رح
اور حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رح کے پیرو اور پرتو ہیں تو تصوف
اور علم وفضل کے امتزاج میں وہ حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رح اور
حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رح کے قول وعمل کا نمونہ ہیں۔ ان سب حضرات پر کسی
نہ کسی واسطے سے شیخ العرب والعجم حضرت مہاجر مکی رح کے انوار کی چھینٹ پڑی
ہے۔ اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب احمد پرتابگڈھی کا رشتہ شیخ العرب والعجم رح
سے ایک اور طریق سے استوار ہے کہ دونوں نے اپنے عارفانہ واردات اور تعلق مع اللہ
کی کیفیات سے مجبور ہو کر شعر کو بھی اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا ہے۔ حضرت مولانا احمد صاحب
اطال اللہ عمرہم ومدفیوضہم کے کلام میں عشق کی سرمستی اور منازل ومقامات عرفان کے ذکر
کے ساتھ پند وموعظت کی بھی ایک لطیف لہر ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ استغراق
فی المحبوب کا رنگ پند وموعظت کے دھارے میں بہہ نہیں جاتا بلکہ اس دھارے
کی صبغت الٰہی کیفیت کو اور تیز تر کر دیتا ہے۔

"عرفان محبت" حضرت شاہ پرتابگڈھی کے کلام کا مجموعہ ہے اور در حقیقت

سراسر مئے عرفان سے لبریز کلام کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ حضرات چشتیہ کے یہاں ایک طرح کی محویت اور گمشدگی کی کیفیت ہوتی ہے تو حضرات نقشبندیہ اور مجددیہ کے لئے مقامات عرفان میں سامان تدبر و تفکر ہوتا ہے۔ حضرت احمد پرتابگڈھی کا کلام بیک وقت محویت اور تفکر کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن اس کی سب سے بڑی صفت اس کی شادابی اور روانی ہے۔ معلوم ہوتا ہے انوار و معارف متکلم کے دل سے ہو کر اس کی زبان پر ٹھنڈی میٹھی بارش کی پھوار کی طرح برس رہے ہیں۔ کہیں کوئی روک ٹوک نہیں شاعر الفاظ کو موزوں نہیں کر رہا ہے بلکہ ایک فوّارہ ہے جو ابلتا چلا آ رہا ہے۔ اس کلام میں یبوست اور کاوش ذہنی کا نام نہیں۔ بقول فیضی ؎

می کشد شعلہ سرے از دل صدپارۂ ما
جوشِ آتش بود امروز بہ فوّارۂ ما

کلام کی یہ روانی اور یہ گرمی ایک طرف تو کمالات شاعرانہ کی مظہر ہے تو دوسری طرف اس بات پر بھی دال ہے کہ حضرت دامت برکاتہم کا سارا وجود مرہونِ حدیثِ مہر و وفا ہے۔ حضرت شاہ پھولپوری رحؒ کی خدمت میں ایک صاحب نے بعض دنیاوی اور دنیادارانہ معاملات پر استفسارات بھیجے۔ تو حضرت نے جواب میں حافظ کا یہ شعر لکھ کر بھیج دیا ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

علیٰ ہذا القیاس حضرت مولانا احمد پرتابگڈھی کا کلام سراپا حکایت مہر و وفا ہے۔ وہ اس منزل و مقام سے کلام کرتے ہیں جہاں دوری اور حضوری میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ کیونکہ اگر دوری من جانب اللہ ہو تو وہ بھی حضوری کا حکم

رکھتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

ہجر میں بھی وصال کا عالم
ہو کے مہجور بھی نہیں مہجور
دور ہو کر بھی ہے کوئی نزدیک
اور نزدیک رہ کے کوئی دور
شان ان کی عجیب ہے ان سے
کوئی نزدیک ہے نہ کوئی دور
عشق کے فیض سے بحمد اللہ
ہجر میں پا رہے ہیں کیف حضور

کیونکہ جب نسبت صحیح اور تعلق قوی ہو تو ؎

ان سے نسبت جب ہوئی حاصل
بن گئے طاعت سارے مشاغل
ان کے تصور کے عالم میں
دید کی لذت ہو گئی حاصل

کبھی کبھی جب بے اختیار ہونے لگتے ہیں تو کہہ اٹھتے ہیں ؎

کہنے کی نہیں بات یہ کہتا ہوں مگر خیر
پھرتا ہے نگاہوں میں محالات کا عالم

ورنہ عام طور پر سرمستی یا دردمندی کی کیفیت کا اظہار ایک عجب انداز دلربائی سے ہوا ہے ؎

ارے ناداں نہ سمجھے گا یہ اسرارِ محبت ہیں
کبھی رنجور ہو جانا کبھی مسرور ہو جانا
یہی جان محبت ہے یہی روح اطاعت ہے
ترا مختار ہونا اور مرا مجبور ہو جانا

پہلے احمد مجھے دردِ الفت ملا
رفتہ رفتہ وہی دردِ دل ہو گیا
لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو لیکن ترا بسمل نہیں

Scanned with CamScanner

حضرت احقر رتا بگڈھی کا کلام بظاہر فنی پیچیدگیوں سے عاری ہے اور بے پناہ اثر کا
تاثر پیدا کرتا ہے۔ بعض اوقات معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کی طبع ناطق لسانی تعینات کو
توڑ ڈالنا چاہتی ہے لیکن جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوتی ہے وہاں فن کارانہ
نزاکتوں سے بھی کام لیا گیا ہے۔ حضرت شاہ عبد العلیم صاحب آسی سکندرپوری
کے یہاں نکات وغوامض کی کثرت ہے اس لئے ان کا کلام عام فہم نہیں۔ حضرت
مولانا پرتا بگڈھی کے یہاں کیفیات و واردات کا براہ راست بیان ہے لہذا ان کے
اشعار "از دل خیزد و بر دل ریزد" کا انداز رکھتے ہیں۔ اس بنا پر انکی فنی نزاکتیں
فوراً نمایاں نہیں ہوتیں اور غور کا مطالبہ کرتی ہیں ؎

اسے نسیان کامل غیر سے واللہ ہوتا ہے
عجب کچھ شان دیکھی میں نے بیمار محبت میں

اس شعر میں لفظ "غیر" کے ساتھ "واللہ" عجب لطف رکھتا ہے۔ کیونکہ نسیان کامل تو
غیر سے ہے اور توجہ پوری پوری الی اللہ ہے۔ ایسے موقع پر اللہ کی قسم کھانا
کمال بلاغت ہے۔ اسی طرح مندرجہ ذیل شعر میں مشاہدہ اور احساس میں بڑا لطیف
فرق قائم کیا گیا ہے ؎

تو سمجھتا اسے کیوں حضوری نہیں ۔۔۔ جب کہ دوری میں احساس دوری نہیں

پھر ایک قول محال نظم کیا گیا ؎

ہوگیا محو کچھ اس طرح دید میں ۔۔۔ اب حضوری میں ہوش حضوری نہیں

یہ سیر فی اللہ کا مقام ہے جہاں کوئی کیفیت نہیں۔ اسی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ؎

یہ معراج محبت ہے یہ اعجاز محبت ہے
کہ سلطان جہاں ہو کر بھی بے نام و نشاں رہنا

ارباب نظر سے پوشیدہ نہ ہوگا کہ مصرع اولیٰ کے دونوں کلیدی الفاظ "معراج"
اور "اعجاز" صرف اس لئے بھلے نہیں لگ رہے ہیں کہ ان میں ترصیع کی کیفیت ہے
یہ بات بھی ملحوظ رکھنے کی ہے کہ معراج رسول خود اعجاز رسول تھی۔ اور یہ بھی کہ سلطانی
کے باوجود بے نام و نشانی ایک طرف معجزہ ہے تو عشق کی بلند ترین منزل بھی ہے۔
ہماری شعری روایت میں تضمین کے فن کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ تضمین کے
ذریعہ شاعر ایک دوسرے کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ کسی شعر میں جو مضمون
یا معنی بیان ہوئے ہیں ان کی توسیع و ترقی کرتے ہیں۔ حضرت مولانا نے تضمین سے
ملتی جلتی ایک اور صنف ایجاد کی ہے کہ اگلوں کے شعر میں تھوڑا بہت تصرف
اور ترمیم کرکے شعر کی کایا ہی پلٹ دی جائے۔ اس طرح شعر میں کوئی عارفانہ یا حکیمانہ
بات تو بیان ہی ہو جاتی ہے اس پر مستزاد یہ کہ حضرت مولانا کا مطمح نظر اور طریق فکر
بھی واضح ہو جاتا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

شعر:۔

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب ۔۔۔ کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

ترمیم حضرت اقدس:۔

عشق کی شان نرالی ہے انوکھی احقر ۔۔۔ کہ لگائے سے لگے اور بجھائے نہ بجھے

اس ترمیم کے ذریعہ حضرت نے عشق کا اصل مرتبہ اور معرفت کا اصل طریقہ
بیان کر دیا کہ یہ انسان کے بس میں ہے کہ وہ اپنا دل اللہ کی طرف مرکوز کر دے اور
اپنے نفس کو خطرات ماسوا سے خالی کر دے اور جب ایک بار دل کو یکسو کر لے
اور اس میں آتش شوق بھڑک اٹھی تو پھر وہ لذت اور ابتہاج رگ و پے میں اس
طرح دوڑ جاتے ہیں کہ عشق الٰہی وظیفۂ حیات بن جاتا ہے۔ مجازی عشق میں تو تخفیف

Scanned with CamScanner

ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا مقصود ہستی انسانی ہے جس کا حسن مائل زوال ہے۔ لیکن عشق، جس کا مقصود ذات الٰہی ہے اس میں تخفیف ممکن نہیں۔ کیونکہ ذات الٰہی لازوال حقیقی الٰہی کو کوئی زوال نہیں۔

شعر:-

عشق نے غالبؔ نکما کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

ترمیم حضرت اقدس:-

عشق نے احمد مجلی کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے نام کے

یہاں حضرت نے پھر عشق حقیقی اور عشق مجازی کا فرق واضح کیا ہے۔ عشق مجازی وہ ہے جو انسان کو دین و دنیا کے کام کا نہیں رکھتا۔ اس کا اثر تخریبی اور اس کا نتیجہ شخصیت کا زوال ہوتا ہے۔ عشق دراصل وہ محرک ہے جو آدمی کو درجۂ انسانیت پر فائز کرتا ہے۔ اگر عشق نہیں تو سوز نہیں اور جب سوز نہیں تو انوار نہیں۔ حقیقی عشق وہ ہے جو دل کو انوار کا مرجع بناتا ہے۔ اور جب تک دل مرجع انوار نہ ہو انسان صرف نام کا انسان ہے۔ وہ عشق ہی نہیں جس میں حرماں ہو۔ خواجہ شیراز ابھی امید وبیم کی منزل میں ہیں اور فرماتے ہیں ؎

عشق می ورزم و امید کہ ایں فن شریف
چوں ہنر ہائے دگر موجب حرماں نشود

حضرت اقدس پورے ایقان کے ساتھ فرماتے ہیں کہ اگر عشق نہیں ہے تو انسان ہی نہیں ؎

شعر کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

ترمیم حضرت اقدس:-

قتل کے بعد بھی نادم وہ جفا سے نہ ہوا
اس نے سیکھا ہی نہیں ہائے پشیماں ہونا

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پہ سختی کرے تو یہ اس کا عدل ہے۔ اور اگر نرمی برتے تو یہ اس کا فضل ہے۔ معشوق حقیقی کا کوئی فعل حکمت و عدل سے خالی نہیں اور وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ہے۔ جب تک یہ نکتہ واضح نہ ہو، حضرت اقدس کا شعر سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اور یہ شعر ہر شخص کہہ بھی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کا تعلق قائم ہو، تب ہی شاعر ایسی جرات کر سکتا ہے۔

شعر:-

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

ترمیم حضرت اقدس:-

کہہ رہا ہوں میں ہوش میں کیا کیا کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی

حضرت مجدد صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ اقوال و اعمال جو اہل دل حضرات سے عالم سکر میں سرزد ہوتے ہیں ان کا اتباع نہ چاہیئے، کیونکہ وہ ان سے ہی مخصوص ہیں، اوروں کے لئے مستند اور معتبر نہیں۔ حضرت اقدس اس نکتہ کے دوسرے پہلو کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ معرفت کے حقائق زغوامض وہی مستند ہیں جو عالم صحو میں بیان کئے جائیں۔ اور عارف باللہ انھیں اسی لئے بیان کرتا ہے کہ وہ لوگوں تک پہنچیں اور ان کے دماغ و دل میں انقلاب پیدا کریں کہ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ارشاد باری ہے۔ روایتی شاعر تو اپنے جنون پر شرمندہ ہے اور عارف

اس بات کی دعا کرتا ہے کہ وہ پورے ہوش و حواس کے ساتھ جو بات کہہ رہا ہے وہ لوگوں تک پہنچے۔ عالم ہوش سے مراد عالم عقل نہیں بلکہ عارفانہ ذمہ داری کا عالم ہے اور پوری ذمہ داری کے ساتھ ؎

شعر :-

گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کئے جا رہا ہوں میں

ترمیم حضرت اقدس :-

گلشن سے عشق ہے مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں کو دل سے پیار کئے جا رہا ہوں میں

اس ترمیم کے ذریعہ حضرت نے اپنے عارفانہ کمال اور شاعرانہ کمال دونوں کا حق ادا کر دیا ہے۔ اصل شعر میں "گلشن پرست" کا فقرہ نہ صرف یہ کہ شرعی اعتبار سے مخدوش تھا۔ بلکہ شاعرانہ اعتبار سے کانٹوں سے نباہ کرنے سے متغائر بھی تھا کیونکہ "نباہ کرنا" اس وقت بولتے ہیں جب کسی ایسی چیز کو انگیز کرنا پڑے جس سے طبیعت ابا کرتی ہے۔ اور جب خود کو گلشن پرست کہہ دیا تو گلشن کی ہر چیز مرغوب ٹھہری ایسی صورت میں کانٹوں سے محض نباہ کرنا چہ معنی دارد؟ حضرت اقدس نے "گلشن پرست ہوں" کی جگہ "گلشن سے عشق ہے" کہہ کر بات کو لطیف تر کر دیا اور حدود شرعیہ سے تجاوز بھی نہ کیا۔ دوسرے مصرعے میں کانٹوں کو دل سے پیار کرنے کی بات رکھ دی۔ اس طرح اصل شعر کا نہ صرف سقم دور ہو گیا، بلکہ بیان مکمل اور مدلل بھی ہو گیا اور سچے عاشق کی شان پیدا ہو گئی۔ "گل" سے اگر انوار و تجلیات مراد ہیں تو کانٹوں سے سوز و رنج فرقت مراد ہو سکتا ہے لیکن حضرت کے نظام فکر میں دونوں کا درجہ ایک ہی ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں :-

کمال نے ترے مارا جمال نے مارا
وفور شوق نے امر محال نے مارا

کبھی خوشی کبھی رنج و ملال نے مارا
کبھی یقین کبھی احتمال نے مارا

کبھی جمال و رنگ جلال نے مارا
کبھی جلال برنگ جمال نے مارا

بچا نہ کوئی ترے حسن فتنہ پرور سے
کسی کو ہجر کسی کو وصال نے مارا

سبحان اللہ، فاروقی صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا، بلاشبہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی اس کی بالکل مصداق تھی۔ دور حاضر میں اخلاق محمدی کا نمونہ، اسوۂ صحابہ کا پیکر، سلف صالحین کی زندہ یادگار اور اس دور آخر میں متقدمین کی مثال اور سچ پوچھئے تو ایک دُرِ نایاب اور نادر روزگار تھی۔ یقیناً مبارک ہیں وہ آنکھیں جنھوں نے ان کی زیارت کی۔ اور قابل رشک ہیں وہ قلوب جنھوں نے ان کی معرفت و محبت کو جگہ دی ؎

اے خوشا چشمے کہ آں گریان اوست
وے ہمایوں دل کہ آں بریان اوست

محترم فاروقی صاحب نے جس غزل کے چند اشعار اخیر میں نقل فرمائے ہیں، جی چاہتا ہے کہ اسی غزل کے چند اشعار نقل کر کے کلام عارفانہ کے مزید نمونے پیش کئے جائیں ؎

کسی کو آہ فریب کمال نے مارا
میں کیا کہوں مجھے فکر مآل نے مارا

کوئی بھی منزل عرفان تک پہنچ نہ سکا
کسی کو نقص کسی کو کمال نے مارا

وہ خوش نصیب ہوں میں جس کو حضرت احمد
نگاہ لطف و صدائے تعال نے مارا

پہنچ جائیں گے اک دن اُڑ کے گلزارِ محبت میں

ہیں صادق آپ گر لے درست اقرارِ محبت میں
طلب خود کرتے جائیں گے دربارِ محبت میں

مبارک اُن کو، جو ہیں غرق افکارِ محبت میں
پہنچ جائیں گے اک دن اُڑ کے گلزارِ محبت میں

کوئی نازاں نہ ہو، گر جان بھی ان پر فدا کر دے
نہیں کچھ جان کی قیمت ہے بازارِ محبت میں

اے نسبان کامل خیر سے واللہ ہوتا ہے
عجب کچھ شان دیکھی میں نے بیمارِ محبت میں

لٹا دیتا ہے جنت کی بہاریں شوق سے عاشق
مزا کچھ اس طرح پاتا ہے گلزارِ محبت میں

محبت، تیری یہ برکت، محبت، تجھ پہ صد حسرت
نہیں پندار دیکھا میں نے سرشارِ محبت میں

محبت کے جو دیوانے ہیں ان کا حال تو یہ ہے
مزا آتا ہے ان کو صرف اذکارِ محبت میں

جسے بھی اک نظر دیکھیں وہی ہو جائے دیوانہ
رسائی جن کی ہے اے دوست دربارِ محبت میں

محبت ہی محبت رات دن ان کا وظیفہ ہے
یہ جذبہ میں نے دیکھا ہے طلبگارِ محبت میں

جہاں دیکھیں، جدھر دیکھیں نظر محبوب آتا ہے
تعالی اللہ یہ برکت ہے انوارِ محبت میں

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے، میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستار فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

نہ مہکے گا تو خوشبوئے محبت سے قیامت تک
جلے گا تو نہ جب تک شوق سے نارِ محبت میں

پکڑ لے ہاتھ جو اُن کا وہی محبوب تک پہنچے
خوشا یہ شانِ محبوبی فدا کارِ محبت میں

خدا کا فضل ہے ورنہ میں اس قابل نہ تھا احمد
کہ میں نے آگ جو بھر دی ہے اشعارِ محبت میں

میں ان پر مرمٹا تب گلشن دل میں بہار آئی

کسی نے جب کرم سے اک نگاہِ خاص فرمائی
مرے اُجڑے ہوئے دل میں بہارِ جانفزا آئی

نہ پائیں گے کبھی اہل جنوں کی شان یکتائی
کریں اہل خرد تا عمر چاہے خامہ فرسائی

سوا انکے نہ اب لب پہ ہے کوئی اور نہ آنکھوں میں
بحمد اللہ محبت نے عجب تاثیر دکھلائی

میں اپنی جان و دل سب کچھ کروں قربان کیوں آخر
کرم سے جس کے دردِ لا دوا کی بھی دوا پائی

سنیں یہ بات میری گوش دل سے جو میں کہتا ہوں
میں ان پر مرمٹا تب گلشن دل میں بہار آئی

ہوا جو بھی اسیر دام الفت دوستو اس کو
کوئی کہتا ہے دیوانہ، کوئی کہتا ہے سودائی

جو ہے ہر حال میں راضی خدا ہے انکی مرضی پر
بڑا خوش بخت ہے بخشی گئی ہے اس کو دانائی

نہ ہو کیوں ناز آخر اس کو اپنی خوش نصیبی پر
جو ان پر دل سے قرباں ہے، جو اُن کا دل سے شیدائی

جو مرتے تھے انہیں بخشی حیات جاوداں تو نے
کوئی آ کر ذرا دیکھے تری شانِ مسیحائی

نہ کیوں راحت ہو کر روز و شب رقصاں رہے آخر
محبت کی بجا کرتی ہے جس کے دل میں شہنائی

جو ہیں اہل خرد اس کو بھلا کیا خاک سمجھیں گے
لئے ہے کیف جنت عشق میں عاشق کی رسوائی

ہوا محسوس جیسے مل گئی کونین کی دولت
مقدر سے ترے پہلو میں جب ہم نے جگہ پائی

سنا جس نے، وہی سو جان سے حق پر ہوا قرباں
کوئی دیکھے تو آ کر عاشقوں کی شانِ گویائی

عجب عالم ہوا اللہ اکبر اہل محفل کا
حدیث عشق کی احمد نے جب بھی شرح فرمائی

اب جی چاہتا ہے کہ حضرتؒ کی ایک غزل جو ایک مخصوص حال میں فرمائی تھی نقل کروں۔ اس غزل کے ہر ہر لفظ سے کمال عبدیت اور خوف و رجا کی کیفیت ٹپکتی ہے۔ اپنے سارے فضل و کمال سے صرف نظر کر کے حق تعالےٰ کے سامنے اپنے کو انتہائی محتاج و قصوروار اور ذلیل و خوار بنا کر پیش کرنا ہی کمال معرفت ہے۔ جیسا کہ حضرت خود فرماتے ہیں ؎

بندہ ہوں میں، اللہ کا محتاج ہوں احمد
کس منہ سے کروں ناز کہ میں بارِ زمیں ہوں

مندرجہ ذیل غزل میں اسی شان کی پوری عکاسی ہے ؎

وہم و گماں سے بھی سوا رحمت کردگار ہے

تجھ سے زیادہ دہر میں کون گناہگار ہے
پھر بھی تو نفس کا ہے آہ! کیوں نہیں اشکبار ہے

غفلت و سرکشی میں آہ، عمر ہوئی تری تباہ
اُف رے یہ تیری بے حسی، تو نہیں سوگوار ہے

اپنے کرم سے اُس نے تو تجھ کو جگایا بار بار
پھر بھی نہ آیا ہوش میں، ایسا تو نابکار ہے

لہو و لعب میں مست ہے، یاد خدا کرے گا کب؟
تو ہی بتا دے بے خبر زیست کا اعتبار ہے!

جانتا ہے یہ بالیقیں، خود نہیں صاحب یقیں
یوں تو دکھانے کے لئے نادرِ روزگار ہے

کیا یہ نہیں نفاق ہے، خود ہی بتا دے صدق سے
لب پہ ہے ذکر یار کا، دل میں بھی یاد یار ہے

تو ہی ہے دین کا مقتدیٰ، شرم تجھے نہیں ذرا
تو نہیں مقتدی بھی آہ، نفس کا خود شکار ہے

دل سے دعائے مغفرت اس کے لئے کریں ضرور
بندۂ روسیاہ کا زائرو یہ مزار ہے

احمد خستہ جان کیوں اتنا تو بے قرار ہے
وہم و گماں سے بھی سوا رحمتِ کردگار ہے

غیر مطبوعہ کلام عارفانہ

انوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

طے کرتا ہے جو وادئ پُرخار کا عالم
ملتا ہے اسی کو گل و گلزار کا عالم

اُف کتنا ہے تاریک گنہگار کا عالم
انوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

چھایا جو ترے نام کے تکرار کا عالم
محسوس لگا ہونے ترے پیار کا عالم

ہے لوٹتا دنیا ہی میں جنت کی بہاریں
پاتا ہے مقدر سے جو اذکار کا عالم

احمد ہو مبارک تجھے ساقی کے کرم سے
ہے کیف میں ڈوبا ترے اشعار کا عالم

ہم فقط آپ کی سرکار! نظر دیکھیں گے

خود سے ہم اپنی اٹھا کر نہ نظر دیکھیں گے
ان کی مرضی سے ہر اک شے کو مگر دیکھیں گے

آپ کا ہو کے نہ غیروں پہ نظر جائے گی
ہم فقط آپ کی سرکار! نظر دیکھیں گے

کارفرما ہیں وہی اور نہیں ہے کوئی
ان کی جانب سے فقط نفع و ضرر دیکھیں گے

ناز ہرگز نہ کرے اپنے عمل پر کوئی
دل ہی دیکھیں گے نہ وہ علم و ہنر دیکھیں گے

درِ جاناں پہ مقدر سے ہیں پہنچے احمد
ہم کسی غیر کا گھر اور نہ در دیکھیں گے

ابھی کوئے جاناں بہت دور ہوگا

نہ کیوں نورِ حق سے وہ معمور ہوگا
کہ جس کی زباں پر ھُوَ الشکور ہوگا

جو نفس اور شیطاں سے مجبور ہوگا
وہ رحمت سے اللہ کی دور ہوگا

نہ پہنچے گا اللہ تک کوئی ہرگز
نہ جب تک تکبر کا بُت چور ہوگا

جو ہو کوئی مصلح کی مرضی پہ قرباں
وہی صرف نورٌ علیٰ نور ہوگا

دُکھائے گا جو دل کسی اہلِ دل کا
دل اس کا نہ ہرگز کبھی طور ہوگا

جو راضی کرے گا کسی اہلِ دل کو
شرابِ محبت سے مخمور ہوگا

کرے گا جو اللہ کو اپنے راضی
وہی دونوں عالم میں مسرور ہوگا

جو مقبول ہوگا نگاہوں میں اپنی
خدا کی نگاہوں سے وہ دور ہوگا

کریں آپ دشمن سے بھی پیار اُلفت
وہ اخلاق سے خود ہی مسحور ہوگا

وہ اللہ والا نہ ہوگا کبھی بھی
اگر اس میں کچھ مکر اور زُور ہوگا

نہ ہوگا قدم راہِ سنت پہ جس کا
وہ بندہ خدا سے بہت دور ہوگا

قیامت میں جو روشنی کام دے گی
وہ ایمان کا دوستو! نور ہوگا

ہے انسان لیکن بہائم صفت ہے
غضب اور غصہ سے جو چور ہوگا

وہ راضی ہیں مجھ سے خفا تو نہیں ہیں
یہ خطرہ مرے دل سے کب دور ہوگا

جہاں بھر میں قرآن کی ہو حکومت
یہ کب میرے اللہ! دستور ہوگا

دلی کی یہی صرف پہچان سمجھو
وہ انوارِ سنت سے پُر نور ہوگا

وہ صوفی نہیں، جو ہے سنت کا دشمن
مقرب نہیں، حق سے وہ دور ہوگا

بہت دور پہنچا ہوں احمد میں پھر بھی
ابھی کوئے جاناں بہت دور ہوگا

بات جو کہتا ہوں حضرت ہے وہ پتھر کی لکیر

مال کا بندہ سمجھتا ہے تو مجھ کو اے امیر
دامِ الفت میں نہیں جب تک ہوا ہے تو اسیر

تیری حاجت کچھ نہیں مجھ کو سمجھتا ہے تو کیا
ہے مرا اللہ حامی ہے وہی نعم النصیر

صورتاً انساں جو ہے وہ نہیں انسان ہے
ہے وہی انساں جو ہے خُلقِ نبی سے مستنیر

مثنوی مولوی معنوی میں دیکھ لے
قول برحق، گرچہ مانند در نوشتن شمشیر

الحمد للہ مال و زر کی کیوں مجھے پروا ہو
شکر ہے اللہ کا، اللہ کا میں ہوں فقیر

کیوں نہیں اللہ کی قدرت پہ ہے تیری نظر
دیکھ لے قرآں میں ہے اللہ ہر شے پہ قدیر

ہاں مرد اللہ میاں جس کی نہ خود فرمائیں گے
کون ہو سکتا ہے اس کا دوسرا کوئی ظہیر

کوئی مانے یا نہ مانے اس سے مجھ کو کیا غرض
بات جو کہتا ہوں حضرت ہے وہ پتھر کی لکیر

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں ہے قولِ حق
یہ تو ممکن ہی نہیں یہ تو بڑی ہے ٹیڑھی کھیر

اے ناداں کیوں نہیں اللہ پہ تیری نظر
ہیں جو مشرک ہیں وہی بے شبہ اصحاب السعیر

اتباعِ سرورِ عالم سے کیوں ہے تجھ کو عار
ہے محمد کا بتا دے دوسرا کوئی نظیر

نمایاں خود ہی دنیا میں حقیقت ہوتی جاتی ہے

جو ہیں قربانِ حق پر ان سے نفرت ہوتی جاتی ہے
جو ہیں گمراہ کیوں ان سے عقیدت ہوتی جاتی ہے

محبت تیری نظروں میں عداوت ہوتی جاتی ہے
عداوت تیری نظروں میں محبت ہوتی جاتی ہے

کرم کو بھی سمجھتا ہے ستم تو، مجھ کو یہ غم ہے
غلط فہمی سے تجھ کو مجھ سے نفرت ہوتی جاتی ہے

وفا کو بھی جفا جس نے، ان سے تو نے آہ سمجھا ہے
عداوت مجھ سے غیروں سے محبت ہوتی جاتی ہے

ہوا ہے جب سے یہ احساس میں ان کا وہ میرے ہیں
خود اپنی ذات سے مجھ کو محبت ہوتی جاتی ہے

کوئی مانے نہ مانے مجھ کو اس سے کیا غرض احمد
نمایاں خود ہی دنیا میں حقیقت ہوتی جاتی ہے

Scanned with CamScanner

لائیں کہاں سے روشنی، اپنا چراغ گل ہے آج

اپنی ہی ہے خطا حضور، شکوہ کسی کا کیا کریں
لائیں کہاں سے روشنی، اپنا چراغ گل ہے آج

اپنے کئے کی ہے سزا، چکھتے ہیں جس کا اب مزا
کانٹوں میں ہم گھرے ہیں آج، آنکھوں سے ہٹ کے گل ہے آج

کہتے ہیں ہم کو بے وفا جو نہیں جانتے خود وفا
ظلم ہے یہ ستم ہے آہ کیا یہ شور و غل ہے آج

چین نہیں سکوں نہیں، مست دل حزیں نہیں
ہائے کہاں گئی بہار، چاروں طرف غل ہے آج

شکوہ جو کر سکے، کس کی بھلا مجال ہے
رات کا نام دن ہے اور خار کا نام گل ہے آج

ہائے غضب یہ کیا ہوا، بدلی جو دفعتاً فضا
جینے کا اب مزا ہے کیا، شمع حرم جو گل ہے آج

ظلمت شب کا دور ہے رنگ ہی اب کچھ اور ہے
نام کو روشنی نہیں، بزم کی شمع گل ہے آج

بلبل نغمہ سنج بھی، ہو کے ہم خموش ہیں
کھولیں زبان کس طرح، حکم ہی لا تقل ہے آج

جو گھٹتی بھی ہو، وہ محبت نہیں ہے

جو گھٹتی بھی ہو، وہ محبت نہیں ہے
جو بڑھتی نہ ہو ہائے الفت نہیں ہے

محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن
محبت نہیں جس میں شدت نہیں ہے

یہ ہو جاتی ہے ختم بس پل جھپکتے
خبردار ہوں، اس میں طاقت نہیں ہے

محبت کی پہلے حقیقت تو سمجھیں
محبت کہاں جس میں حدت نہیں ہے

ہے جان محبت اگر وہ خفا ہوں
جو ہم بھی خفا ہوں محبت نہیں ہے

محبت کے آئین ہیں سب نرالے
محبت میں اے دوست جدت نہیں ہے

محبت کی ذلت نرالی ہے احمد
یہ ذلت ہے وہ جس میں ذلت نہیں ہے

وہ عرش بریں پر ہیں تو میں زیر زمیں ہوں

اسلام سے کچھ بھی نہیں نسبت مجھے واللہ
وہ اور کہیں رہتے تھے، میں اور کہیں ہوں

میں نفس کا بندہ ہوں، خدا کے تھے وہ بندے
وہ دین پہ قربان تھے، میں تارک دیں ہوں

پہچان لوں انکو میں یہ ممکن ہی نہیں ہے
وہ عرش بریں پر ہیں تو میں زیر زمیں ہوں

پہچان کے بھی ان کو نہ پہچان سکا میں
پہلے تھا جہاں، آج بھی موجود وہیں ہوں

اللہ سے مطلب، نہ محمد سے تعلق
اور اس پہ یہ دعویٰ ہے میں جنت کا مکیں ہوں

کیوں اتنا میں غافل ہوں سمجھ میں نہیں آتا
رکھتا نہیں کیا ہائے قیامت کا یقیں ہوں

کیوں مجھ کو خلافت کی امانت سے نوازیں
ایمان سے بتلاؤ تو کیا میں بھی امیں ہوں

بے وجہ مجھے ناز ہے کیوں حسن پہ اپنے
میں دیکھ لوں آئینے میں کیا میں بھی حسیں ہوں

اغیار سے کیوں روشنی کرتے ہیں طلب ہم
قرآن یہ کہتا ہے کہ میں نور مبیں ہوں

وہ شاد نہیں مجھ سے تو کیسے میں رہوں شاد
وہ خوش نہیں مجھ سے تو میں ناشاد حزیں ہوں

بے وجہ کبھی بھی نہیں جاتا میں کہیں ہوں
جب تک کہ طلب دین کی پاتا میں نہیں ہوں

قرآن و حدیث نبوی کا ہوں میں عاشق
لطف اور کسی چیز میں پاتا میں نہیں ہوں

دل میں یہی آتا ہے کہ جاؤں نہ کہیں اب
اب تو یہی بہتر ہے کہ میں خانہ نشیں ہوں

یہ راز محبت ہے نہ سمجھیں گے اسے آپ
مت پوچھئے مجھ سے یہ کبھی کیوں میں حزیں ہوں

کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی دولت ہے بتاؤ
پڑھتا جو شب و روز میں قرآن مبیں ہوں

یاد آتا ہے جب گنبد خضرا کبھی مجھ کو
حسرت سے تجھے دیکھتا اے ماہ مبیں ہوں

میں اور مرے دل میں یہ اشعار کی آمد
شاید میں نظر کردۂ جبریل امیں ہوں

احمد تو کہاں ہے یہ ذرا مجھ کو بتا دے
مدت سے پتہ تیرا جو پاتا میں نہیں ہوں

مری آہ ہے بے اثر جانے والے

تو مسرور ہے اپنے گھر جانے والے — ہے غم سے مری چشم تر جانے والے
ترے چاہنے والے کس حال میں ہیں — تجھے کچھ ہے اس کی خبر جانے والے
تجھے چین آتا؟ نہ آتا یقیناً — اگر ہوتا شوریدہ سر جانے والے
گیا اُڑ کے ملکِ مبارک — مگر میں ہوں بے بال و پر جانے والے
میں قطع علائق نہیں چاہتا ہوں — مگر ہیں یہ سب دردِ سر جانے والے
تڑپتا ہوں، پھر بھی تو آتا نہیں ہے — مری آہ ہے بے اثر جانے والے
مجھے یاد آتا ہے رہ رہ کے ظالم — کبھی تو بھی تھا ہمسفر جانے والے
بنا کر مجھے منتظر میرے دل پر — گرا آتا ہے برق و شرر جانے والے
کبھی یاد کرتا ہوں مونس نفس کہہ کے تجھ کو — کبھی ہے مری چشم تر جانے والے
مرا شوق اب تیز سے تیز تر ہے — یہ ہے حال المختصر جانے والے
مریض محبت ہوں کس کو خبر ہے — سمجھتے ہیں اہل نظر جانے والے
تو مجبور و معذور ہے جانتا ہوں — رقیبوں کا بھی ہے اثر جانے والے
تجھے مان لوں کس طرح باخبر ہے — جو تو مجھ سے ہے بے خبر جانے والے
یہاں پر تھا شیر و شکر جانے والے — وہاں ہو گیا تلخ تر جانے والے
ہمیشہ تو جاتا تھا اب کی یہ غم ہے — گیا تو برنگِ دگر جانے والے
یہ کیا جانے ہوتا ہے کیا دل کا یہ عالم — تری دیکھ کر رہ گزر جانے والے
تجھے خونِ دل سے میں خط لکھ رہا ہوں — ہوا اب تجھ پہ شاید اثر جانے والے
بھڑک اٹھتے ہیں شعلہ ہائے محبت — جب آتی ہے بادِ سحر جانے والے
بڑی رات لمبی ہے کٹتی نہیں ہے — نہیں ہوتے آتی سحر جانے والے

سوا جذبِ الفت یہ تو ہی بتا دے — بنائیں کسے نامہ بر جانے والے
خدا تجھ کو آباد رکھے ہمیشہ — مرے دل کو لیکر مکر جانے والے
تجھے کچھ خبر ہے کہ کس حال میں ہیں — نگاہوں سے تیری اُتر جانے والے
تجھے رفتہ رفتہ نہ میں بھول جاؤں — نہ مٹ جائے تیرا اثر جانے والے
جنونِ محبت سے مجبور ہو کر — میں پھرتا ہوں اب دربدر جانے والے
میں احمد سے کہتا ہوں حافظ کہاں ہیں — محبت کی حد سے گزر جانے والے

آتی نظر نہیں ہے اپنی مجھے برائی

تقدیر میری مجھ کو جنت سے کھینچ لائی — للہ پوچھئے مت مجھ سے غم جدائی
اب تک نہ باغ دل میں میرے بہار آئی — فریاد میرے آقا، کس نے نظر لگائی
جنت کو بھول بیٹھا رب کی نہ یاد آئی — شیطان نے کچھ ایسی پٹی مجھے پڑھائی
غفلت میں عمر میں نے افسوس سب گنوائی — جاؤں میں کس کے در پر، مولا تری دہائی
شیطان نے میری گت پھر اس طرح بنائی — آتی نظر نہیں ہے اپنی مجھے برائی
یوں دیکھنے کو میں نے گردن سدا جھکائی — لیکن نظر میں ان کی صورت کبھی نہ آئی
جب آگ ماسوا کو اس نے نہیں لگائی — پھر عاشقوں کی صورت ظالم نے کیوں بنائی
آساں نہیں ہے ہرگز اللہ کی اطاعت — آسان ہے عزیزو، لیکن غزل سرائی
تو مست ہو کے آخر کیوں جھومتا ہے ہر دم — بتلا، مے محبت کس نے تجھے پلائی
اس کو خبر ہی کیا ہے طاعت میں کیا مزا ہے — ایمان کی حلاوت جس نے کبھی نہ پائی

دربار حسن میں بس عاشق ہی جا سکیں گے
احمد گناہ اکبر ہے ناز پارسائی

راز سربستہ کھلیں گے حشر کے میدان میں

راز سربستہ کھلیں گے حشر کے میدان میں
ہائے اب اس کا تصور بھی نہیں اذہان میں

بات ناممکن بھی ہو جائے مرے امکان میں
حیف یہ طاقت نہیں ہے اب کسی ایمان میں

آہ جو جام محبت سے نہیں مخمور ہے
لاکھ وہ سمجھا کرے شامل نہیں انسان میں

جو بھی آیا ہو گیا آتے ہی مخمور کرم
یہ کرامت دیکھتا ہوں میں ترے مہمان میں

ہوش کے بندے جو ہیں کیا خاک سمجھیں گے اسے
اور ہی کچھ لطف پنہاں ہے ترے ارمان میں

جاننے والے جو ہیں سو جان سے قربان ہیں
حوصلہ یہ ہو نہیں سکتا کسی انجان میں

زخم دل نے لطف جنت کا عطا فرما دیا
اللہ اللہ یہ مزا ہے عشق کے پیکان میں

دل کا عالم میرے کچھ سے ہو گیا کچھ دوستو
رکھ دیا میں نے قدم جب عشق کے میدان میں

میں سمجھتا تھا کہ میرے پاس ہیں کچھ نیکیاں
ایک بھی نیکی نہ نکلی عدل کے میزان میں

اس نے جب اپنے کرم سے ہم پہ ڈالی اک نظر
لگ گیا ہے چار چاند احمد ہماری شان میں

ہو مبارک تجھ کو احمد فیض ہے یہ عشق کا
حسن کا جلوہ نمایاں ہے ترے دیوان میں

مجھ کو قسمت سے کوئی رہبر کامل ملتا

مجھ کو قسمت سے کوئی رہبر کامل ملتا
اس کی برکت سے مجھے زیست کا حاصل ملتا

فتنہ و شر کا زمانہ ہے خدا خیر کرے
رحمت حق سے کوئی رہبر کامل ملتا

ڈھونڈھتا ہوں نظر آتا نہیں لیکن کوئی
ماسوائے کوئی اس دور میں غافل ملتا

رہ کے دنیا میں بھی رہتا نہ ہو جو دنیا میں
ہے تمنا مجھے ایسا کوئی عاقل ملتا

مست ہو کر ہی شب و روز میں رہتا رقصاں
گر مقدر سے مجھے قرب نوافل ملتا

حق کی آواز سے گونج اٹھتا یہ عالم سارا
اس زمانہ کو کوئی ماحیٔ باطل ملتا

جس کے انصاف پہ ہوں خیر بھی سو جان سے نثار
کوئی اس دور میں اس طرح کا عادل ملتا

بڑھ کے دیتا میں اسے دل سے مبارکبادی
مجھ کو گر تیر نظر کا کوئی گھائل ملتا

اس سے سنتا میں بصد شوق بصد ذوق احمد
قصۂ عشق و محبت کا جو ناقل ملتا

زباں خاموش، دل غافل نہیں ہے

نظر آتا کوئی بسمل نہیں ہے
یہ احمد کیا تری محفل نہیں ہے

خدا کے ذکر میں بھی ہوں مشغول
زباں خاموش، دل غافل نہیں ہے

مجھے احباب کی خاطر ہے منظور
یہ کیا طاعات میں شامل نہیں ہے

درِ محبوب پر رقصاں ہے کوئی
بظاہر ذاکر و شاغل نہیں ہے

ابھی اس راز سے واقف نہیں تو
ترے پہلو میں شاید دل نہیں ہے

مناظر راہ کے دیکھوں گا کب تک
مری قسمت میں کیا منزل نہیں ہے

شہید عشق ہے موجود لیکن
نظر کے سامنے قاتل نہیں ہے

نہیں محبوب کا ہے عکس جس میں
وہ دل ہوتے ہوئے بھی دل نہیں ہے

نہیں ہر حال میں جو مست و مخمور
وہ مردہ دل ہے زندہ دل نہیں ہے

وہ دینے کے لئے ہر دم ہے تیار
کوئی دربار میں سائل نہیں ہے

جسے منزل سمجھتا ہے تو ناداں
نشانِ راہ ہے، منزل نہیں ہے

تو اب احمد کو بھی اپنا بنا لے
ترے نزدیک کچھ مشکل نہیں ہے

سمجھ لیجیے گا، تو سمجھائیے گا

کسی پر اگر ظلم فرمائیے گا
نہ ہرگز سکوں عمر بھر پائیے گا

گرانا کسی کو اگر چاہیے گا
تو قعر مذلت میں گر جائیے گا

کسی پر اگر آگ برسائیے گا
اسی آگ میں خود بھی جل جائیے گا

بھلا کر ہمیں آپ پچھتائیے گا
حلاوت نہ ایمان کی پائیے گا

بھلانا ہمارا مبارک مبارک
مگر کیف جنت نہیں پائیے گا

سنیں گوش دل سے جو مرگ سہا ہو
تڑپ جائیے گا جو تڑپائیے گا

نہیں کھیل ناصح جنوں کی حقیقت
سمجھ لیجیے گا تو سمجھائیے گا

کس کی فرقت میں ہیں آنکھیں اشکبار؟

کس کی آمد کا ہے دل کو انتظار
کس کی فرقت میں ہیں آنکھیں اشکبار

اب تو پھر آجا ہمارے پاس تو
صبر کا دامن ہے اب تو تار تار

ہے تڑپ ہی جان الفت دوستو
ہے اسی پر عشق کا دار و مدار

عشق کی تکمیل آخر ہو گئی
اللہ اللہ ہو گیا کوہ وقار

اک نظر للہ اب فرمائیے
ہے سکوں باقی نہ اب صبر و قرار

جستجو میں کس کی اے احمد بتا
پھر رہا ہے ہر طرف دیوانہ وار

مقدر اپنا اپنا اللہ اللہ

تڑپتا رہ گیا میں اللہ اللہ
مدینہ جانے والے چل دیے آہ

مبارک جانے والوں کو مبارک
مقدر اپنا اپنا اللہ اللہ

نہ پوچھو حال میرا اب خدارا
تڑپ جاؤ گے تم بھی سن کے واللہ

میں مرغ نیم بسمل کی طرح ہائے
مہینوں سے تڑپتا ہوں میں اللہ

لگی ہے آگ جان و تن میں میرے
پھنکے جاتے ہیں سب قلب و جگر آہ

میں مثل ماہی بے آب کیوں ہوں
یہ پوچھو ان سے جو ہیں رمز آگاہ

زیارت کے لئے دل مضطرب ہے
ہے دل میں درد بیحد لب پہ ہے آہ

تڑپ جاتا ہے دل میرا قسم سے
نہ چھیڑے کوئی مجھ کو اب تو للہ

مدینہ جاؤں گا میں ہے یہ شہرت
مرے اللہ سچ کر دے یہ افواہ

نگاہیں ہیں مری طیبہ کی جانب
نہیں بس میں پہنچنا میرے اللہ

ٹھہر جاؤ ذرا اے جانے والو
مرا دل ساتھ لیتے جاؤ للہ

نہ جانے ہو گیا کیا ہائے مجھ کو
کسی صورت نہیں ہے چین اب آہ

کراماً کاتبیں بھی بے خبر ہیں
نہیں ہیں میری حالت سے وہ آگاہ

نہ ہو اللہ کی رحمت سے مایوس
تو پڑھ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

پیدل نہ پا سکے گا کبھی بھی سوار کو

کوئی نہ اور سمجھے گا دل کی بہار کو
عاشق سے کوئی پوچھے ذرا ان کے پیار کو

سنتا نہیں ہوں ہائے جب ان کی پکار کو
ناراض کر رہا ہوں میں پروردگار کو

زاہد کی شان اور ہے عارف کی شان اور
پیدل نہ پا سکے گا کبھی بھی سوار کو

محروم ہے جو عشق و محبت سے دوستو
پہچانتا نہیں ہے وہ لیل و نہار کو

ہوتی ہے شان اور ہی کچھ حق پرست کی
کرتا ہے وہ سلام بصد شوق دار کو

روتا ہے جو بھی اپنے گناہوں کو سوچ کر
رحمت تلاش کرتی ہے اس اشکبار کو

جس کو ہے ہوش یار، مبارک ہزار بار
بڑھ کر سلام کیجئے اس ہوشیار کو

طاعت کو ترک کر دیا عصیاں پہ مر مٹا
اُف خاک میں ملا دیا عز و وقار کو

دیکھیں گے وہ نگاہ کرم سے نہ دوستو
ہم خوش نما رہے ہیں جب انکے شعار کو

جنت کی نعمتوں پہ جسے بھی یقین ہے
نعمت سمجھ رہا ہے وہ اس انتظار کو

جب تک نہ ان کی یاد کی نعمت نصیب ہو
آتا نہیں قرار دلِ بے قرار کو

جینے میں کیف اور نہ مرنے میں لطف ہے
جب سے خزاں سمجھ لیا ہم نے بہار کو

خلوت میں ان کی یاد کی لذت جسے ملی
کرتا نہیں پسند وہ پھر اشتہار کو

جس کو ملی ہے عشق کی دولت عزیزمن
جنت وہی سمجھتا ہے بس کوئے یار کو

کیا آپ ہی کہاں ہیں، نظر آ ہی جائیگا
صاف ہو لے دیکھئے ذرا گرد و غبار کو

احمد کسی کے لطف و کرم کا یہ فیض ہے
آتا نہیں ہے ورنہ کچھ اس خاکسار کو

جس کو نظر ملی ہے وہی خوش نصیب ہے
احمد نہ پھول سمجھے گا ہرگز وہ خار کو

نامۂ منظوم بنام ریاض احمد صاحب

(مقیم حال ملیشیا)

لختِ دل، لختِ جگر، نورِ نظر
ہے جدائی کا تری دل پہ اثر

وقتِ رخصت جو ترے آنسو گرے
وہ نہیں آنسو، وہ ہیں لعل و گہر

ہائے وہ تیرا تڑپنا دیکھ کر
دل پہ جو گزری کسے اس کی خبر

شعر یہ چسپاں ہے تیرے حال پر
لکھ رہا ہوں جس کو میں با چشمِ تر

نے عزیز و نے قریب و نے شفیق
نے کوئی غمخوار نے ان کا رفیق

ہوتے ہیں ہمراہ عاشق کے مگر
آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر

تو تڑپتا ہے کسی کی یاد میں
حال تیرا ہے یہی بالمختصر

مرحبا صد مرحبا تو ہے مراد
یہ کسی کی ہے دعاؤں کا اثر

یوں تو ہیں لاکھوں زمانے میں ریاض
تو مگر ہے واقعی چیزے دگر

اور کوئی تجھ کو پہچانے گا کیا
تجھ کو ہیں پہچانتے اہلِ نظر

کیا بتاؤں کیا نہیں تجھ کو ملا
تو مقدر سے ہے جب شوریدہ سر

کیوں نہ ہو پھر تو بھلا رشکِ قمر
عاشقوں کا تو ہے جب نورِ نظر

Scanned with CamScanner

چند متفرق اشعار

دعویٰ عشق تو آسان نہیں ہے حضرت
ایک دن اٹھ کے ذرا مرغ سحر کو دیکھیں

ہو نہیں سکتی محبت کی حقیقت معلوم
ہم نہ جبتک کسی منظور نظر کو دیکھیں

غیر کی بات سند ہو نہیں سکتی ہرگز
آپ اے دوست خبر اور اثر کو دیکھیں

اللہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے کوئی
اب کہاں ہوش ہے جو شام و سحر کو دیکھیں

فیصلہ آپ نہ للہ ابھی فرمائیں
آپ جبتک نہ مرے قلب و جگر کو دیکھیں

کبھی تو یاد کر لیتے ہیں یہ کیا کم عنایت ہے
ابھی میں یاد ہوں، باقی ابھی شاید محبت ہے

بس اتنا تو ہے مجھ کو یاد میں نے تجھ کو دیکھا ہے
نہیں محفوظ لیکن ذہن میں اب تیری صورت ہے

تو اختر ہے تو دن میں کیوں نظر آنے لگا مجھ کو
نظر آتا نہیں تو رات میں بھی یہ شکایت ہے

در اقدس پہ ہو کر آ رہا ہوں
عجب اب دل کا عالم پا رہا ہوں

کرامت عشق کی اللہ اکبر
اب ان کو دل کے اندر پا رہا ہوں

حضرت ناصح مقام عشق سے ہیں دور ابھی
نشۂ جام محبت سے نہیں ہیں چور ابھی

دور ابھی ہیں ہوش کے بندے جنوں کے فیض سے
جان و دل ان پر فدا کرنا نہیں منظور ابھی

مرض وفات اور سانحۂ ارتحال

یوں تو حضرت اقدسؒ کو ریاح باسوری کا مرض عرصۂ دراز سے تھا اور علاج و معالجہ کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ مرض دیرینہ اور قدیم تھا۔ بہت عرصہ پہلے حکیم محمد عارف صاحب، حکیم سید احمد صاحب الہ آبادی اور شفاء الملک حکیم عبد المعید صاحب لکھنوی کا علاج مسلسل ہوتا رہا۔ بعد میں حکیم منظور صاحب جونپوری، حکیم محمد افہام اللہ صاحب علیگڈھی کا علاج جاری ہوا۔ محترم جناب حکیم محمد افہام اللہ صاحب مدظلہ کا علاج اخیر تک چلتا رہا۔ موصوف الہ آباد و پرتاپ گڈھ جہاں کہیں حضرت تشریف فرما ہوتے برابر تشریف لاتے، نسخے تجویز کرتے، دوائیں تیار کراتے۔ اور بیش قیمت دوائیں خود اپنے مطب سے تیار کرا کے لاتے اور استعمال کراتے متعدد بار اپنے وطن انھونہ ضلع رائے بریلی حضرت کو لے گئے اور وہاں محترم جناب حکیم عبد الجلیل صاحب لکھنوی اور محترم جناب حکیم خورشید صاحب بریلوی کو حضرت کے ایماء پر مشورہ کے لئے بلایا۔ الغرض یونانی علاج عرصہ دراز تک ہوتا رہا اور اس میں سب سے زیادہ خلوص و محبت کا مظاہرہ محترم جناب حکیم محمد افہام اللہ صاحب اور ان کے صاحبزادے حکیم کلیم اللہ صاحب کی طرف سے ہوتا رہا اور حضرت ان کے علاج سے مطمئن ہوا کرتے تھے اور نفع بھی ظاہر ہوتا تھا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت کو اچانک ہچکی آنا شروع ہوئی۔ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی تھی۔ بالآخر احقر مضطر ہو کر محترم جناب بچو ٹھیکیدار صاحب کی گاڑی لے کر انھونہ ضلع رائے بریلی حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہچکی کی کیفیت بیان کیا۔ حکیم صاحب فوراً تیار ہو کر احقر کے ہمراہ الہ آباد تشریف لائے اور کیفیت

دیکھ کر فرمایا کہ معدہ میں خشکی کے سبب ہچکی کا سلسلہ موقوف نہیں ہو رہا ہے۔ پھر موصوف نے خارجی تدابیر اختیار فرمائیں جن سے ہچکی کا سلسلہ موقوف ہو گیا اور حکیم صاحب کی حذاقت سے حضرت اور سارے معالجین بے حد متاثر ہوئے۔ اسی طرح محترم جناب ڈاکٹر حماد عثمانی صاحب پرنسپل یونانی میڈیکل کالج الٰہ آباد کا علاج بھی وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا تھا۔

یونانی علاج کے علاوہ ڈاکٹری علاج کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ اس سلسلہ میں جب پرتاب گڈھ قیام رہتا تو وہاں کے مشہور ڈاکٹر مسٹر کپور کا علاج ہوتا رہتا اور وہ خاص توجہ اور عقیدت و محبت سے حضرت کا علاج کرتے تھے۔ اور جب حضرت کا قیام الٰہ آباد میں ہوتا تو اصل معالج محترم جناب ڈاکٹر ابرار احمد صاحب رہتے تھے البتہ مشورہ کیلئے شہر کے مختلف ڈاکٹروں سے مراجعت فرماتے رہتے۔ موصوف چونکہ مزاج شناس تھے اور حضرت کو ان پر کامل اعتماد تھا اس لئے دوائیں انہی کے مشورہ سے استعمال فرماتے۔ بلکہ اکثر و بیشتر ڈاکٹر صاحب خود اپنے سامنے دوائیں استعمال کراتے تھے۔

بہر کیف مرض میں کبھی کمی اور کبھی زیادتی ہوتی رہتی تھی۔ لیکن اخیر میں تقریباً دو ماہ قبل چوبیس پچیس اگست کی درمیانی شب میں حضرت پر اچانک مرض کا شدید حملہ ہوا۔ جس سے قلب و دماغ دونوں متاثر ہوئے۔ محترم ڈاکٹر ابرار احمد صاحب خود حاضر خدمت تھے۔ فوراً بلڈ پریشر کی جانچ کی تو معلوم ہوا کہ درجۂ حرارت بہت کم ہو چکا ہے اور بلڈ پریشر ڈاؤن ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فوری تدابیر شروع کر دیں۔ تین بجے شب کا واقعہ تھا لیکن محترم ڈاکٹر صاحب پہلے سے ہر ممکن علاج و تدبیر کیلئے تیار تھے اور ہر قسم کی دوائیں مہیا کر رکھی تھیں فوراً تدبیر شروع فرما دیا۔ اس کے بعد دن میں قلب و دماغ کے ماہرین کی طرف

رجوع فرمایا اور سب کے مشوروں سے اپنے مکان ہی پر معالجہ شروع فرمایا۔ حضرتؒ کی طبیعت ابتدا ہی سے نہایت لطیف و حساس تھی مسلسل علالت اور ضعف کی وجہ سے اخیر میں اور زیادہ حساس ہو گئی تھی چنانچہ سراپا صبر و حلم ہونے کے باوجود معمولی معمولی باتوں سے بہت زیادہ متاثر ہونے لگے تھے۔ لیکن بجز بے تکلف احباب کے کسی سے اس کا اظہار نہ فرماتے تھے۔

حضرتؒ کے اس شدید دورے کا سبب بھی ایک خاص واقعہ بنا جس کا طبع حساس پر بہت زیادہ اثر پڑا اور اس سے قلب و دماغ دونوں متاثر ہو گئے۔ کئی روز تک غشی اور بیہوشی جیسی کیفیت رہی۔ معالجین نے مکمل آرام کا مشورہ دیا اور نقل و حرکت سے قطعاً منع کر دیا۔ حتیٰ کہ رفع حاجت کے لئے اٹھنے سے بھی روک دیا۔ اور مرض کے شدید دورہ کی وجہ سے ضعف بھی بہت زیادہ غالب تھا اس لئے نقل و حرکت اور نشست و برخاست یوں بھی دشوار ہو گئی۔ محترم ڈاکٹر صاحب اور تینوں صاحبزادگان مع خدام ہمہ وقت خدمت پر مستعد رہے تقریباً ایک ہفتہ یہی کیفیت رہی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ذہن کام نہیں کر رہا ہے اور دماغ کافی حد تک متاثر ہے۔

۳۰ اگست کو اچانک بہت زیادہ حالت نازک ہو گئی اور محترم ڈاکٹر صاحب کے چہرے سے آثار فکر نمایاں ہونے لگے۔ سب صاحبزادگان بھی موجود ہی تھے سب مل کر ہر ممکن تدبیریں کر رہے تھے۔ یہ رات عجیب کشمکش اور اندوہناک حالت میں گزری۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے فوراً شہر کے دوسرے ڈاکٹروں کو بلایا اور ان کے مشورہ سے انجکشن لگاتے رہے۔ پوری رات اسی حالت میں گزری حضرت کے منجھلے صاحبزادے جو زیادہ تر حضرت کے قریب ہی رہتے تھے

Scanned with CamScanner

اور کیفیات کا اندازہ کرتے رہتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ۱۳ اگست ۱۹۹۱ء کی صبح
تقریباً آٹھ بجے حضرت نے آنکھ کھولی تو سامنے ڈاکٹر ابرار احمد صاحب بھی بیٹھے
تھے ان کا ہاتھ حضرت کی نبض پر تھا۔ دونوں سے دعا کے لئے فرمایا اور دونوں ہاتھ
اوپر کی جانب اٹھا کر دعا کا اشارہ فرمایا۔ کئی روز غشی کے بعد جو آنکھ کھلی تو دعا
کے اشارہ کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی راہ میں صدقہ کرو۔ آواز میں ضعف تو
تھا لیکن بہت صاف تھی۔ دعا اور صدقے کا اہتمام تو پہلے ہی سے کیا جارہا تھا
اور ہر ایک حسب استطاعت ان دونوں اعمال میں لگا ہوا تھا۔ حضرت کے اس
ارشاد کے بعد مزید اہتمام کیا گیا اور بفضلہ تعالیٰ دعا و صدقہ کی برکت سے حالت
بہتر ہوتی نظر آئی۔ البتہ غذا کی رغبت بالکل باقی نہیں تھی۔ معالجین کی تاکید کے سبب
بدون کسی رغبت کے کچھ رقیق چیزیں حلق سے اتار دی جاتی تھیں جو کہ خواہش
مطلق نہ تھی اس وجہ سے رقیق غذائیں بھی دوا کی طرح استعمال کرائی جاتی تھیں

حضرت کے اس شدید علالت کی خبر ملک و بیرون ملک تمام ہی متعلقین
کو ہو گئی اور ہر طرف سے خطوط اور تار آنے لگے جن کے جوابات کا اہتمام برادر محترم
جناب قاری مشتاق احمد صاحب و برادر محترم جناب ارشاد احمد صاحب فرماتے
رہے۔ اور ہر طرف سے مخلصین اور اکابر وقت بھی تشریف لاتے رہتے تھے۔
اور سب کے قیام و طعام کا انتظام و اہتمام برادر محترم قاری مشتاق احمد صاحب
زید مجدہٗ فرماتے رہے۔ معالجین نے تاکید کر رکھی تھی کہ حضرت کے قلب و دماغ
پر کسی قسم کا بار نہ ہونا چاہئے اور مستقل آرام کی ضرورت ہے اس لئے ملاقات کا
سلسلہ بھی موقوف کر رکھا تھا۔ البتہ وقتاً فوقتاً حاضرین کو زیارت کا موقع مل
جاتا تھا۔ اخیر میں جب ضعف زیادہ بڑھا اور جسم میں پانی کی کمی محسوس ہوئی

تو ڈاکٹروں نے دو بوتل گلوکوز روزانہ چڑھانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ سترہ روز تک
مسلسل دو بوتل گلوکوز روزانہ چڑھائی جاتی رہی۔ اس سے قدرے قوت محسوس
ہونے لگی۔ جس سے بظاہر کچھ اطمینان بھی ہو چلا تھا۔ لیکن ادھر معالجین اپنی اپنی
تدابیر میں کوشاں تھے اور اُدھر ملک بقا کا مسافر اپنی منزل کی طرف رواں دواں
تھا۔ اب جو سانس باقی رہ گئی تھی وہ محض ذکر و فکر میں غرق تھی۔ غشی کی حالت
میں بھی زبان کی حرکت سے ذکر اللہ کا پتہ چلتا تھا۔ اور زبان سے ہمہ وقت
ذکر اللہ جاری تھا۔

یوں تو حضرت برابر فرمایا کرتے تھے کہ میرا وقت اب قریب آچکا ہے۔ کسی
وقت بھی روح پرواز کر جائے گی۔ شب میں بوقت رخصت اکثر فرماتے کہ دیکھئے
اب رات گزرتی ہے یا نہیں۔ لیکن سبھی حضرات اس بات کو اس پر محمول کرتے
کہ حضرت کا یہ ایک خاص حال ہے اور ہر وقت وصال محبوب کیلئے منتظر بیٹھے
ہیں۔ کسی کو یہ خیال نہیں تھا کہ وقت موعود اس قدر قریب آپہنچا ہے اور
حضرت پر یہ امر مکشوف ہو چکا ہے۔

وصال سے چار پانچ روز قبل چھوٹے صاحبزادے برادر محترم قاری
مشتاق احمد صاحب سے فرمایا کہ "میرا کام پورا ہو چکا اب بہت جلد میں
جانے والا ہوں"۔ قاری صاحب نے پوچھا کہاں جانے والے ہیں؟ تو ہاتھ سے
آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے وہاں

آخری دنوں میں کسی قدر ضعف میں کمی اور آواز میں قدرے قوت محسوس
ہوتی تھی اور آنے جانے والوں سے کچھ گفتگو بھی فرما لیتے تھے جس سے یک گونہ
اطمینان ہو رہا تھا۔ کہ اب حضرت والا کی طبیعت رو بصحت ہے۔ مگر ۲ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ

مطابق ۱۲ر اکتوبر ۱۹۹۱ء ہفتہ کا دن گزرنے کے بعد شب میں اچانک پھر حالت متغیر ہونے لگی۔ محترم طاہر حسین صاحب جو سلیم شیروانی صاحب کے عزیز خاص ہیں اور حضرت والا سے عقیدتمندانہ و مخلصانہ تعلق رکھتے ہیں، موصوف کا معمول بھی تقریباً روزانہ خدمت والا میں حاضری کا تھا، کبھی سلیم صاحب کے ساتھ اور کبھی تنہا بعد نماز مغرب یا دوپہر میں تشریف لایا کرتے تھے، چنانچہ آج بھی حسب معمول بعد نماز مغرب عیادت کیلئے تشریف لائے تو حالت متغیر دیکھ کر بہت متفکر ہوئے اور فوراً شہر کے بڑے بڑے ڈاکٹروں سے رابطہ قائم کرکے ان کو بلایا۔ ڈاکٹروں نے آکسیجن لگایا اور ہر ممکن تدبیر اختیار کی جارہی تھی۔ لیکن ان سب کے باوجود چونکہ وقت موعود آچکا تھا اس لئے کسی کا کوئی بس نہ چل سکا اور حکم قضا غالب آیا۔ جیسا کہ مشہور ہے ؎

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود

(جب قضا آجاتی ہے تو بڑے سے بڑے ماہرین کی عقل کام نہیں کرتی اور حکم الٰہی کے سامنے عاجز ہوکر رہ جاتے ہیں۔)

کثرت ذکر کی وجہ سے حضرت والا کی زبان جس طرح صحت کی حالت میں ہر وقت ذکر اللہ سے تر رہا کرتی تھی، علالت اور غشی کی حالت میں بھی حضرت کی زبان سے ذکر اللہ جاری رہا کرتا تھا۔ ہم لوگ جب بھی دیکھتے زبان حرکت کرتی رہتی تھی۔ صاحبزادے محترم ارشاد احمد صاحب کا بیان ہے کہ اخیر وقت میں سرہانے بیٹھ کر باآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھ رہا تھا اور جو حضرات بھی وہاں موجود تھے سب ہی کی زبان پر کلمہ جاری تھا، اسی حالت میں دیکھا کہ اچانک حضرت خود بخود داہنے کروٹ ہوگئے۔ آکسیجن کی نلی بھی ایک طرف ہٹ گئی۔ میں نے ذرا اور قریب ہوکر دیکھا تو لب مبارک اس وقت بھی جنبش کررہے تھے۔ منہ کے قریب کان لگا کر سنا تو لفظ اللہ صاف سنائی دیا۔ اس کے بعد زبان بند ہوگئی۔ اور روح قفس عنصری سے پرواز کرکے

رفیق اعلیٰ سے جاملی۔ اور ۲ر ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۲ر اکتوبر ۱۹۹۱ء ہفتہ کا دن گزار کر شب میں دس بج کر بیس منٹ پر سن عیسوی کے مطابق ترانوے سال اور سن ہجری کے مطابق چھیانوے سال کی عمر میں اس دار فانی سے دار البقا کی طرف رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

احقر کی آخری ملاقات:

آج ۱۲ر اکتوبر بوقت دوپہر حسب معمول حاضری ہوئی اور نہایت بشاشت کے ساتھ کافی دیر تک تلطف و شفقت فرماتے رہے اور دست شفقت بار بار پھیرتے اور دعائیں دیتے رہے اور گفتگو بھی فرماتے رہے۔ اثنائے کلام یہ بھی فرمایا کہ آپ نے ہمیشہ میری رعایت کی۔ میں آپ سے بہت خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔ پھر دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا۔ کیا معلوم تھا کہ یہ ملاقات آخری ہے اور یہ مصافحہ الوداعی ہے۔

بعد نماز عشاء حضرت کے نواسے عزیزم آصف سلمہٗ نے آکر خبر دی کہ نانا جان کی حالت اس وقت بہت نازک ہے اخیر وقت معلوم ہوتا ہے آپ جلدی چلئے چنانچہ محترم شمیم ہاشمی صاحب جو اس وقت میرے پاس موجود تھے ان کی اسکوٹر پر بیٹھ کر فوراً حاضر ہوا تو دیکھا کہ باہری کمرہ میں تینوں صاحبزادگان اور شب بیدار خدام گریاں و بریاں تڑپ رہے ہیں۔ اس منظر کو دیکھ کر دل پاش پاش ہونے لگا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے قلب کو سنبھالا اور معاً حضرت کے کمرہ میں داخل ہوکر حاضرین کی مدد سے پلنگ کا رُخ صحیح کیا۔ اس کے بعد صاحبزادگان کو ضروری انتظامات اور آخری خدمات انجام دینے کی طرف متوجہ کرنے کی توفیق ہوئی۔ اولاً حضرت کے وطن مالوف پھولپور ضلع پرتاب گڑھ لے جانے کی طرف رجحان تھا۔ احقر نے عرض کیا کہ

Scanned with CamScanner

حکم شرع بھی یہی ہے کہ جہاں وفات ہو اسی جگہ تدفین بھی ہو۔ اور حتی المقدور تعمیل کی جائے
اس لئے بہتر یہی ہے کہ حضرت کو الہ آباد ہی میں رکھا جائے۔ پھر حضرت مولانا شاہ ابرار الحق
صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے فون آیا جس میں حضرت نے بھی یہی تاکید فرمائی تھی
کہ تدفین الہ آباد میں ہونی چاہیئے چنانچہ سب حضرات اسی بات پر متفق ہوئے کہ تدفین
الہ آباد ہی میں ہو۔ شب میں انتظام دشوار تھا اس لئے علی الصباح انتظامات شروع
ہوئے اور بروز یکشنبہ ۳ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۱ء بعد ظہر
نماز جنازہ منصور پارک میں ادا کی گئی اور حضرت کے بڑے صاحبزادے برادر محترم
اشتیاق احمد صاحب مدظلہ نے امامت فرمائی۔ اژدحام اس قدر تھا کہ تعداد و شمار
کا اندازہ مشکل تھا۔ تاحد نظر انسانوں کا سیل رواں ہر طرف دکھائی دیتا تھا۔
نماز کے بعد عاشق حق کا جنازہ محبوبانہ شان کے ساتھ عشاق کے دوش پر جی ٹی روڈ
سے روانہ ہو کر آرام باغ کے شہر خموشاں نامی قبرستان تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں
پہنچا۔ ہجوم اس قدر تھا کہ تابوت میں مزید بانس کندھا دینے کے لئے لگائے گئے
پھر بھی بہت سے حضرات کندھے نہ دے سکے۔ اسی طرح مٹھیوں سے قبر میں مٹی
پڑ ہو گئی۔ بعضوں کو صرف مس ہی پر اکتفا کر لینا پڑا۔ یہ شان محبوبی دیکھ کر اغیار
بھی حیرت زدہ ہو کر محو تماشا تھے۔ اور ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ یہ کس کا
جنازہ ہے۔ احقر کی زبان پر تو بے ساختہ یہ اشعار جاری تھے ؎

سرو سیمینا بصحرا می روی — سخت بے مہری کہ بے ما می روی
اے تماشا گاہِ عالم روئے تو — تو کجا بہر تماشا می روی
دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست
تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

محترم جناب اقبال سلیم شیروانی صاحب کا حضرت والا سے تعلق

الہ آباد کے مخلصین میں سے جن حضرات نے حضرت اقدس رح کو اپنے خلوص و محبت
سے ہمیشہ خوش رکھا اور حضرت رح کی دعا و توجہ ان کو برابر حاصل رہی۔ ان خوش نصیبوں
میں محترم جناب اقبال سلیم شیروانی صاحب بھی ہیں۔ موصوف کا حضرت والا رح سے
تعلق اپنے والد محترم کی حیات ہی سے قائم تھا۔ ان کے انتقال کے حضرت رح سے
تعلق اور بڑھا اور عقیدت و محبت میں روز بروز ترقی ہوتی رہی۔ والد محترم جناب
شیروانی صاحب بھی حضرت سے عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا
تو حضرت والا پھولپور پرتابگڈھ تشریف فرما تھے۔ محترم سلیم صاحب اور ان کی
والدہ محترمہ کی درخواست پر نماز جنازہ پڑھانے کے لئے الہ آباد تشریف لائے
جب شیروانی لاج پہنچے، ہجوم کافی تھا اور فوٹو گرافر بھی اپنے سامان کے ساتھ موجود
تھے۔ حضرت رح کی نظر اچانک اس طرف پڑی تو سلیم صاحب سے فرمایا کہ پہلے ان لوگوں
کو ہٹایا جائے تب میں نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔ چنانچہ سب کو فوراً ایک کمرے کے اندر
کر کے دروازہ بند کر دیا اور عرض کیا کہ حضرت میں نے ان لوگوں کو کمرے میں بند کر دیا
ہے۔ آپ باطمینان نماز پڑھائیں کوئی فوٹو نہیں کھینچے گا۔ اس کے بعد حضرت والا نے
نماز جنازہ پڑھائی۔

پھر سلیم صاحب وقتاً فوقتاً خدمت والا میں حاضر ہونے لگے۔ اور باوجود اپنے
مشاغل کثیرہ کے اثنائے قیام الہ آباد روزانہ کم از کم ایک بار ضرور تشریف لاتے،
اور حضرت والا سے دعا و توجہ کے ساتھ اپنے ذاتی امور میں مشورہ بھی کرتے۔ اکثر
مسائل شرعیہ دریافت کرتے ہوئے دیکھا۔ کبھی کبھی مسائل کے سلسلہ میں حضرت والا

Scanned with CamScanner

موصوف کو احقر کی جانب رجوع فرمادیا کرتے تھے۔ اور بفضلہ تعالیٰ احقر کے جواب سے
تشفی بھی ہوجاتی تھی۔

ماشاء اللہ موصوف برابر مسائل شرعیہ دریافت فرماتے اور شریعت کی روشنی
میں عمل کی کوشش کرتے ہیں۔ الغرض حضرت رح کے فیض صحبت سے موصوف کو
اور ان کے گھرانے کو دینی نفع بھی پہنچا اور حضرت رح کی دعا و توجہ کی برکت سے دنیوی
ترقیات بھی حاصل ہوئیں۔

عادت اللہ یونہی جاری ہے کہ جو شخص بھی اہل اللہ سے خلوص کے ساتھ
تعلق رکھتا ہے اسے دینی و دنیوی دونوں نفع پہنچتا ہے۔ جیسا کہ حضرت رح
فرماتے ہیں ؎

محبت میں کسی کا کب بھلا نقصان ہوتا ہے
یہاں تو فائدہ ہی فائدہ ہر آن ہوتا ہے

اللہ والوں کی خدمت میں آنے والا اور ان سے عقیدت ومحبت رکھنے والا،
کبھی محروم نہیں رہ سکتا۔ اس لئے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار ہوتے ہیں
جس پر بھی ان کی نظر پڑتی ہے وہ بھی متأثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ جو کوئی عقیدت
ومحبت کے ساتھ ان کا دامن تھام لے وہ ضرور کامیاب ہوتا ہے۔ اس مضمون کو
حضرت کے کلام میں ملاحظہ فرمائیں ؎

جسے بھی اک نظر دیکھیں وہی ہوجائے دیوانہ ‏ رسائی جنکی ہے اے دوست دربار محبت میں
پکڑ لے ہاتھ جو ان کا وہی محبوب تک پہنچے ‏ خوشا یہ شان محبوبی فدا کار محبت میں

محبت تیری یہ برکت، محبت تجھ پہ صد رحمت
نہیں پندار دیکھا میں نے سرشار محبت میں

محترم سلیم صاحب، انکی والدہ محترمہ اور پورا گھرانہ حضرت والا رح سے انتہائی عقیدت ومحبت
کا تعلق رکھتا تھا۔ اور حضرت رح بھی ان کے خلوص ومحبت کی قدر فرماتے تھے۔
علاج ومعالجہ کے سلسلہ میں بھی موصوف نے نہایت خلوص ومحبت کا ثبوت دیا اور ہر
ممکن سعی فرماتے رہے۔ ایک دفعہ علاج ہی کے اہتمام کی خاطر حضرت والا کو چند روز کے لئے
اپنے مکان پر مہمان رکھا اور شہر کے مشہور ڈاکٹروں کو بلا کر دکھلایا اور وقتاً فوقتاً محترم ڈاکٹر
ابرار احمد صاحب کے مشورہ سے شہر کے مختلف ڈاکٹروں کو حضرت کی جائے قیام پر بھی
بلاتے اور ان کی آمد کے وقت خود بھی موجود رہتے اور شریک مشورہ ہوتے، جس سے
حضرت کو نہایت مسرت ہوتی اور موصوف کو بہت دعائیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے
موصوف کے قلب میں حضرت والا رح کی ایسی محبت ڈال دی تھی کہ روزانہ جب تک حضرت والا
کی زیارت نہ کر لیتے دل کو سکون و قرار نہ ہوتا۔ اکثر دوپہر میں بوقت حاضری خدمت
اقدس ہی میں احقر سے بھی ملاقات ہوا کرتی تھی۔

حضرت والا رح کے لئے مستقل ایک کار مخصوص کر رکھی تھی جو روزانہ صبح فیکٹری سے
مع ڈرائیور آکر کھڑی رہتی تاکہ جس وقت بھی کہیں تشریف لے جانا چاہیں بے تکلف
جاسکیں۔ چنانچہ اکثر وبیشتر صبح نو دس بجے کے درمیان اور عصر کے بعد حضرت والا
مولانا قمر الزماں صاحب مدظلہ، اور محترم حکیم محمد سلیمان فخری صاحب مدظلہ، یا دیگر
حضرات کو ساتھ لے کر تھوڑی دیر کیلئے کسی طرف تشریف لے جاتے۔ کبھی کبھی معیت
کی سعادت احقر کو بھی حاصل ہوجاتی۔ اثنائے تفریح بھی کسی کی عیادت فرمالیتے
اور کبھی محترم جناب حبیب صاحب جو حضرت کے خویش ہیں اور شہر الہ آباد کی نوآباد کالونی
کرلی اسکیم میں قیام پذیر ہیں، ان کے مکان پر تشریف لیجاکر صاحبزادی اور ان کے بچوں سے
ملاقات کر کے واپس ہوجاتے۔ اور کبھی دوپہر میں چند گھنٹے وہیں آرام فرما کر پھر ظہر کے وقت

Scanned with CamScanner

جائے قیام پر تشریف لاکر معمولات میں مشغول ہو جاتے۔

اس مقام پر ایک بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ جب کبھی روزانہ کے معمول سے زائد گاڑی کے استعمال کی ضرورت در پیش ہوتی تو حضرت والا بدون مستقل اجازت حاصل کئے استعمال نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ اکثر دیکھا کہ محترم جمال رافع شیروانی صاحب جو سلیم صاحب کے عزیزوں میں سے بھی ہیں اور حضرت والا سے عقیدتمندانہ مخلصانہ تعلق رکھتے ہیں ان کو بلا کر فرماتے کہ آپ سلیم صاحب کو اطلاع کر دیں کہ گاڑی فلاں جگہ بھیجنا ہے، ان کی اجازت ہو تو بھیجیں۔ اور وہ جواب میں ہمیشہ یہی فرماتے کہ میں نے تو یہ گاڑی حضرت ہی کیلئے مخصوص کر رکھی ہے۔ حضرت والا جب جہاں چاہیں بھیج دیا کریں۔ لیکن پھر بھی حضرت والا کا معمول تا زندگی یہی رہا کہ جب بھی گاڑی باہر بھیجنا ہوتا، موصوف کو اطلاع کر کے باقاعدہ اجازت ضرور حاصل فرماتے۔ اتنی دقیق اور باریک رعایات ہر معاملہ میں فرمانا حضرت ہی کی خصوصیات میں سے ہے اور غایت ورع و تقویٰ پر بیّن دلیل ہے جس سے ہر قدم پر ایک سبق حاصل ہوتا ہے۔

حضرت والا کو آخری غسل حضرتؒ کے مخصوص خدام اور گھر کے حضرات نے دیا۔ سنت کے مطابق حضرتؒ کے لئے بغلی قبر بنائی گئی۔ قبرستان پہنچ کر سب سے پہلے حضرت کے منجھلے صاحبزادے برادرم ارشاد احمد صاحب جنھوں نے ڈاکٹر ابرار صاحب کے مکان سے لیکر قبرستان تک تابوت کا پایہ پکڑ رکھا تھا قبر کے اندر اترے اور اسمیں سے ڈھیلے اور کنکروں کو قبر سے نکال کر اسکی صفائی کی۔ پھر محترم ڈاکٹر ابرار احمد صاحب اور محترم سلیم صاحب اور عزیزم حافظ محی الدین سلمہٗ ابن مولانا جامی صاحبؒ قبر میں اترے اور ان سب حضرات نے مل کر حضرت والا کے جسد مبارک کو قبر میں رکھا۔ واقعی یہ حضرات ہم سب کیلئے قابلِ رشک ہیں۔ حق تعالیٰ ان خدمات کو قبول فرمائے۔ اور آخرت میں نافع بنائے۔ اور حضرت والاؒ کو اعلیٰ علیین میں قرب خاص سے نوازے۔ آمین!

تعلیمات:- حضرتؒ کی تعلیمات میں سب سے زیادہ اہم اتباع سنت اور مخلوق پر شفقت و محبت ہے اور ان میں جو چیز اصل الاصول کا درجہ رکھتی ہے وہ اخلاص و تقویٰ ہے۔ ان دونوں کی تعلیم و تاکید برابر فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت کے مواعظ و ملفوظات کا مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں۔ طالبین کے لئے تعلیمات کا خلاصہ ایک مسترشد کی درخواست پر حضرت اقدسؒ نے ایک روز قلم برداشتہ تحریر فرمادیا تھا جو "جامع دستور العمل" کے عنوان سے روح البیان کے اخیر میں درج ہے۔ بلاشبہ یہ مضمون ہر طالب آخرت کیلئے ایک بہترین دستور العمل ہے ہم سب کو چاہئے کہ ان تعلیمات کو بغور پڑھیں اور بار بار مطالعہ کریں اور ان بیش بہا ضائع کو حرز جان بنائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

اللہ پاک کی توحید پر قائم رہیں۔ سنت کی پابندی کریں۔ خلاف شریعت اور خلاف سنت کوئی کام نہ کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر پابندی سے عمل کریں۔ اللہ پاک کی نافرمانی سے بچیں۔ اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے، فوراً سچے دل سے توبہ کریں۔ اللہ پاک اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضیات پر عمل کریں۔ تقوےٰ اختیار کریں۔ حرام سے پرہیز کریں۔ حلال روزی حاصل کر کے کھائیں۔ اللہ کا ذکر کرتے رہیں، خوب عاجزی سے گڑگڑا کر اللہ پاک سے دعا مانگیں۔ اللہ سے ڈرتے رہیں۔

اللہ کی محبت پیدا کرنے کی کوشش کریں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو سوچا کریں اس سے اللہ پاک کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور اللہ کی محبت بزرگان دین کی صحبت میں حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اہل اللہ کی مجلس میں حاضری دیا کریں۔ کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق پیدا کرنا

بھی بہت ضروری ہے۔ اللہ کے ولی وہ لوگ ہیں جو مومن کامل اور متقی ہیں۔ شریعت مقدار
اور سنت مطہرہ کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ پس جو شخص خلاف شریعت عمل کرتا ہے وہ ہرگز
بزرگ اور ولی نہیں ہے، دھوکہ نہ کھائیں۔

تمام معاملات میں شریعت وسنت کے مطابق عمل کریں۔ شادی وغمی وغیرہ میں
کوئی بات خلاف شریعت ہرگز نہ کریں، چاہے کوئی بھی ناراض ہو جائے اس کی پرواہ نہ کریں
بس اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راضی کرنے کی فکر کریں مستقل معاملات
کا خاص خیال کریں اور اخلاق کی درستگی کا بھی اہتمام کریں۔ اللہ کے ذکر میں جہاں تک
ہو سکے مشغول رہیں۔

باجے گاجے سے بالکل پرہیز کریں۔ شرک وبدعت کے قریب نہ جائیں۔ شرک سے بڑا کوئی گناہ
نہیں۔ اور بدعت سراسر ضلالت اور سب سے بڑی معصیت ہے۔ لہذا ہرگز ہرگز ان کے قریب نہ جائیں
بدعتی کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا، نماز نہ روزہ، نہ حج نہ زکوٰۃ، نہ نفل نہ فرض، کچھ بھی
مقبول نہیں۔ دین میں جو نئی نئی باتیں ایجاد کی گئی ہیں، ان کے قریب ہرگز نہ جائیں، بس
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر مضبوطی سے عمل کرتے رہیں، انشاء اللہ فلاح دارین حاصل
کر لیں گے، اللہ راضی ہو جائے گا۔ اور جس سے اللہ راضی ہو گیا اس کو سب کچھ مل گیا۔
اور جس سے اللہ ناراض ہو گیا وہ سب کچھ کھو بیٹھا۔ اسے دین ودنیا میں خرابی اور خسارہ کے
علاوہ کچھ نہ ملے گا۔ سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اللہ راضی ہو جائے۔ بس تعلق مع اللہ سے
بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے۔

مسائل کو علمائے ربانی سے پوچھتے رہیں اور پوچھ پوچھ کر اس پر عمل کریں، اپنی مرضی
اور تجویز سے کوئی کام نہ کریں، قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہیں، درود شریف اور استغفار
کی کثرت کریں۔ موت کو کثرت سے یاد کریں اور موت کا مراقبہ کرتے رہیں۔

دنیا کو بالکل معتبر نہ سمجھیں، اکثر کو بچپن ہی میں اور بہتوں کو جوانی میں موت آجاتی ہے،
اور بعض بڑھاپے تک پہنچ جاتے ہیں مگر تمام عمر دنیا کا دھندا ختم نہیں ہوتا۔

قیامت کے دن سوائے دین اور تقویٰ کے کوئی چیز کام نہیں آوے گی، وہاں یہ نہیں پوچھا
جائے گا کہ تم فلاں کے بیٹے اور فلاں کے پوتے تھے بلکہ وہاں صرف تقویٰ کام آئیگا۔ واجبات کو
ادا کرنا اور محرمات، مکروہات اور مشتبہات کو ترک کرنا، اسی کا نام تقویٰ ہے، اسکا اہتمام رکھیں
اور جس جگہ دینی ودنیوی دونوں مصلحتیں جمع ہوں، وہاں دینی مصلحت کو مقدم رکھیں۔ جو شخص
دینی مصلحت کو مقدم رکھتا ہے دنیا بھی تقدیر کے موافق اسکو مل جاتی ہے۔ اور جو شخص دنیا کی مصلحت
کو مقدم رکھتا ہے تو دنیا بھی اس کو ہاتھ نہیں آتی۔

حقوق العباد کی ادائیگی کا خاص اہتمام کریں، ان کو تلف نہ ہونے دیں۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ
تو خود رحیم وکریم ہیں اور پھر ان کے دربار میں انبیائے کرام اور پیران عظام شفاعت بھی کریں گے
اس لئے ان کے حقوق میں تو عفو ودرگزر کی امید ہے۔ لیکن حقوق العباد کا معاملہ بہت اہم ہے
انکی مغفرت نہیں ہوگی۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ؎

مباش در پے آزار وہرچہ خواہی کن
کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

کچھ دوسری نصیحتیں، جو دین ودنیا کے لئے مفید ہیں

وہ یہ کہ اپنی بیوی بچوں، نوکر چاکر اور رعایا وماتحت میں سے ہر ایک کے ساتھ ایسا برتاؤ
کریں کہ وہ خوش ہوں اور محبت رکھیں اور ان کے ساتھ اس قدر اخلاق ومروت اور غمخواری
وحسن سلوک برتیں کہ وہ لوگ بجان ودل تمہارے گرویدہ ہو جائیں۔ ان سب کے باوجود اگر
کوئی شخص محض اپنے حسد کی وجہ سے تم سے ناخوش ہو تو وہ معتبر نہیں۔

Scanned with CamScanner

اپنے بڑوں کو ادب و فرمانبرداری اور خدمت گزاری سے راضی رکھیں مگر جب یہ
لوگ معصیت کا امر کریں اسمیں انکی اطاعت ہرگز نہ کریں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ یعنی حق تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق
کی اطاعت جائز نہیں۔ اپنے چھوٹوں کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کریں اور اپنے ہم عمر
بھائیوں اور دوستوں، ہمنشینوں اور پڑوسیوں کے ساتھ اخلاص، محبت اور غمخواری و ہمدردی
کے ساتھ رہیں۔ ہر ایک کے ساتھ خندہ روئی سے پیش آئیں۔ ہر مسلمان سے سلام کرنے میں پہل کریں۔
دنیا چند روزہ ہے، دنیوی معاملات کی وجہ سے آپس میں قطع تعلق نہ کریں کیونکہ
گھر اسی وقت برباد ہوتا ہے جب اسمیں رہنے والے آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں۔

اور جن لوگوں سے دشمنی کا اندیشہ ہو ان کو نیکی اور حسن سلوک سے شرمندہ اور مرعوب کرنا
چاہئے۔ اپنے برتاؤ سے ان کو بھی خوش رکھیں۔ جو اپنے لئے پسند کریں وہی دوسروں کیلئے پسند کریں۔
ہر مسلمان کو اپنے ہاتھ اور زبان کی ایذا سے محفوظ رکھیں۔

بس ان نصیحتوں پر عمل کریں، اوامر کی پابندی کریں اور نواہی سے بچنے کا اہتمام
کریں، خود بھی نیک بنیں اور دوسروں کو بھی نیک بنانے کی سعی کریں۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے
اور عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَالْفِعْلِ وَالْعَمَلِ
وَالنِّيَّةِ وَالْهُدٰى اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

یہ حضرت رحمہ اللہ کا پیغام ہے ہر مسلمان کے نام سے

مرا پیغام ہے سارے زمانے کے لئے احمد
مرا پیغام کیا ہے بلکہ ہے پیغام ربانی

اوراد و وظائف

حضرت والا رحمہ اللہ ہر طالب کو مناسب حال ذکر و شغل بھی تلقین فرمایا کرتے تھے۔
اکثر و بیشتر جن اذکار کی تلقین فرماتے وہ یہاں پر درج کئے جاتے ہیں:-
نماز و تلاوت قرآن پاک اور نماز تہجد پر مداومت۔

۱- أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ إِلَيْهِ صبح و شام ایک ایک تسبیح
۲- تیسرا کلمہ۔ ایک تسبیح (سو بار)
۳- سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ ایک تسبیح۔
۴- لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ ایک تسبیح۔
۵- يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ۔ صبح و شام ایک ایک تسبیح۔
۶- مختصر درود شریف صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ۔ کم از کم تین تسبیح۔
۷- صلوٰۃ السعادۃ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ صَلٰوةً دَائِمَةً بِدَوَامِ مُلْكِ اللّٰهِ۔ تین تسبیح۔
۸- بارہ تسبیح۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً درود شریف گیارہ بار۔ اس کے بعد یہ دعا تین بار پڑھے اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ عَنْ غَيْرِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِيْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ بعدہٗ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دو سو بار۔ إِلَّا اللّٰهُ۔ چار سو بار۔

ف: چونکہ حضرت اقدس رحمہ اللہ کو سلسلہ چشتیہ و نقشبندیہ دونوں سے مستقلاً اجازت حاصل تھی اس لئے دونوں سلسلوں کے اذکار حسب مناسبت تعلیم فرماتے تھے اور دوازدہ تسبیح میں تخفیف کرکے اکثر سات تسبیحات کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ ۱۲۔
[1] درمیان میں آٹھ دس مرتبہ کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملا لیا کریں۔

Scanned with CamScanner

اَللّٰہُ اَللّٰہُ[1] - چھ سو بار - اَللّٰہُ - ایک سو بار - اخیر میں گیارہ مرتبہ سورۂ ... پڑھا کرے
(نصف دوازدہ تسبیح) :- لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دو سو بار - اِلَّا اللّٰہُ دو سو بار -
اَللّٰہُ اَللّٰہُ دو سو بار - اَللّٰہُ ایک سو بار - سب ملا کر سات تسبیح پڑھے جب اس پر
مداومت ہو جائے تو پوری بارہ تسبیح پڑھے۔

۹- اسم ذات کا ورد کم از کم چھ ہزار بار۔

۱۰- کسی وقت زبان و آنکھ بند کر کے محض دل کے خیال سے اَللّٰہُ اَللّٰہُ ایک تسبیح (بغیر زبان ہلائے)

۱۱- سورۂ اخلاص - ایک تسبیح یا دو تسبیح - جس قدر ممکن ہو۔

۱۲- یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ کا ورد چلتے پھرتے، وضو بلا وضو ہر وقت کرا رہے۔

۱۳- حل مشکلات کیلئے یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ پانچ سو مرتبہ، اول و آخر درود شریف سات مرتبہ پڑھ کر دعا کرے۔ یا آیت کریمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ تین سو مرتبہ، اول و آخر درود شریف سات مرتبہ پڑھکر دعا کرے

۱۴- سحر و آسیب کیلئے سورۂ فاتحہ، چاروں قل، آیۃ الکرسی سات سات بار یا تین بار پڑھ کر دم کرے۔ اور اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ کُلِّھَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ پڑھ کر گھر میں پھونک ماردیں۔

۱۵- سوتے وقت روزانہ محاسبۂ اعمال اور مراقبۂ موت کا اہتمام کریں۔

۱۶- ظاہری و باطنی گناہوں اور رسوم و بدعات سے پرہیز کریں۔

۱۷- صالحین کی صحبت و خدمت کو لازم پکڑیں۔

۱۸- ہر حال میں تضرع و زاری کے ساتھ حق تعالیٰ سے دعا کا التزام کریں۔

وباللہ التوفیق۔

---

[1] درمیان میں گاہے گاہے اللّٰہ حاضری اللّٰہ ناظری، اللّٰہ معی کہہ لیا کریں۔

شجرۂ طیبہ نقشبندیہ مجددیہ

(بزبان اردو)

حمد ہے سب رب ہر شاہ و گدا کے واسطے
ہے درود و نعت ختم الانبیا کے واسطے

اور سب اصحاب و آل مصطفیٰ کے واسطے
کر دعا مقبول یارب مجھ گدا کے واسطے

میرے مولا اپنی ذات کبریا کے واسطے
رحمۃ للعالمین و اولیا کے واسطے

شیخ کامل شاہ احمد[1] باصفا کے واسطے
حضرت بدر[2] علی بدر ہدیٰ کے واسطے

فضل[3] حق قطب دوراں مقتدیٰ کے واسطے
خواجہ آفاق[4] قطب اتقیا کے واسطے

زضیاء اللہ ولی[5] پُر ضیا کے واسطے
قبلۂ عالم زبیر[6] باصفا کے واسطے

حجۃ اللہ[7] نقشبند پیشوا کے واسطے
خواجہ معصوم[8] ابن الاولیا کے واسطے

شیخ احمد[9] ہادی دیں رہنما کے واسطے
باقی[10] باللہ ہادی راہ خدا کے واسطے

خواجہ امکنگی[11] ولی باصفا کے واسطے
شیخ درویش[12] محمد باوفا کے واسطے

حضرت زاہد[۱۳] شہ زہد و تقا کے واسطے
شیخ عبید اللہ[۱۴] مقبول خدا کے واسطے
حضرت یعقوب[۱۵] چرخی مقتدا کے واسطے
شہ علاء الدین[۱۶] عارف رہنما کے واسطے
شہ بہاء الدین[۱۷] امام اولیاء کے واسطے
حضرت خواجہ کلال[۱۸] پُر ضیا کے واسطے
خواجہ سماسی[۱۹] ولی و پیشوا کے واسطے
شہ علی رامیتنی[۲۰] پیر ہدیٰ کے واسطے
خواجہ محمود[۲۱] سرتا پا غنا کے واسطے
خواجہ عارف[۲۲] عارف ذات خدا کے واسطے
عبد خالق[۲۳] غجدوانی بے ریا کے واسطے
شیخ ابو یوسف[۲۴] سراج الاولیا کے واسطے
بوعلی[۲۵] و بوالحسن[۲۶] فضل خدا کے واسطے
بایزید[۲۷] حق نما شمس الہدیٰ کے واسطے
جعفر صادق[۲۸] امام الاولیاء کے واسطے
شیخ قاسم[۲۹] شیخ سلماں[۳۰] حق نما کے واسطے
بوبکر صدیق[۳۱] ضمن مجتبیٰ کے واسطے
رحمت عالم محمد مصطفیٰ کے واسطے

صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

خلفاء و مجازین

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ نے مرض وفات ہی کے دوران برادر محترم جناب قاری شاق احمد صاحب زید مجدہ کو اپنے خلفاء و مجازین کی فہرست قلمبند کرادی تھی اور حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی طرح حضرتؒ نے بھی اپنے خلفاء کی دو قسم فرمائی ہے۔ ایک مجازین بیعت جن کو تعلیم و تلقین کے ساتھ چاروں سلسلوں میں بیعت کی بھی اجازت ہے۔ دوسری قسم مجازین صحبت، جن کو تعلیم و تلقین اور اصلاح و تربیت کی اجازت ہے، بیعت کی اجازت نہیں۔

وہ مرتب شدہ فہرست محترم قاری صاحب کے پاس محفوظ تھی اور موصوف نے اسے شجرہ منظومہ کے ساتھ مستقل طور پر کتابی شکل میں شائع بھی فرما دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے ممتاز خلفاء میں سے تھے، اور حضرت کی سوانح حیات آپ ہی نے مرتب فرمائی تھی خاتمۃ السوانح میں صفحہ ۱۱۳ پر "مشورۂ نیک" کے عنوان سے جو کچھ تحریر فرمایا ہے مناسب مقام ملخصاً نقل کرتا ہوں۔

"حضرت اقدس کے خدام عموماً سخت حیران و پریشان دیکھے گئے کہ اب کیا کریں، کہاں جائیں۔ ان کی یہ حیرانی و پریشانی بالکل بجا ہے کیونکہ ان کی آنکھوں نے تو ایک ایسے شیخ اکمل الکاملین کو دیکھا ہے جو کہیں صدیوں کے بعد پیدا کیا جاتا ہے۔ وہ اب کہاں نصیب۔ ایسی حالت میں بھلا کوئی دوسرا اس کی نظر میں کیا جچ سکتا ہے، اور کیونکر جچ سکتا ہے۔ بقولے ؎

همه شهر پر ز خوبان منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم یک بیں نکند بکس نگاہے

چونکہ ابھی ابھی آفتاب غروب ہوا ہے اس لئے ٹمٹماتے ہوئے چراغ ایسے نظر آرہے ہیں جیسے جل ہی نہیں رہے ہیں۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ یہی چمک اٹھیں گے۔ جیسے خود حضرت اقدس اسی قسم کے تذکرہ پر فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت بڑوں کے سامنے چھوٹے چھوٹے نظر آرہے ہیں، لیکن بعد کو یہی چمکیں گے اور بڑے نظر آنے لگیں گے اور انہی سے حق تعالیٰ دین کا کام لیں گے۔ ہمیشہ عادت اللہ یہی جاری ہے۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ؎

چونکہ شد خورشید و مارا کرد داغ
چارہ نبود در مقامش جز چراغ

(یعنی جب آفتاب رخصت ہو گیا تو اب اس کی جگہ بجز چراغ سے روشنی حاصل کرنے کے کوئی چارۂ کار نہیں)

غرض اب تو سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ ان ٹمٹماتے ہوئے چراغوں ہی سے اپنا کام نکالا جائے۔ اور اگر طالبین میں استعداد کامل ہوگی تو وہ فیض بھی کامل حاصل کرسکیں گے۔ اور ان ٹمٹماتے ہوئے چراغوں ہی سے مشعلیں بھی روشن کی جاسکیں گی۔

بعض طالبین کو مجازین سے رجوع کرنا اس لئے گوارہ نہیں ہوتا کہ ہم چھوٹوں سے کیوں رجوع کریں۔ حالانکہ چھوٹا اگر بالفرض زیادہ کامل نہیں بھی ہوا تو اگر سلسلہ صحیح ہے تو اس کو کہیں نہ کہیں سے فیض ضرور پہنچے گا اور اس کا کام بن جائے گا۔ اگر وہ خود کامل نہیں، اس سے اوپر والا تو کامل ہوگا۔ اگر وہ بھی نہیں تو اس سے اوپر والا علیٰ ہذا۔ اور یہاں تو بفضلہ تعالیٰ ایک ہی کے بعد

دوسرا کامل جگہ واس انکا طالبین موجود ہے۔ یہاں تو قریب ہی سے کام نکل جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ بہرحال وہ اس کو چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں۔ طالبین جس سے مناسبت دیکھیں رجوع کریں، انشاء اللہ تعالیٰ محروم نہ رہیں گے۔ اور عدم واقفیت کی صورت میں خود حضرت اقدس یہ ارشاد فرما گئے ہیں کہ چند خلفاء کو اپنے حالات لکھیں، جس کے جواب سے زیادہ تسلی ہو ان سے توکلاً علی اللہ رجوع کریں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اگر ایک بار میں تسلی نہ ہو تو چند بار چند صاحبوں کو مختلف حالات لکھتے رہیں۔ پھر کچھ عرصہ میں انشاء اللہ تعالیٰ مناسبت کا پتہ چل جائے گا اور مناسب شخص متعین ہو جائے گا۔ پھر بس اسی سے اپنی اصلاح کراتے رہیں۔ لیکن بہر حال حضرت اقدس کی تصانیف کا مطالعہ مثل وظیفہ کے اپنے اوپر لازم کرلیں۔ کیونکہ حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ چاہے دو ورق ہی ہوں لیکن مثل وظیفہ کے روزانہ مطالعہ ہونا چاہئے۔ اس سے بہت نفع ہوتا ہے اور تجدید ہوتی رہتی ہے۔ بالخصوص اب حضرت اقدس کے بعد تو حضرت کے فیوض و برکات اور تعلیمات و ہدایات تصانیف ہی سے حاصل کی جاسکتی ہیں ؎

چوں کہ گل رفت و گلستاں شد خراب
بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

بس اب یہی ہم لوگ کریں کہ حضرت اقدس کی سب کتابوں کو التزاماً مطالعہ و عمل میں رکھیں۔ ان میں سب کچھ موجود ہے۔ حضرت کوئی کسر نہیں چھوڑ گئے۔ دین کے راستہ کو بالکل صاف و بے غبار و سہل فرما گئے ہیں۔ بقول احقر ؎

اتنا کیا ہے آپ نے آساں طریق کو
کہہ سکتے ہیں کہ راہ کو منزل بنا دیا

Scanned with CamScanner

ایک ملفوظ میں بتاکید فرمایا کہ سارے طریق کا خلاصہ بس دو چیزیں ہیں اخلاص اور ہمت اور ان میں بھی ہمت اصل ہے۔ کیونکہ خلاص کے لئے بھی ہمت ہی کی ضرورت ہوگی۔ تو گویا ہمت ہی سارے طریق کا خلاصہ ٹھہرا۔ اللہ بس اس کی توفیق دے تو یہ راستہ بالکل سیدھا اور صاف ہے۔ قدم اٹھائے چلے جائیے۔

اسی ملفوظ کو احقر نے یوں نظم کیا ہے ؎

تجھ کو جو چلنا طریق عشق میں دشوار ہے
تو ہی ہمت ہار ہے ہاں تو ہی ہمت ہار ہے

ہر قدم پہ تو جو رہرو کھا رہا ہے ٹھوکریں
لنگ خود تجھ میں ہے ورنہ راستہ ہموار ہے

سختیٔ رہ سے نہ ڈر ہاں اک ذرا ہمت تو کر
گامزن ہونا ہے مشکل راستہ مشکل نہیں

کام کو خود کام پہنچا دیتا ہے انجام تک
ابتدا کرنا ہے مشکل انتہا مشکل نہیں

حسب ارشاد حضرت اقدس امور غیر اختیاریہ کے پیچھے نہ پڑے، اختیاریہ میں کوتاہی نہ کرے۔ اگر کوتاہی ہو جائے فوراً توبہ سے اس کا تدارک کرکے پھر کام میں مشغول ہو جائے۔ بس اسی طرح زندگی بھر کرتا رہے ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش
تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

پسماندگان:-

پسماندگان میں چھ صاحبزادیاں اور تین صاحبزادگان اور ان سب کے اہل و عیال ہیں۔

۱۔ سب سے بڑے صاحبزادے محترم جناب مولانا اشتیاق احمد صاحب مدظلہ، جو حضرت رح کے مجاز بیعت بھی ہیں اور وعظ و ارشاد اور تعویذات وغیرہ میں حضرت کی نیابت فرما رہے ہیں۔ ماشاء اللہ انداز بیان میں حضرت رح کی جھلک آتی ہے۔

۲۔ حضرت کے دوسرے صاحبزادے برادر محترم جناب ارشاد احمد صاحب مدظلہ ہیں، جن کا قیام حضرت رح کی قدیم قیامگاہ صابری منزل میں رہتا ہے۔ اور حضرت کو ان سے کافی مناسبت تھی اور بہت قریب و بے تکلف تھے۔ ادب کے ساتھ مناسب مشورے بھی دیا کرتے اور حضرت اسے قبول فرما لیتے۔ اکثر دوپہر میں بوقت حاضری وہ بھی موجود رہتے۔ اور حضرت اس وقت بہت کھل کر باتیں کرتے۔ خطوط کے پتے، ان کے جواب انہی سے لکھواتے تھے۔

۳۔ حضرت رح کے تیسرے صاحبزادے محترم جناب قاری مشتاق احمد صاحب مدظلہ ہیں جو ماشاء اللہ لکھنؤ جیسے شہر میں "مدرسہ عالیہ عرفانیہ" کے نام سے ایک بڑا ادارہ شاندار طریقے پر چلا رہے ہیں۔ اور اس طور پر انکی تعلیمی خدمات سے ایک عالم فیضیاب ہو رہا ہے۔ دوران علالت مستقل الہ آباد میں قیام پذیر رہے اور حضرت کی ہر ممکن خدمت کے ساتھ مہمانوں کی ضیافت کا خاص اہتمام فرماتے رہے۔

ان حضرات کے علاوہ حضرت رح کی روحانی اولاد کا سلسلہ عجم سے عرب تک اور مشرق سے مغرب تک سارے عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ اور حضرت کے متوسلین روئے زمین کے طول و عرض میں ہر جگہ موجود ہیں۔ بالخصوص وہ حضرات جنہوں نے

ایک مدت خدمت والا میں رہ کر کسب فیض کیا ہے اور حضرت نے ان پر اعتماد فرما کر اپنے سلسلہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی ہے۔ یقیناً یہ سب حضرت کی روحانی اولاد ہیں۔ اور ان سب پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس نسبت عالیہ کا لحاظ ہر امر میں کرتے رہیں۔ اور اکابر کے اس سلسلہ کی تقویت اور اشاعت کا ذریعہ بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت کی تعلیمات پر عمل کرنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت اقدس کو جنت الفردوس میں مقامات عالیہ سے سرفراز فرمائے اور امت مسلمہ کو حضرت کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین!

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس ناکارہ کو بھی ایسے قطب زمانہ، عارف کامل کی زیارت و مجالست کی سعادت تقریباً تئیس سال حاصل رہی۔ اور کم و بیش بیس سال کی مدت ایام طفلی سے لے کر جوانی تک حضرت استاذی و مرشدی مصلح الامت عارف باللہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں گزارنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ یقیناً یہ بھی حق تعالیٰ کا بہت بڑا فضل و کرم ہے کہ ہر ایک نے اس ناکارہ کو شفقت و محبت کی نظر سے دیکھا اور تا دم آخر یکساں معاملہ رکھا۔ اور ہر ایک نے آخری بات یہی فرمائی کہ میں تم سے بہت خوش ہوں اور تمہارے احوال سے مطمئن ہوں۔ اور دعائیں دیتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے حسن ظن کے مطابق معاملہ فرمائے اور ان کی قبور پر انوار کی بارش فرمائے اور مقامات عالیہ سے سرفراز فرمائے۔ آمین!

یہ ناکارہ اگرچہ اپنی بد استعدادی کے سبب کچھ بھی حاصل نہ کر سکا، لیکن اتنا ضرور ہے کہ ان حضرات کو عقیدت و محبت کی نگاہ سے اللہ والا سمجھ کر دیکھا

اور جو لمحات بھی ان حضرات کی خدمات میں گزارنے کی توفیق ہوئی یہ ناکارہ بلاشبہ انکو سرمایۂ حیات اور ذریعۂ نجات سمجھتا ہے، اور انکی محبت کے طفیل اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا امیدوار ہے۔ حق تعالیٰ ان حضرات کاملین کے حسن ظن کی برکت سے صلاح و اخلاص کا ایک ذرہ عطا فرمائے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے اور زمرۂ صالحین میں محض اپنے فضل و کرم سے محشور فرمائے ؎

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ ... لَعَلَّ اللهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا

اس وقت اشکبار آنکھوں سے بے ساختہ یہ اشعار پڑھنے کو جی چاہتا ہے اسی پر اپنے اس مضمون کا اختتام کرتا ہوں ؎

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است ... افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است
ہر دم ہزار بوسہ زنم دست خویش را ... کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

آخر میں ناظرین کرام سے بصد عاجزی درخواست ہے کہ اس حقیر کو اپنی دعوات صالحہ میں ضرور شامل فرمائیں۔ نیز عزیزم مولوی عبد الصمد قاسمی سلمہ کو بھی اپنی دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں۔ عزیزم سلمہ نے مضامین کے نقل میں احقر کی بہت مدد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو بھی شرف قبول عطا فرمائے اور ان مضامین سے ہم سب کو اور تمام امت مسلمہ کو منتفع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ۔

طالب دعا ناکارہ عمار احمد عفی عنہ
خادم جامعہ اسلامیہ افضل المعارف وصی آباد۔ الٰہ آباد
۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ
در مسجد عمر فاروقؓ

نقوش و تاثرات

از حضرت مولانا تقی الدین ندوی مدظلہٗ۔ استاذ حدیث العین یونیورسٹی، ابوظبی

مجاز بیعت حضرت پرتابگڈھی نوراللہ مرقدہٗ

آہ عشق و محبت کا مہر تاباں جو اپنی ضیا پاشیوں سے ایک عالم کو منور کر رہا تھا وہ ۱۲ ر اکتوبر کو غروب ہوگیا۔ یعنی شیخ المشائخ بقیۃ السلف حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرہٗ کی زندہ یادگار حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڈھی نوراللہ مرقدہٗ ہزاروں انسانوں کو سوگوار چھوڑ کر اس عالم فانی سے رخصت ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

نہ سمجھے تھے کہ اس جان جہاں سے یوں جدا ہوں گے
گو سنتے چلے آئے تھے اک دن جان سے ہے جانی

حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی شدت علالت کی اطلاع ۲۵ ر اگست سے ملتی رہی، مگر ۸ ر اکتوبر سے روبصحت ہونے کا مژدہ سنتا رہا۔ اس لئے کہ تقریباً روزانہ کا معمول فون سے حضرت والا کی خیر و عافیت معلوم کرنے کا تھا۔ ۹ ر اکتوبر کو قاری مشتاق صاحب اور مولانا عمار احمد صاحب دونوں ہی نے صحت و عافیت کی مسرت انگیز خبر سنائی۔ قاری صاحب نے بتلایا کہ مدینہ شریف کی کھجور تناول فرما رہے ہیں اور زمزم پینے کیلئے رکھا ہوا ہے۔ اور آپ کا سلام پہنچا دیا ہے۔ مگر ۱۲ ر اکتوبر کو دن گزار کر ۱۱ بجے رات میں فون کی گھنٹی بجی اور یہ اطلاع دی گئی کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے حضرت ہم سب سے رخصت ہوگئے۔ یہ ناگہانی خبر سے ایسا معلوم ہوا کہ دل و دماغ پر بجلی گر پڑی جس کا اندازہ حضرت کی زندگی میں نہ ہو سکا تھا۔ ایصال ثواب کا اہتمام کر رہا ہوں، اور حرمین شریفین اور لندن وغیرہ دوستوں کو اس کے لئے تاکید کر دی ہے۔

اس ناچیز کا حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ کی ذات گرامی سے تقریباً تیس سال تعلق رہا ہے۔ حضرت ہی کے زیر سایہ مظاہر و ندوہ دونوں جگہ تعلیمی ایام گزارے ہیں اور اس ناچیز کی تدریس حدیث اور تالیف دونوں کاموں میں بلکہ زندگی کے تمام اہم امور میں حضرت ہی کی ذات گرامی مرجع تھی۔ ۲۴ ر مئی ۱۹۸۲ء کو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا مدینہ منورہ میں سانحۂ ارتحال پیش آیا۔ اس کے بعد سے قلب میں اضطراب و بے چینی کی کیفیت پیدا ہوئی جو بیان سے باہر تھی ع

تسکین مسافر نہ سفر میں نہ حضر میں

اور اس کیفیت میں اضافہ ہوتا گیا ؎

باغ میں لگتا نہیں، صحرا سے گھبراتا ہے دل
اب کہاں لے جاکے بیٹھیں ایسے دیوانے کو ہم

حضرت مولانا پرتابگڈھی نوراللہ مرقدہ کی زیارت کا شرف ندوۃ العلماء کے جشن تعلیمی ۱۹۷۵ء کے موقع پر ہو چکا تھا۔ ہمارے رفیق درس مولانا محمد میاں حسنی مرحوم جو حضرت مولانا سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے، حضرت کے واقعات بکثرت سنایا کرتے تھے۔ سنا ہے کہ مولانا محمد میاں اپنی زندگی کے آخری ایام میں جب حضرت سے ملاقات کیلئے حاضر ہوئے، رخصتی کے وقت پھوٹ پھوٹ کر زار و قطار رو رہے تھے۔ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے۔ وہاں سے واپسی پر بیمار پڑے اور اس عالم فانی سے رخصت ہوئے۔ انتقال کے وقت حضرت اچانک تکیہ کلاں تشریف لائے اور نماز جنازہ پڑھائی اور وہاں بیان فرمایا ع

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں

بہرحال یہ راقم الحروف مولانا محمد میاں مرحوم کی زبانی حضرت مولانا کا تذکرہ بار بار سن چکا تھا اس لئے متعدد بار حاضری کا پروگرام بنایا۔ مگر مقدر سے ۱۹ ر اگست ۱۹۸۶ء کو ہی یہ سعادت

Scanned with CamScanner

نصیب ہوئی جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ ع

کبھی فرصت سے سن لینا عجب ہے داستاں میری

الٰہ آباد سے مولانا عمار احمد ناظم مدرسہ افضل المعارف ۱۵ راگست کو میرے وطن اعظم گڑھ تشریف لائے اور ۱۹ راگست کو سفر کا پروگرام بنا گئے۔ ان کا اصرار تھا کہ ان کے مدرسہ اور مسجد کی زیارت کر لوں۔ مولانا حسب پروگرام گاڑی لیکر تشریف لائے مگر اس ناچیز نے سفر سے معذوری ظاہر کی۔ کیونکہ میرے بڑے لڑکے کی طبیعت بہت خراب تھی۔ ڈاکٹروں نے چیک کرنے کے بعد یہ بتلایا کہ انھیں کوئی بیماری نہیں ہے۔ اس کے باوجود ۱۸ راگست کو ایک دن میں ۱۴ مرتبہ غشی طاری ہوئی۔ مولانا عمار صاحب نے باصرار سفر پر آمادہ کیا کہ حضرت سے دعا کرائیں گے، بہرحال الٰہ آباد کیلئے ہم لوگ روانہ ہو گئے۔ گاڑی پر بیٹھنے کے بعد ہی درود شریف پڑھنے کا اس قدر غلبہ ہوا کہ پورا سفر جس میں چار گھنٹے لگے ہوں گے، اسی میں مشغول رہا۔ عصر کے قریب ہم لوگ خانقاہ احمدیہ میں حاضر ہوئے۔ وہاں باہر کے کمرے میں محترم قاری مشتاق صاحب سے ملاقات ہوئی۔ نام سے واقف تھا کہ قاری صاحب حضرت کے صاحبزادے ہیں اور لکھنؤ میں مدرسہ عرفانیہ کے ناظم ہیں۔ بہرحال انھوں نے ہماری آمد سے حضرت کو مطلع کیا۔ حضرت کی طلب پر ہم لوگ اندر حضرت کے کمرے میں داخل ہوئے۔ مصافحہ و معانقہ اور دست بوسی کے بعد نہایت محبت و شفقت سے حالات دریافت فرماتے رہے۔ لڑکے کی بیماری کا حال عرض کیا گیا۔ فرمایا انشاء اللہ ان کیلئے دعا کروں گا، ٹھیک ہو جائیں گے۔ الحمد للہ مکمل افاقہ ہو گیا۔ ایک دن کے قیام کے بعد یہ وعدہ کرکے واپسی ہوئی کہ انشاء اللہ ابو ظبی واپسی سے پہلے ایک دن کے لئے حاضر خدمت ہوں گا۔

چند دن کے بعد ہمارے علاقے اعظم گڑھ کے مشہور عالم مولانا عاصم صاحب مرحوم قاری مشتاق صاحب کے ساتھ ہمارے گھر تشریف لائے۔ مولانا عاصم حضرت سے بیعت وارادت کا

قدیم تعلق رکھتے تھے، مولانا کے ہمراہ دوبارہ الٰہ آباد حاضری ہوئی۔ اس سفر میں حضرت سے گہری محبت وعقیدت پیدا ہو گئی۔ مولانا عمار احمد صاحب کے مدرسہ میں انکی فرمائش پر بیان بھی ہوا۔ انکی رپورٹ حضرت تک پہنچ چکی تھی۔ ناشتہ پر جب ہم لوگ حاضر ہوئے تو اس پر مسرت کا اظہار فرمایا۔ جب رخصت ہونے لگا تو مصافحہ و معانقہ کے بعد حضرت والا محترم مولانا قمر الزماں صاحب اور مولانا عمار احمد صاحب کے ساتھ اپنی گاڑی پر ہم کو جمنا پار تک رخصت کرنے تشریف لائے اور اس ناچیز سے اتر کر پھر مصافحہ اور معانقہ کیا۔ تقریباً ہر سفر میں اس آخری بیماری کو چھوڑ کر یہ حضرت والا کا معمول بن گیا تھا۔

ابو ظبی پہنچ کر اپنی بخیر رسی کا حضرت کو خط تحریر کیا جس میں دعا کی درخواست کی اللہ تعالیٰ حضرت کی شفقت و محبت کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ سے محبت و مناسبت پیدا ہو گئی ہے، ہمیشہ دعا کرتا رہوں گا۔ مولانا عاصم صاحب مرحوم کا بھی خط آیا جس میں انھوں نے تحریر فرمایا تھا کہ آپکے عزیز مولوی ابو سعد ندوی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے حضرت نے ان پر خاص توجہ فرمائی، اس کی قدر کیجئے اور حضرت سے خط و کتابت رکھئے۔

۱۲ جنوری ۲۰۰۸ء کو دو ہفتہ کی چھٹی میں ہندوستان آنا ہوا۔ محترم قاری مشتاق صاحب کے ہمراہ پرتاب گڑھ ایک شب کیلئے حاضری ہوئی۔ حضرت نور اللہ مرقدہ کا ایک معمولی کمرہ میں قیام تھا اور دوسرا کمرہ مہمانوں کیلئے تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ دونوں کمرے حضرت کے کسی دوست نے حضرت کے قیام کیلئے خاص کر رکھا ہے۔ اس سادگی اور دنیا سے بے رغبتی کو دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، جو اویس زمانہ حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب کی زندگی کا خاصہ تھا۔ حضرت کے یہاں اہل دنیا کی دلچسپی کی کوئی چیز نہیں تھی۔ مگر صدہا امیر و غریب، عالم و جاہل، مفلس و تونگر آتے تھے۔ ایک کشش تھی جو سبھی

کھینچتی تھی۔ بہرحال ۱۳؍جون ۱۹۹۰ء کو ابوظبی سے نظام الدین، لکھنؤ ہوتا ہوا الہ آباد
حاضر ہوا۔ قریب کے کمرے میں قاری صاحب نے قیام کا انتظام کیا۔ اسمیں ایک تخت بچھا ہوا
تھا، جس پر تکیہ لگا کر کیلئے آرام کر رہا تھا، آنکھ بند تھی، مگر نیند نہیں آرہی تھی، بار بار دل میں یہ
خیال آرہا تھا کہ حضرت کے قیام کیلئے یہ جگہ مناسب نہیں۔ کسی مرکزی جگہ قیام ہوتا، یا الہ آباد
میں قیام رہتا تو زیادہ فائدہ پہنچتا، اتنے میں حضرت تشریف لائے۔ میری آنکھ کھل گئی، بار بار
فرما رہے تھے کہ میں یہاں نہیں رہوں گا، الہ آباد چلا جاؤں گا۔ یہاں میرے کئی دوست ہیں جو
الہ آباد نہیں جاسکتے۔ ان کے لئے آیا کرتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ذکر سری کا اہتمام کریں، اسکی
ترکیب بتلائی۔ فرمایا اس پر التزام سے سلطان الذکر جاری ہوجاتا ہے۔ میرے لئے بحمداللہ حضرت پر
میری حالت منکشف ہوگئی ہے۔ وہاں سے اپنے وطن واپس آیا، مگر حضرت کی عظمت و محبت کا نقش
دل میں قائم ہوچکا تھا۔ ۲؍جولائی ۱۹۹۰ء کو مولانا عمار احمد صاحب اور کامل صاحب جو حضرت کے
کلام کے حافظ اور مجلس کے شاعر ہیں، وہ ہمارے وطن مظفر پور اعظم گڈھ تشریف لائے۔ رات میں
بہت اچھی مجلس رہی۔ کامل صاحب کبھی حضرت کا کلام "عرفان محبت" سے اور کبھی اپنا کلام سناتے
رہے۔ میں نے ریکارڈ کا اہتمام کیا تھا کہ ابوظبی میں سنتا رہوں گا۔ اس ناچیز نے ان لوگوں کے ذریعہ
حضرت کو خط لکھ کر بھیجا کہ انشاء اللہ چار دن کیلئے الہ آباد "خانقاہ احمدیہ" میں حاضر ہونا چاہتا
ہوں۔ چنانچہ ۹؍جولائی کو ہم حاضر خدمت ہوئے۔ اس قیام کے دوران مولانا عمار صاحب کی
خواہش پر متعدد تقریریں ہوئیں۔ ایک دن یہ معلوم ہوا کہ حضرت کا بیان الہ آباد کی کسی مسجد
میں ہونے والا ہے۔ ہم لوگ حضرت کی معیت میں اسی مسجد میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے نماز
کے بعد اس ناچیز کی طرف بیان کے لئے اشارہ فرمایا۔ میرے ذہن میں کوئی بات نہیں تھی
مگر حضرت کی برکت سے اخلاص و ذکر اللہ کی اہمیت کو بیان کیا۔ خصوصیت سے امام بخاری
نے حدیث اخلاص سے اپنی کتاب کا آغاز کیا ہے اور ذکر اللہ پر اختتام، ان دونوں کی

مناسبت بیان کی۔ تقریر کے بعد حضرت نے دعا کرائی، مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اب بیان کی ضرورت
نہیں ہے۔ دوسرے دن محترم مولانا قمرالزماں صاحب نے اپنے مدرسہ کی زیارت کی دعوت دی۔ خاص طور
سے مدرسہ میں اس کمرے میں جانے کا انتظام کیا جس میں حضرت مولانا شاہ وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور
حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کا قیام رہا ہے۔ اور اس کے بعد مدرسہ میں طلبہ کے درمیان بیان طے کردیا۔
ہم لوگ مسجد میں حاضر ہوئے، بیان شروع ہونے سے پہلے حضرت بھی اچانک تشریف لائے۔ اس
تواضع و کسر نفسی کی کوئی انتہا ہے۔ اور فرمایا بیان کیجئے۔ مختصراً ہندوستان کے مدارس کی خصوصیات
اور اس مدرسہ کی خصوصیت بیان کی یہ علمی و روحانی مرکز رہا ہے۔ اللہ کرے کہ یہ سلسلہ قائم رہے۔ حضرت
اس بیان پر بہت خوش ہوئے۔ ۱۳؍ کو ہمارا بمبئی کا سفر ہوا کہ محترم حاجی علاؤالدین صاحب مرحوم
ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ ۲۱ کو واپسی پر ہمارے ایک ساتھی پر دل کا دورہ پڑا۔ الحمدللہ حضرت کی
توجہ کی برکت سے وہ شفایاب ہوگئے اور اب تک اچھے ہیں، اسی طرح ہمارے ایک عزیز کے ساتھ
بڑا سنگین نوعیت کا حادثہ پیش آگیا تھا جس سے پورا خاندان اور یہ ناچیز سب پریشان تھے مگر حضرت
نے اطمینان دلایا اور اس واقعہ میں حدیث رُبَّ اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابرہ (بہت سے
پراگندہ سر، غبار آلود بندے اگر اللہ پر کسی چیز کی قسم کھالیں تو وہ اسکی لاج رکھتا ہے) اس کا عینی
مشاہدہ سب لوگوں نے کرلیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور حضرت کی دعا کی برکت سے ناممکن کو
ممکن بنادیا اور مصیبت ٹل گئی۔

کئی مرتبہ سفر میں دشواری پیش آئی خاص طور سے جنگ خلیج کے موقع پر یہ ناچیز ہندوستان
آیا ہوا تھا، میرے بچے وغیرہ ابوظبی میں پریشان تھے۔ عین جنگ کے زمانہ میں حضرت کی دعا کی
برکت سے اس طرح راحت سے وہاں پہنچا کہ لوگوں کو تعجب ہوا۔

حضرت نے کئی مرتبہ ہمارے وطن آنے کی خواہش کی اور ایک مرتبہ سفر طے ہوچکا تھا، خاص طور
سے یہ ناچیز اپنے وطن مظفر پور اعظم گڈھ میں جو مدرسہ جامعہ اسلامیہ کے نام سے قائم کیا ہے،

Scanned with CamScanner

اس میں حضرت کی تشریف آوری کا متمنی تھا۔ مگر علالت کی بنا پر تشریف آوری نہ ہو سکی۔ مگر حضرت کی دعاؤں کے آثار ظاہر ہیں۔

ماہ اگست میں یہ ناچیز چار دن کیلئے الہ آباد حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم سب لوگ حضرت کی مجالس و اسکی برکات سے لطف اندوز ہوتے رہے تھے۔ جناب کامل صاحب کبھی کبھی بعد مغرب "عرفان محبت" سے سناتے، مجلس کی ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی، حضرت پر کبھی گریہ طاری ہو جاتا۔ اور کبھی کچھ ارشاد فرماتے۔

ایک مرتبہ اس ناچیز نے عرض کیا کہ ہماری خواہش ہے کہ جناب والا کے حالات قلمبند کیے جائیں۔ تھوڑی دیر سکوت کے بعد فرمایا کہ انسان کے سانس کی تعداد ۲۴ ہزار ہے پہلے مشائخ چوبیس ہزار اور کم سے کم چھ ہزار ذکر کی تعداد بتاتے تھے۔ میری نوجوانی میں یہ تعداد ستر ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اس میں کچھ تعجب نہیں۔ حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحبؒ اپنے شیخ حضرت شاہ محمد آفاق صاحبؒ کے معمولات کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:-

"ہمارے حضرت دس ہزار مرتبہ درود شریف، پچاس ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ اور دس پارے تہجد میں پڑھتے تھے، یہ دس پارے اتنی دیر میں ہو جاتے کہ انجان سمجھتا کہ ایک پارہ ہوا ہوگا یا اُتنے وقت صلوٰۃ التسبیح پڑھتے" اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد حضرت والا کے ارشاد کو سمجھنے میں مدد ملتی کہ اللہ تعالیٰ کس طرح وقت میں برکت عطا فرماتا ہے۔ ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ میرے شیخ حضرت مولانا بدر علی شاہؒ جو حضرت مولانا گنج مرادآبادی کے خلیفہ تھے، ان کے کئی اولاد تھیں مگر مجھ کو اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے تھے۔ فرمایا، ایک مرتبہ شام کو کھیتوں سے گزر کر آرہا تھا کہ راستہ میں ایک بڑا سانپ پھن نکال کر کھڑا ہو گیا۔ میں بچ بچا کر حضرت کے یہاں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت ایک عصا لئے ہوئے کھڑے ہیں، فرمایا کہ شام کو خالی ہاتھ نہیں نکلنا چاہئے ہو سکتا ہے کہ راستہ میں کوئی سانپ آجائے اور وہ عصا مجھ کو عنایت فرمایا جو اب تک موجود ہے۔ فرمایا کہ

درسیات کی تکمیل بھی انہی حضرت سے کی ہے۔ انھوں نے ۱۰ سال مصر میں گزارے تھے، مگر زندگی بہت سادہ تھی۔ جب پہلی مرتبہ سنن ابی داؤد لاہور میں چھپی تو ایک صاحب کو حضرت نے پیسے دیے کہ کتاب خرید کر لاؤ۔ دو گھنٹے میں کتاب حضرت کے پاس آگئی۔ یہ صاحب جن تھے۔ حضرت کے مریدوں میں جن بھی رہے ہیں۔

فرمایا کہ ابتدائے جوانی میں جب تبلیغی جماعت کا کام شروع نہیں ہوا تھا، گڑ اور روٹی لے کر پیدل کبھی تنہا اور کبھی بعض ساتھیوں کے ساتھ قرب وجوار کے دیہاتوں میں تبلیغ کیلئے نکل جاتا تھا، الحمدللہ گاؤں کے گاؤں نمازی بن گئے، بہت سے لوگوں نے سود سے توبہ کی، غیر مسلم بھی متاثر ہوتے تھے۔

حضرت کی خانقاہ احمدیہ جو محترم ڈاکٹر ابرار کے دو کمروں پر مشتمل ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں علماء و فضلاء کا مرجع بن گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو مخلص خدام بھی عطا فرمائے تھے جو ہر وقت خدمت کیلئے حاضر رہتے۔ الحمدللہ حضرت کے صاحبزادے مولانا اشتیاق صاحب نے اس سلسلہ کو قائم رکھا ہے۔ حضرت کی مجلس میں بیٹھ کر ہر غم غلط اور ہر پریشانی دور ہو جاتی تھی، دل میں اللہ کی محبت اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پیدا ہو جاتی تھی۔

حضرت مولانا کا اکابر ومشائخ سے تعلق رہا ہے۔ مرشدنا واستاذنا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدنی قدس سرہٗ سے اپنی مدینہ منورہ کی ملاقات کا کئی مرتبہ تذکرہ فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث نے اپنی کسی کتاب کو مولوی کمال الدین (امیر جماعت تبلیغ الہ آباد) کے ذریعہ حضرت مولانا کے پاس بھیجی۔ حضرت نے اس کو دیکھ کر بےحد خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا۔ مولوی کمال الدین صاحب نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو یہ بات لکھ دی۔ حضرت شیخ کا ان کے نام جواب آیا کہ حضرت مولانا نے میری کتاب پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا، میں سمجھتا ہوں کہ میری کتاب اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہو گئی۔

۱۴/ اگست کو ایک دن کے لیے حضرت مولانا کی خدمت میں ابوظبی رخصت ہونے کیلئے حاضر ہوا۔ ملاقات پر فرمایا کہ طبیعت بہت خراب ہے، قلب کے پاس درد معلوم ہوتا ہے۔ مگر ڈاکٹر ابرار صاحب نے بتلایا کہ نبض و بلڈ پریشر بالکل ٹھیک ہے۔ اس ناچیز نے عرض کیا حضرت! ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت کا قلب اور نبض نوجوانوں کی طرح ہے۔ اس پر تبسم فرمایا۔ انشاء اللہ حضرت کو ماہ جنوری میں عمرہ کے لئے تشریف لے جانا ہے اس پر بھی تبسم کے سوا اور کچھ نہ فرمایا۔ صبح ناشتہ کے بعد تنہائی میں بلاکر دیر تک آبدیدہ ہو کر دعا فرماتے رہے اور بار بار یہ شعر پڑھتے رہے ؎

ترا آنا مرے احساس میں جب ان مسرت ہے
مگر جانا ستم ہے، غم ہے، حسرت ہے، قیامت ہے

پھر معانقہ فرمایا اور آبدیدہ ہو کر بار بار فرماتے رہے آپ جائیے میں وہاں بھی آپکے ساتھ ہوں۔ اس ناچیز نے عرض کیا، انشاء اللہ جنوری میں ملاقات ہوگی، اس پر سکوت فرمایا ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

ہائے افسوس، یہ معلوم نہیں تھا کہ حضرت کا یہ آخری دیدار ہے۔ اب اس عالم میں ملاقات ممکن نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت کے فیض کو جاری رکھے اور انکی دعاؤں کو قبول فرمائے۔ آمین! ؎

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
گلدستۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

آہ! بزم علم و معرفت کی پُر سوز آواز خاموش ہوگئی!

از: مولانا محبّ اللہ صاحب ندوی مدظلہ،
(مجاز بیعت حضرت مولانا پرتاب گڈھی رح)

ناظرین الرشاد تک یہ اندوہناک خبر پہنچ چکی ہوگی کہ ۱۲/ اکتوبر ۱۹۹۱ء مطابق ۳/ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ شنبہ کو بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی رحمۃ اللہ علیہ عزیزوں، رشتہ داروں اور ہزاروں عقیدت کیشوں کو نالاں و گریاں چھوڑ کر اس دار فانی سے رخصت ہو کر اعلیٰ علیین میں مسند نشین ہو گئے۔ اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے جوار رحمت خاص میں جگہ عنایت کرے اور ان کے فیض روحانی کو تا قیامت باقی رکھے۔ آمین!

مولانا کی ذات گرامی بزم اہل دل کے لئے ایک ایسی شمع فروزاں تھی جس کی ضو فشانی سے قلب کی ظلمت تار تار ہو جاتی تھی۔ ان کی ذات ایک ایسی وادیٔ محبت تھی جس میں پہنچ کر آدمی دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا تھا، ان کی ذات ایک مجمع البحرین نہیں بلکہ مجمع البحور تھی جہاں ہر فکر و خیال کے علماء صلحاء اور عوام و خواص اس شمع علم و معرفت کے گرد میں جمع ہو جایا کرتے تھے اور کسی کو اجنبیت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ تواضع و خاکساری کے الفاظ ہم سب بولتے ہیں اور دوسروں سے بھی اپنے لئے یہی چاہتے ہیں، مگر مولانا کی ذات واقعی تواضع و خاکساری کا پیکر تھی اور اس میں چھوٹے بڑے کسی کی تمیز نہیں تھی تصوف میں سب سے زیادہ زور حب جاہ کو دل و دماغ سے نکالنے اور اپنے کو فنا کرنے اور مٹانے پر دیا جاتا ہے۔ اور یہ الفاظ آج بھی دنیائے تصوف میں کثرت سے بولے

جلتے ہیں مگر اس کے مصداق کی تلاش ذرا مشکل نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ مگر بلا مبالغہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ مولانا نہ صرف اس کے مصداق تھے بلکہ ان الفاظ کے ظاہری و معنوی دونوں اعتبار سے عملی نمونہ اور سراپا تھے۔ پھر سراپا درد و محبت اور تواضع و خاکساری ہوتے ہوئے اتباع سنت کا دامن کبھی چھوٹنے نہیں پاتا تھا اور اس میں کسی کی ملامت اور ناخوشی کی پرواہ بالکل نہیں کرتے تھے۔ اور ان کا جذبۂ اتباع سنت صرف حقوق اللہ تک محدود نہیں تھا، بلکہ حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی حد درجہ اہتمام فرماتے تھے۔ بلکہ اس کے لئے بسا اوقات اپنے اوپر سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کر لیتے تھے مگر کسی انسان کی دل شکنی کرنا جانتے ہی نہ تھے۔ قرآن پاک میں جو لفظ "ابرار" آیا ہے اس کی تفسیر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمائی ہے الذین لا یؤذون الذر ولا یرضون الشر (وہ لوگ چیونٹی تک کو تکلیف نہیں دیتے اور برائی سے کبھی راضی نہیں ہوتے) وہ اس کے مصداق تھے۔

مولانا حسامی صاحب مرحوم ایک بڑے خانوادے کے فرد، ایک خانقاہ کے سجادہ نشین اور فارسی اور اردو کے بڑے پرگو شاعر تھے، وہ ایک ہی ملاقات میں ایسے گرویدہ ہوئے کہ لوازم خانقاہی سے دست بردار ہو گئے اور مولانا کی شان میں فارسی اور اردو میں بہت سی نظمیں کہیں۔ انکی نظم کا ایک شعر یہ ہے ؎

خطا مجھ سے ہوئی سرزد ندامت تیرے چہرے پر
مجھے یہ احترام آدمیت کم نظر آیا

ایک بار ایک رشتہ کی خاتون پانی برستے میں دعا کیلئے آئیں، مولانا کی آنکھ لگ گئی تھی، ان کے صاحبزادے نے ان خاتون سے کہہ دیا کہ ابا سو رہے ہیں، وہ چلی گئیں۔ ان کی نیند کھلی تو پوچھا، کوئی آیا تو نہیں تھا؟ تو بتایا گیا کہ فلاں خاتون

دعا کیلئے آئی تھیں، فرمایا جگایا کیوں نہیں دیا؟ وہ بیچاری پانی برستے میں آئی تھیں، پھر اسی وقت چھتری لی اور برستے پانی میں ان کے گھر جا کر دعا کیا اور پھر واپس آئے اور فرمایا کہ میں نہ جاتا تو قلب متاثر رہتا۔

اس طرح کے سیکڑوں واقعات ان کی زندگی میں پیش آتے رہتے تھے۔ اس کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوگا کہ پچاس برس سے الہ آباد میں آمد و رفت تھی مگر یہاں اپنا کوئی ٹھکانہ نہیں بنایا۔ ایک مدت تک ایک عقیدت کیش کے مکان صابری منزل میں رہے اور پھر ڈاکٹر ابرار صاحب کے مکان کے ایک کمرہ میں قیام کرتے رہے۔ جب ڈاکٹر صاحب نے اپنا نیا مکان بنایا تو اس میں ایک حصہ مولانا کے لئے خاص کر دیا جس سے انکو کچھ راحت ملی۔ یہاں اس بات کا اظہار بھی ضروری ہے کہ ڈاکٹر ابرار صاحب نے نہ صرف احترام سے رکھا بلکہ اپنے تعلق کا پورا حق ادا کر دیا۔ یہی حال آبائی گھر کا تھا کہ جس صورت میں وراثۃً ملا تھا اس میں بھی بہت کم ہی اضافہ ہو سکا۔ حالانکہ ان کے ایسے ایسے عقیدت کیش تھے کہ ایک اشارہ میں سب کچھ ہو سکتا تھا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس نہ مدرسہ ہے اور نہ خانقاہ، جہاں جی چاہا بیٹھ گیا۔ یا لوگوں نے جہاں دینی فائدے کے لئے بٹھا دیا وہاں بیٹھ گیا۔ میں تو آزاد آدمی ہوں۔ مولانا مختار احمد صاحب نے یہ شعر مولانا ہی کیلئے کہا تھا ؎

جائداد و زر، زمیں، میراث کچھ چھوڑا نہیں
عصر حاضر میں بھی تھا ان کا یہ زہد بوذری

یہ شعر تو بہت بار سنا اور پڑھا تھا مگر حقیقت میں اس کا مصداق راقم الحروف نے انہی کو پایا ؎

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

ترا آنا مرے احساس میں جان مسرت ہے
مگر جانا ستم ہے غم ہے حسرت ہے قیامت ہے

جب یہ سوچتا ہوں کہ اب آپکے مانند ۱۷ برس سے بچوں کی طرح دلجوئی اور پیار کرنے والا نہیں رہا تو آنکھیں نم ہوجاتی ہیں اور قلب کی حرکت پر ایک سکتہ سا طاری ہونے لگتا ہے انتہائی افسوس ہے کہ برادرم مولانا قمر الزماں صاحب کی انتہائی کوشش کے باوجود فون کی خرابی کی وجہ سے بروقت اطلاع نہ ہوسکی اور تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہوسکا جس کا قلق شاید زندگی بھر رہے۔ جب کئی دن بعد مزار مقدس پر حاضری ہوئی تو محسوس ہوا کہ ہرطرف انوار بکھرا ہوا ہے اور فیضان محبت اب بھی جاری ہے۔ وہ بیدل رامپوری کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

بیدل خستہ کو پاؤ گے کہاں
سن لو اس کی یہ کہانی چند روز

میں مولانا کی زندگی میں ان کے تخلص کے ساتھ اسے یوں پڑھتا ؎

احمد خستہ کو پاؤ گے کہاں
سن لو اس کی یہ کہانی چند روز

اب یہ شعر حسرت و یاس کے ساتھ بار بار زبان پر آتا ہے ؎

اپنے بیشمار مشاغل کی وجہ سے ادھر چند برس سے حاضری میں کمی ہوگئی تھی مگر کیا مجال کہ خط بھیج کر یا جانے والوں سے خیریت نہ دریافت فرماتے ہوں۔ ان کے خط میں حاضر خدمت ہونے کا کوئی اشارہ نہیں ہوتا تھا مگر شرمندگی کی ایسی کیفیت طاری ہوتی تھی کہ حاضری کے بغیر سکون نہیں ہوتا تھا۔ جاتے ہی فرماتے تمہارا انتظار تھا خوب ہوا آگئے۔ غایت محبت میں جاتے ہی یہ سننا پسند نہیں فرماتے تھے کہ آج یا کل واپسی ہے بلکہ جب یہ عرض کر دیتا کہ حضرت رکوں گا، تو پھر انبساط کی عجیب کیفیت طاری ہوجاتی۔ "الارشاد" کا بڑے اہتمام سے مطالعہ کرتے اور بڑے اچھے انداز سے تحسین فرماتے جو میرے لئے بڑی سعادت ہے۔

ہی مجلس میں باتیں وہی سب ہوتی تھیں جو ہم سب کرتے ہیں، انسان کی طبعی عادات و اطوار کی جھلکیاں وہاں بھی وہی نظر آتی تھیں جو عام انسانوں کا خاصہ ہیں مگر انکی سادہ سادہ باتیں اور بے تکلف اداؤں میں ایک ایسی سحر انگیزی دکھائی دیتی تھی جس سے روح کیف و لذت سے سرشار ہوجاتی اور دل کی دنیا میں ایک عجیب ہلچل محسوس ہونے لگتی تھی اور بصارت میں کچھ دیر کیلئے بصیرت کی روشنی معلوم ہونے لگتی تھی۔ وہ خود فرما گئے ہیں ؎

حدیث عشق کی احمد نے جب بھی شرح فرمائی
عجب عالم ہوا اللہ اکبر اہل محفل کا

میری صورت دیکھ کر مت کھائیے ہرگز فریب
ہیں بہاریں سینکڑوں پنہاں دل برباد میں

بحمد اللہ پچاس برس کے اندر موجودہ اور غائب تمام قابل ذکر صلحاء و علماء کی مجلس میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے اور سب کے انداز تعلیم و تربیت میں افادیت کا کوئی نہ کوئی مفید پہلو نظر آیا۔ مگر ہم لوگوں کی تعلیم و تربیت ندوی ماحول میں ہوئی ہے جس میں زیادہ رکھ رکھاؤ اور انداز مشیخیت کو پسند نہیں کیا جاتا، اس لحاظ سے مولانا کی ذات ایک نمونہ تھی ان کے یہاں نہ تو بہت زیادہ خانقاہی آداب تھے اور نہ کوئی رکھ رکھاؤ۔ بلکہ انکی ہر مجلس کا دروازہ ہر وقت ہر شخص کے لئے کھلا رہتا تھا، انکی زندگی ہر لمحہ ہر نکتہ داں ہی کیلئے صلائے عام نہیں تھا بلکہ عام سے عام آدمی بھی انکے دریائے فیض سے فائدہ اٹھاتا رہتا تھا حتی کہ شدید علالت میں بھی یہ سلسلۂ فیض بند نہیں ہوا اور نہ کبھی زبان پر حرف شکایت آیا اور نہ اسے انھوں نے بڑا کام سمجھا۔ وہ اپنے اس شعر کے خود مصداق تھے ؎

یہ فیضان محبت ہے یہ احسان محبت ہے
سراپا داستاں ہوتے ہوئے بے داستاں رہتا

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حاضری کے وقت غیر معمولی مسرت کا اظہار نہ فرمایا ہو۔ اور رخصت کرتے وقت یہ شعر نہ پڑھا ہو ؎

راقم الحروف نے مولانا کے ملفوظات کو "اہل دل کی باتیں" کے نام سے بہت پہلے شائع کر دیا تھا۔ اب اس کے نسخے ختم ہو گئے ہیں انشاء اللہ اسے مزید اضافے کے ساتھ دوبارہ شائع کرنے کا پروگرام ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے پورا فرمائے۔

راقم الحروف نے "اہل دل کی باتیں" کے دیباچہ میں جو کچھ لکھا تھا اس کا کچھ حصہ ہدیۂ ناظرین ہے:۔

واعظان خوش بیاں کی شعلہ فشاں تقریروں اہل طرب کی زمزمہ ہائے رنگیں نوا کی شوخیوں، شاعران خوش نوا کی لن ترانیوں، درس و تدریس کی پُر شور مجلسوں اور اربابِ زبان و قلم کی تیز دستیوں کی کمی نہ کبھی رہی ہے اور نہ اب ہے۔ مگر ان میں قلب و روح کو سامان کیف و لذت کتنا ملتا ہے اور اس ظاہری آب و رنگ کی تہہ میں محرمانِ حقیقت کو جمال ازل کی ضو فشانیاں کتنی نصیب ہوتی ہیں یہ محل نظر ہے۔ عشق و محبت کی وہ پُرسوز آواز جو آنکھوں کو اشکبار اور دلوں کو بے قرار کر دے اور ضمیر میں انفعال و ندامت کی وہ کیفیت پیدا کر دے کہ آدمی دام ہوس کو تار تار کر دینے پر آمادہ ہو جائے یہ جنس کمیاب بلکہ نایاب ان ظاہر سامانیوں میں نہیں ملے گی۔ اسے اگر تلاش کرنا ہے تو کسی محرم اسرار کے خمخانۂ محبت سے بادۂ معرفت کے چند گھونٹ پینے کی کوشش کرنی ہوگی۔ مولانا ہی کا شعر ہے ؎

جام الفت کیوں ملے، کیونکر ملے، کیسے ملے
آہ! جاتے ہی نہیں جب جانب میخانہ ہم

نہ پائیں گے کبھی اہل جنوں کی شان یکتائی — کریں اہل خرد تا عمر چاہے خامہ فرسائی

حضرت مولانا محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ اس خمخانۂ محبت تک کن واسطوں سے پہنچے اس کی مختصر تفصیل یہ ہے:۔

ہندوستان میں بلکہ پوری اسلامی دنیا میں تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری مسلمانوں کے سیاسی زوال کی علامت رہی ہے۔ مگر اسی دور زوال میں اللہ تعالےٰ نے ایسی ایسی دینی شخصیتیں پیدا کر دیں جنھوں نے ایمان و یقین کی ایسی شمعیں روشن کیں کہ ان کی ضو فشانیوں سے سیاسی زوال کی تاریکیاں بھی قدرے دور ہوئیں اور بہت سے مردہ دلوں میں حرارت و زندگی آ گئی۔ اور نفرت و حقارت سے بھرے ہوئے دل محبت و اخوت سے لذت آشنا ہوئے۔ ہندوستان میں انہی شخصیتوں میں ایک حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کی ذات گرامی بھی تھی جنھوں نے دو تہائی صدی تک گنج مرادآباد کے ایک گوشے میں بیٹھ کر اس شمع یقین کو روشن کیا جو مجددی، نقشبندی بزرگوں سے بطور امانت انھیں ملی تھی اور نجانے کتنے ظلمتکدۂ قلب و روح کی تاریکیاں اس سے دور ہوئیں۔

حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کے ایک ممتاز خلیفہ حضرت مولانا شاہ بدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے جو ایک صاحب دل اور صاحب حال بزرگ ہونے کے ساتھ علم و فضل کے لحاظ سے بھی علامۂ زماں تھے۔ ۱۴ برس تک مصر و شام میں رہ کر علم و فضل حاصل کیا۔ عربی زبان پر پوری قدرت تھی اور پوری بخاری شریف ان کے نوک زبان تھی۔ انہی حضرت شاہ بدر علی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے ممتاز مجاز بیعت و خلافت حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

حضرت شاہ بدر علی صاحبؒ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت آپ کی کتنی اولاد ہیں؟ انھوں نے فرمایا میری مادی اولاد تو کئی ہیں مگر روحانی اولاد صرف ایک مولوی محمد احمد ہیں۔ حضرت مولانا پرتاب گڈھیؒ کی ذات بابرکات سے اس دور میں مجددی، نقشبندی سلسلہ کی شمع یقین و معرفت کی تابانی اور ضوفشانی قائم تھی

جس سے اب ہم ظاہری لحاظ سے محروم ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالے سے دعا ہے کہ اسکی معنوی تابانی ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین!

مولانا بعض طبعی اعذار کی وجہ سے ایک مدت سے بیمار رہنے لگے تھے اور غذا نہ ہونے کے برابر تھی، بسا اوقات ایک بسکٹ اور ایک پیالی چائے پر کئی کئی دن گزر جاتے تھے پانی مطلق نہیں پیتے تھے یا بہت کم پیتے تھے جس کی وجہ سے آنتیں خشک ہو گئی تھیں مگر روزمرہ کے معمولات میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا تھا۔ نماز باجماعت کی پابندی، رمضان المبارک کے روزے اور نوافل واذکار کا اہتمام اسی طرح کرتے جس طرح صحت کی حالت میں کرتے تھے۔ اسی طرح آنے والوں کے ساتھ شفقت ومحبت اور حسب مرتبہ ضیافت میں بھی کوئی فرق نہیں آیا۔ اور پھر ضیافت خادموں پر نہیں چھوڑتے تھے بلکہ براہ راست اس میں حصہ لیتے تھے۔ ناشتہ کے وقت ہر آنے والوں کو جس محبت سے اپنے دست خاص سے پاپے اور چائے تقسیم فرماتے اس کی لذت وہی لوگ جان سکتے ہیں جس کو ان کے دست شفقت سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملا ہے۔ انتقال سے ایک ہی ہفتہ پہلے عیادت کے لئے حاضر ہوا تھا اور صحت کی امید لے کر واپس ہوا تھا، مگر عام صحت کو دیکھتے ہوئے دل دھڑک بھی رہا تھا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ وقت موعود آ گیا اور ان کا جسم مبارک ہم سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو گیا اور وہ اپنے مولا کے جوار رحمت میں سایہ فگن ہو گئے۔ اللہ تعالے سے دعا ہے کہ وہ انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ اور ہمیں ان کے فیض باطنی فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

تعزیت نامہ

سیّدی ومخدومی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

شب ۴ ربیع ۲ ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۱ء ۶½ بجے شام بعد مغرب

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرات (اعزا اکرام ومتعلقین ذوی الاحترام) وفقنا اللہ وایاکم بالصبر الجمیل والاجر الجزیل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج شب میں حادثہ جانکاہ یعنی رحلت شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی خبر ۱۱½ بجے کے قریب ملی۔ جس قدر افسوس ہوا اسے عرض نہیں کر سکتا۔ آپ حضرات کو جس قدر صدمہ ہو وہ کم ہے۔ اللہ تعالے حضرت والا کے مدارج کو بلند فرما دیں اور آپ سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔

جی تو چاہتا تھا کہ صباح کو ۳½ بجے والی گاڑی سے روانہ ہو کر ۱۱½ بجے تک حاضری دوں اور شرکت تدفین کی سعادت حاصل کروں اور ثواب تعزیت زبانی حاصل کروں۔ مگر سر کے درد اور ضعف بخار کی وجہ سے بالکل ہمت نہیں ہوئی۔ صباح کو بعد فجر گھر سے باہر آیا بعض مہمانوں کے رخصت کیلئے۔ اس وقت ضعف وجلدی کی وجہ سے یہ خیال نہ آیا کہ کچھ تحریری ہی تعزیت کا ثواب حاصل کرنے کی سعادت حاصل کرتا۔

بعض حضرات نے اسی وقت بس سے سفر کی ہمت کی اور وہ روانہ ہوئے جس کا تحمل احقر کو نہ تھا۔ ورنہ ان کے ساتھ سفر کر لیتا۔ حرارت وبخار وضعف کا سلسلہ

Scanned with CamScanner

تقریباً ۱½ ہفتہ سے ہے اس کی وجہ سے مسجد کی حاضری سے قاصر رہتا ہوں۔ اس لئے دل میں
ہوا کہ بذریعہ تحریر ہی تعزیت کا ثواب یہ ناکارہ بھی حاصل کرے۔ اس لئے چند کلمات
معروض ہیں۔

۱۔ اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلِلّٰہِ مَا اَعْطٰی وَکُلٌّ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ۔ ترجمہ: یقیناً اللہ ہی کا ہے جو کچھ اس نے لے لیا۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ اس نے دے رکھا ہے۔ اور اس کے یہاں ہر ایک چیز کا ایک وقت مقرر ہے لہٰذا صبر کرو اور اجر حاصل کرو۔

۲۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں بدوی بزرگ نے جو تعزیت پیش کی تھی وہ بھی معروض ہے۔ وَخَیْرٌ مِّنَ الْعَبَّاسِ اَجْرُکَ بَعْدَہٗ

وَاللّٰہُ خَیْرٌ مِّنْکَ لِلْعَبَّاسِ

یعنی حضرت عباسؓ کی وفات پر صبر کرنے پر آپ کو اجر ملیگا اور اجر یعنی خوشنودی باری تعالیٰ حضرت عباسؓ کے آپکے پاس رہنے سے بہتر ہے۔ دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ یہاں سے رخصت ہو کر عالم آخرت میں پہنچے جہاں ان پر اللہ تعالیٰ کے خاص انعام و اکرام ہو رہے ہیں۔ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام آپکا اجر ہیں۔

۳۔ اس سلسلہ میں اکابر کی تعلیمات سے ایک پرچہ بنام علاج الغم والحزن مرتب کر کے شائع کر دیا گیا ہے اسکی چند کاپیاں مرسل ہیں۔ اس سے مجھے بھی نفع ہوا تھا، اشرف الحق مرحوم کے سلسلہ میں۔

۴۔ اس سلسلہ میں بعض حضرات نے میرے ایک بیان کو مرتب کر کے شائع کیا ہے بنام "طریق الصبر" وہ بھی مرسل ہے اس کو بھی دیکھا جائے۔ اسمیں خاص مضمون حصول صبر کے سلسلہ میں ہے انشاء اللہ اس سے بھی بہت تسلی حاصل ہو گی۔

ناکارہ خادم

ابرار الحق

تعزیت نامہ

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ

ناظم مجلس اشاعت الحق۔ کراچی

۵ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ

جناب المحترم مولانا قمر الزمان صاحب زید لطفہ

و مکرمی جناب برادرم اشتیاق صاحب و قاری مشتاق صاحب
وارشاد صاحب و ڈاکٹر ابرار صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب دبیر صاحب سے حضرت اقدس پرتابگڈھی رح کی رحلت کی خبر ملی۔ جو صدمہ ہوا آپ حضرات خود بھی سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا رح کے درجات کو بلند فرمائیں۔ اور ہم سب پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین!

انشاء اللہ تعالیٰ ۲۲ اکتوبر کو دہلی لاہور سے حاضری کا ارادہ ہے۔ رفقائے سفر ۸ نفر ہیں۔ ۸ مقام کا ویزا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ الہ آباد کی حاضری پر آپ سب حضرات کی ملاقات ہو گی۔ دعا کی گزارش ہے کہ حق تعالیٰ کی رحمت سے سفر ہند عافیت کے ساتھ ہو اور امن عام رہے۔

آہ الہ آباد کیا، تمام کائنات میں اندھیرا سا لگ رہا ہے۔ حضرت والا

کا نور مہر عالمتاب تھا۔

اسی ماہ میں مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ اور اسی ماہ میں حضرت رح کی رحلت بھی ہوئی۔ ہم سب دو بزرگوں کے سائے سے محروم ہو گئے إنّا لله وإنّا إليه راجعون۔

دنیا میں یہ صدمہ سب کو پیش آتا ہے۔ جب حضرت حکیم الامت تھانوی رح کا وصال ہوا تھا تو شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رح نے یہ مصرعہ پڑھا تھا ؎

اُڑ گئی سونے کی چڑیا رہ گیا پر ہاتھ میں

آہ! اب یہی مصرعہ احقر پڑھ رہا ہے۔ حضرت حاجی صاحب سید الطائفہ شیخ العرب والعجم نے اپنے مرشد حضرت میاں جی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر یہ اشعار پڑھے تھے ؎

جو تھے نوری وہ گئے افلاک پر   خشل کچھٹ رہ گئے ہیں خاک پر
بلبلوں نے گھر کیا گلشن میں جا   بوم ویرانے میں ٹکراتا رہا

آپ کے غم میں شریک دور افتادہ
اختر عفا اللہ عنہ

تعزیت نامہ

حضرت مولانا خورشید عالم صاحب مدظلہٗ

نائب مہتمم وقف دارالعلوم۔ دیوبند

جناب مکرم صاحبزادۂ محترم مولانا قاری مشتاق احمد صاحب زید مجدکم

سلام مسنون۔ اخلاص مقرون

پہلے ریڈیو پھر اخبارات سے حضرت اقدس پرتاپ گڑھی طاب ثراہ کی وفات حسرت آیات کی المناک اطلاع ملی جو حلقۂ وقف دارالعلوم دیوبند کے لئے ایک حادثۂ عظیم تھی۔ تمام ہی اساتذہ طلبہ اس خبر وحشت اثر سے ملول و متاثر تھے۔ إنّا لله وإنّا إليه راجعون۔

حضرت اقدس رحمہ اللہ کا وجود اس دور ظلمت میں شمع ہدایت کی حیثیت سے عامۃ المسلمین کے لئے بالخصوص اور دینی طبقے اور اہل حق کے واسطے عموماً ایک نعمت کبریٰ تھا۔ اس دور میں جبکہ اصلاح وارشاد کے دائرے سمٹتے جا رہے ہیں اور بافیض خانقاہیں عنقا ہیں، حضرت رح کا چشمۂ فیض ایک عالم کو سیراب کر رہا تھا۔

تاہم وقت موعود فیصلۂ مشیت ہے جس پر راضی برضا رہنا ہے اور ان برکات وحسنات کے بقا کی سعی جملہ وابستگان حضرت رح کا فریضہ ہے بس رب کریم سے ذات مرحوم کے لئے رفع درجات کی اور پسماندگان کے لئے فیضان ذات عالی کا سچا اور صحیح وارث ہونے کی دعا ہے۔ یہاں اطلاع ملتے

ہی اسباق بند کر دیئے گئے۔ تمام طلبہ، اساتذہ وکارکنان نے ختم کلام طیبہ کا اہتمام کیا اور دعائے ایصال ثواب اور رفع درجات کے بعد حضرت مولانا محمد اسلم صاحب نے حضرت پرتاپ گڑھی رح کی حیات گرامی پر روشنی ڈالی اور طلبائے عزیز کو حضرت کے ملفوظات و مواعظ سے مستفید ہوتے رہنے کی تلقین کی۔ مولانا انظر شاہ صاحب دیر سے سفر میں ہیں اور اس وقت حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ بھی پاکستان تشریف لے گئے ہیں۔ چنانچہ مولانا موصوف کی، جملہ اساتذہ وکارکنان وطلبہ کی اور احقر کی جانب سے دلی رنج وغم کے ساتھ تعزیت پیش ہے۔

حق تعالےٰ جملہ اہل خاندان کو خصوصاً صبر جمیل سے نوازے اور وابستگان حلقۂ حضرت اقدس کو عموماً حضرت رح کے نصائح و وصایا پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔

امید ہے کہ حضرت اقدس رح کے جانشین کی حیثیت سے وقف دارالعلوم پر جناب کی توجہات مبذول رہیں گی اور ادعیۂ مخصوصہ میں ادارہ اور ہم خدام پیش نظر رہیں گے۔

والسلام

خورشید عالم

۱۶۔ ۱۰۔ ۹۱ء

تعزیت نامہ

حضرت مولانا سید ابوالکلام صاحب مدظلہ، مبلغ دارالعلوم وقف دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم ومحترم! زید مجدکم۔

سلام مسنون۔ مزاج گرامی

یقین تو نہیں آیا۔ مگر مجبور ہیں کہ یقین کریں۔ کیونکہ یہ معاملہ تو ایسا ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ خبر ریڈیو کی تھی تصدیق کے ذرائع دوسرے تھے، گرچہ ہوا انجام کار ہونا تو یہی تھا۔ مگر فی الحال توقع نہیں تھی۔ مگر ہماری توقع پر دنیا کی گاڑی چلتی رہے تو خدائی نظام کو کون تسلیم کرے۔ بہرحال ایک حادثہ عظیم ہے اور تلافی کا تو سوال ہی کیا۔ جو گیا اس کی جگہ کوئی پر کرنے والا کب نصیب ہوا۔ مجبوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھے کہ اے خدا میرے حضرت قدس سرہٗ کو اپنے قرب میں جگہ دے۔ جس طرح وہ ہم پر شفقتیں فرماتے تھے اس سے کہیں زیادہ ان کے ساتھ شفقت ورافت کا معاملہ فرما۔ افسوس صد افسوس کہ میرے لئے حضرت رح کا دست شفقت بظاہر آخری سہارا تھا۔ حضرت رح ہزاروں میں ایک تھے، اپنی مثال آپ تھے۔ اللہ تعالےٰ نے کتنی خوبیوں اور کتنے کمالات سے نوازا تھا۔ اب کہاں سے لائیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد صاحبزادئ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے سامنے سے گزرے حضرت

فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہانے دیکھا تو بے ساختہ زبان سے نکلا کہ اے انس تم لوگوں
نے کس دل سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر مٹی ڈالنا گوارا کیا!
مگر کیا کریں، اس درد بھری منزل سے اور صبر آزما مرحلے سے سب ہی کو گزرنا
پڑتا ہے۔ یہیں سے انسان کی بے کسی و بے بسی کا اندازہ ہوتا ہے۔ انا للہ
وانا الیہ راجعون۔

ایصال ثواب کرایا گیا گھر بھی اور مدرسہ میں بھی۔ مدرسہ کی چھٹی بھی رہی
چونکہ ہمارا وقف دارالعلوم تو حضرت رح ہی سے وابستہ تھا۔ خادم کا حال
تو آپ کو معلوم ہی ہے۔ اب آپ کا فرض ہے کہ آپ اس رابطہ و تعلق کو
جس صورت سے بھی ممکن ہو باقی رکھیں، آگے بڑھائیں۔ خدا کرے مزاج بخیر ہو!!

فقط والسلام

ابوالکلام القاسمی
مبلغ اعلیٰ دارالعلوم وقف
دیوبند ۲۴۷۵۵۴

(گھر کا پتہ)
محلہ ضیاء الحق۔ دیوبند

تعزیت نامہ

حضرت مولانا مفتی محمد واصف صاحب مدظلہ

برادر محترم جناب مولانا قاری خشاق صاحب زید مجدکم۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف
سیدی حضرت اقدس مولانا محمد احمد صاحب رح کے وصال کی اطلاع سے
بے حد قلق اور دلی رنج ہوا۔ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ حضرت مولانا
بے حد بامروت شفیق و مشفق مرنجاں مرنج قسم کے متبع سنت بلند پایہ بزرگ تھے
نمونۂ اسلاف بھی تھے اور اکابر کی مجسم یادگار بھی تھے۔ اس دور قحط الرجال میں ان
کی وفات عظیم خلا ہے جس کا پُر ہونا بظاہر مشکل ہے۔ الہ آباد سفر کا مقصد ہی
حضرت کی زیارت ہوتا تھا۔ اب سفر کا مقصد ہی بے روح رہے گا۔ اسباق کا سلسلہ
ہے اس لئے تعزیت کیلئے حاضر نہیں ہو سکا۔ پہلی فرصت میں لکھنؤ حاضر ہو کر تعزیت
کروں گا اور بافیض مرقد مبارک کی بھی زیارت کروں گا۔ مرشدی قطب عالم
خاتم المحدثین شیخ زکریا رح مہاجری مدنی کے وصال کے بعد جذباتی تعلق حضرت کی
ذات سے ایسا ہی ہو گیا تھا جیسے کہ شیخ سے ہوتا ہے۔ وہ بھی سب پر اور ہم جیسے
طالبعلموں پر شفقت مزید فرماتے تھے۔ ان کی تعزیت کے لئے جذبات تو بہت ہیں
لیکن تاثر اس قدر شدید ہے کہ الفاظ نہیں ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اور سب
حضرت کی اولاد کو ان کے طریقہ پر چلنے کی توفیق مزید دے۔ ہم نیازمندوں کو

Scanned with CamScanner

بھی ہدایت اور شفقت علی الخلق میں ان کا سچا متبع بناوے۔ آمین!

دنیا فانی ہے یہاں تو فنا ہی اصل ہے۔ انبیا علیہم السلام نہ رہے، اولیاء اللہ
کیسے رہ سکتے ہیں۔ باقی رہے نام اللہ کا۔ حضرت مولانا کے حالات اور کمالات
اور کرامات سوانح کے عنوان سے مرتب ہونی چاہئے۔ میرے لائق جو خدمت ہو
بلاتکلف تحریر فرمائیں۔ خدا کرے مزاج گرامی بخیر ہوں۔

والسلام

خادم حدیث نبوی۔ محمد واصف (مفتی)

تعزیت نامہ

حضرت مولانا تقی الدین ندوی صاحب مدظلہ، استاذ حدیث العین یونیورسٹی ابوظبی

مجاز بیعت حضرت مولانا پرتاب گڈھی نور اللہ مرقدہ

بسمہ

مکرم المقام جناب مولانا مختار احمد صاحب دام مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امید کہ مزاج بعافیت ہوں گے۔ فون سے حضرت اقدس شیخ المشائخ بقیۃ السلف
حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڈھی نور اللہ مرقدہ کے سانحہ ارتحال کی خبر دل و دماغ
پر بجلی بن کر گری۔ اب تک کسی کو کچھ لکھنے کے قابل نہیں پا رہا ہوں۔ حضرت اقدس کی
مجالس اور شفقت و محبت و دعا و توجہ کے مناظر اور یادوں کا ایک سلسلہ ہے جو دل و دماغ
اور آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی سے اس ناچیز
کا تیس سال تک تعلق رہا ہے۔ حضرت کی جو خصوصی شفقتیں رہی ہیں ان کو دیکھنے والے
ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ اس لئے حضرت رحمہ کے وصال کے بعد دل میں جو اضطراب
و بیچینی تھی وہ کم ہونے کے بجائے بڑھتی رہی۔ ع

تسکین مسافر نہ سفر میں نہ حضر میں

کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور جناب کی مہربانی سے خانقاہ احمدیہ میں الٰہ آباد حاضری
کی سعادت کا موقع میسر فرمایا۔ پہلی ہی زیارت میں حضرت سے جو محبت و عقیدت
پیدا ہو گئی، اور حضرت والا کی جو شفقت رہی اور اس میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ دل و دماغ کو

تسکین وراحت ملی۔ مگر افسوس کہ ۱۲؍اکتوبر کی شب ہمارے یہ دولت ہم سے رخصت ہوئی۔
بلاشک حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی دعاؤں توجہ اور اسکی برکات ہمیشہ باقی رہیں گی مگر حضرت
کی دعاؤں سے محرومی سخت صدمہ ہے۔
حضرت کا حادثہ پوری دنیا کیلئے وہ عظیم الشان نقصان ہے کہ ظاہری حالات
میں اس کی تلافی ناممکن ہے۔ مولانا یوسف متالا نے لندن سے اس ناچیز کو ہدایا کہ ...
سے دو دن پہلے ہی سے یہاں محسوس ہو رہا ہے کہ در و دیوار پر اداسی کا ہے اور شجر
وحجر رو رہے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ اس عالم سے رخصت
ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔
اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے حضرت کو اپنی آغوش رحمت میں لیکر تجلی راحت
ومسرت کا سامان عطا فرمائے اور حضرت کے مراتب قرب میں مسلسل ترقی ہوتی رہے۔
مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ صدمہ جس قدر سخت ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالےٰ صبر کرنیوالوں
کو اپنی قوی رحمت سے بہرہ اندوز فرماتا ہے۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ سب حضرات
ومتعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت والاؒ کے سلسلہ کو تاقیامت باقی رکھے اور
اس کی برکات سے عالم کو منور فرمائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔
جناب ڈاکٹر ابرار صاحب اور کامل صاحب اور دیگر متعلقین کو سلام مسنون معروض ہو۔
ہے۔ عزیزی مولوی ولی الدین ندوی سلمہٗ سلام مسنون عرض کر رہے ہیں غم میں برابر شریک رہا
انشاء اللہ اگر اللہ کو منظور ہوا تو جنوری میں ملاقات ہوگی۔ خیر وعافیت اور حالات سے مطلع
کرتے رہیں گے۔ فقط
والسلام۔
مخلص تقی الدین ندوی۔
۲۲؍۱۰؍۱۹۹۱ء

تعزیت نامہ

حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہٗ۔ قائم مقام ناظم مظاہر علوم سہارنپور

۱۴-۱۰-۹۱ء

مخدوم ومعظم جناب مولانا قمر الزماں صاحب مدظلہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔
مظاہر علوم میں جیسے ہی یہ خبر پہنچی کہ حضرت اقدس مولانا محمد احمد صاحب نور اللہ مرقدہ نے اس
دار فانی سے عالم آخرت کی طرف کوچ فرمایا تو اداسی اور حزن وملال کی ایک فضا تمام ماحول پر چھا گئی اور
ہر چہرہ پر غم وحسرت کی جھلک نمایاں ہوگئی۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ واقعہ ہے کہ اس گناہوں سے بھرے ہوئے زمانہ میں
حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات، تقدس کی روشنی اور منارۂ پاکیزگی تھی۔ حضرت اپنے متوسلین، متعلقین
مریدین اور معتقدین کیلئے سایۂ رحمت تھے۔ وہ سایہ اٹھ گیا۔ اور بڑی برکت جاتی رہی ہے۔ اللہ تعالےٰ حضرت کے
درجات کو بلند فرمائے اور جوار رحمت میں اور اعلیٰ علیین میں مقام رفیع عطا فرمائے۔ ہم سب پسماندگان کو اس
عظیم صدمہ کو برداشت کرنے کی توفیق وقوت عطا فرمائے اور حضرت کے فیوض کو اس عظیم الرتبت خلفاء کے ذریعہ سے
جاری وساری رکھے اور پھیلائے۔ یہاں مظاہر علوم میں نماز ظہر کے بعد احادیث کے اسباق میں اور قرآن کریم پڑھ کر
ایصال ثواب پڑھوا کر حضرت کی بلندی مراتب اور پسماندگان کے صبر کیلئے دعائیں کی گئی ہیں اور سلسلۂ دعا جاری ہے۔
ظاہر ہے کہ آپ حضرت سے تعلق رکھنے والے تمام حضرات اپنے قرب تعلق کی وجہ سے بہت متاثر ہوں گے۔ آپ سب کیلئے
بھی ہم سب دعا کرتے ہیں اور تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ حضرات کو حضرت کے فیوض باقی رکھنے
اور پھیلانے کا ذریعہ بنائیں۔ فقط السلام

محمد عاقل عفا اللہ عنہ
قائم مقام ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

تعزیت نامہ

حضرت مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب مدظلہٗ، دار المصنفین، اعظم گڑھ

۲۱ر اکتوبر ۱۹۹۱ء

باسمہ تعالیٰ

۱۱ر ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ

مکرمی و محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

شیخ المشائخ مرشدنا حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی کے سانحۂ ارتحال کی خبر دیر سے ملی، بڑا افسوس ہوا اور جنازہ میں شرکت سے اپنی محرومی کا سخت ملال ہوا۔ حضرتؒ کی وہ بے پناہ شفقتیں اور محبتیں ایک ایک کرکے یاد آنے لگیں جو مجھ پر فرمایا کرتے تھے۔ رشد و ہدایت اور علم و عرفان کا یہ خزانہ ہم سے آناً فاناً چھن گیا اور ہم اس کے دیدار سے دنیا میں ہمیشہ کیلئے محروم ہو گئے۔ روح بھی سوگوار ہے، قلب بھی مضطر ہے اور دل نہایت بے قرار، اب کہاں سے سکون نصیب ہوگا اور کون ہم جیسے بندگانِ ہوا و ہوس کی رہبری کرے گا۔

آپ کا کیا حال ہوگا؟ یہ سوچ کر اور زیادہ گھبراہٹ ہوتی ہے۔ آپ ان کی حسین یادگار ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اور دوسرے متوسلین نیز تمام اہل تعلق کو جن میں یہ حقیر بھی شامل ہے صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت والا کو جنت نعیم بخشے اور انکی تربت کو پُرانوار کرے۔ براہ کرم میری طرف سے اور دار المصنفین کی طرف سے تعزیت قبول کیجئے۔ والسلام

شریک غم

ضیاء الدین اصلاحی

تعزیت نامہ

حضرت مولانا مفتی شکیل احمد مدظلہٗ، مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم۔ تمبور۔ سیتاپور

بسمہ تعالیٰ شانہٗ

۱۵ر اکتوبر ۱۹۹۱ء

مخدوم گرامی جناب مہتمم صاحب! مدظلہٗ

مزاج شریف؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت سے نوازے۔ آنجناب کے گرانقدر کارنامے آنجناب کو ہمیشہ زندہ رکھیں گے، مدرسہ عالیہ عرفانیہ کی عالیشان اور وسیع و عریض عمارت لکھنؤ کے قلب میں آناً فاناً کھڑی کر دینا اور سینکڑوں طلبہ کو اقامہ کی سہولت بہم پہنچانا، لائق اساتذہ کو جمع کرنا اور انتظام میں پیش آنے والی رکاوٹوں کا مردانہ وار مقابلہ کرنا، یہ وہ کارنامے ہیں جن کا ہر ایک کو اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ راقم السطور کا تعلق آنجناب سے روحانی اور جذباتی ہے۔ کیونکہ ناچیز اپنی ہر طرح کی بے مائگی کے باوجود شروع سے قطب الارشاد حضرت مولانا محمد احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے متعلق رہا۔ باقاعدہ بیعت کا تعلق تو حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ ناظم مظاہر علوم سہارنپور سے تھا لیکن حضرت الہ آبادی سے بھی عقیدت مجھے اپنے پیر ہی کی طرح تھی۔ اور الحمد للہ مجھے ہر سال ایک مرتبہ حضرت والا کی خدمت میں الہ آباد حاضر ہونے کی سعادت بھی حاصل ہوتی رہی۔ حضرت جن دنوں پرتاب گڈھ میں اقامت پذیر تھے تو وہاں بھی حضرت کی خدمت میں ایک مرتبہ حاضر ہوا تھا۔ اور حضرت کی بے پناہ شفقت مجھ نامہ سیاہ کو بھی نصیب رہی۔ ایک بار حضرت نے ایک عالم صاحب سے یہ بھی فرمایا تھا کہ

Scanned with CamScanner

مولوی شکیل احمد کچھ بولتے نہیں چپکے بیٹھے رہتے ہیں، اس کے بعد سے بہت کم کچھ بات بھی کر لیتا تھا۔

حضرت قطب الارشاد کا انتقال پُر ملال ایک ایسا حادثہ ہے کہ اس میں ہم میں سے ہر ایک، دوسرے کی تعزیت کا مستحق ہے۔ کیونکہ ہم سب لوگ اپنی تسلی کیلئے بہانے محروم ہو گئے ہیں۔ لیکن صاحبزادے ہونے کے ناطے آپ کا تعلق حضرت رحمہ سے دوہرا تھا اس لئے ہم آپ کو تعزیت لکھ رہے ہیں۔ حق تعالےٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور حضرت قطب الارشاد سے اپنے کرم کی شایان شان معاملہ فرمائے۔

محترم قاری صاحب! میں آپ سے کیا عرض کروں، بس یہ تصور کیجئے کہ ہمارے پاس حضرت جس حال میں تھے اس سے کہیں بہتر حال میں اللہ تعالےٰ کے پاس ہیں۔ حضرت رحمہ کی راحت کے لئے ہمارے پاس وہ چیزیں کہاں ہیں جو حق تعالےٰ نے اپنے خاص بندوں کیلئے تیار کر رکھی ہیں۔ اس لئے حضرت یہاں سے کہیں زیادہ وہاں آرام سے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو ان تابناک روایات کا محافظ بنائے جو حضرت رحمہ نے قائم کی ہیں۔ امید کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ فقط

غمگسار

شکیل احمد عفی عنہٗ

تعزیت نامہ

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مدظلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند

۶ر اکتوبر ۱۹۹۱ء

باسمہٖ تعالیٰ

۲ر ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ

مکرمی و محترمی زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب کے والد محترم حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمہ کے سانحۂ وفات کی خبر معلوم ہو کر انتہائی رنج وصدمہ ہوا، دارالعلوم میں حضرات اساتذہ وطلبائے عزیز بھی اس عظیم سانحہ سے بہت رنجیدہ و مغموم ہوئے اور حضرت مرحوم کیلئے ایصال ثواب اہتمام کے ساتھ کیا گیا۔

خدائے عزوجل حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آپ کو اور جملہ اعزہ و متوسلین کو صبر جمیل نصیب فرمائے۔ آمین!

ملت مسلمہ کیلئے یہ عظیم المیہ ہے کہ جو بزرگ شخصیتیں اٹھتی جا رہی ہیں ان کا بدل نصیب نہیں ہو رہا ہے۔ حضرت مرحوم کا وجود گرامی پوری ملت کیلئے سراپا رحمت تھا۔ خدا کرے ان کے فیض کا سلسلہ جاری وساری رہے۔

بندہ کی جانب سے اور سب ہی اساتذہ کرام وطلبائے عزیز کی جانب سے تعزیت مسنونہ قبول فرمائیں۔

جناب کیلئے و دیگر اعزہ کیلئے حضرت مرحوم کے سایہ شفقت ورحمت سے محرومی خصوصی طور بڑا صبر آزما مرحلہ ہے۔ اللہ عزوجل صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

والسلام

مرغوب الرحمٰن عفی عنہ

Scanned with CamScanner

تعزیت نامہ

حضرت مولانا اقبال احمد صاحب مدظلہٗ مہتمم جامعہ سراج العلوم سیوان بہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم الحاج قاری مشتاق احمد صاحب : مہتمم مدرسہ عالیہ عرفانیہ عبدالعزیز روڈ، چوک، لکھنؤ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی!

آہ! اس جانکاہ خبر کو سنکر پاؤں تلے سے زمین سرک گئی اور پوری دنیا تاریک محسوس ہونے لگی، جب کسی نے بذریعہ ٹیلیفون یہ اطلاع دی کہ رشد و ہدایت کا آفتاب درخشاں جو حضرت مولانا محمد احمد پرتابگڈھی کی شکل میں پورے ہندوستان پر ضیاء پاشی کر رہا تھا ۳ ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ کو وہ غروب ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خبر سنتے ہی جامعہ کے اساتذہ و طلبہ نے قرآن کریم کی تلاوت اور کلمۂ طیبہ کے ورد کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کیلئے ایصال ثواب کیا اور دعا کی اللہ تعالیٰ پوری امت کو حضرتؒ کا نعم البدل عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ نیز آپ کے خط ملا۔ انھوں نے مزید قرآن خوانی کروا کر حضرتؒ کیلئے ایصال ثواب کیا۔ حضرتؒ کے وصال سے پورے مسلمانان ہند پر مایوسی کا عالم ہے۔ آج کیفیت یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کی تعزیت کرے لیکن آپ کا تعلق حضرتؒ کے نسب سے ہے اس لئے آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ حضرتؒ سے وابستگان آپ کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کریں۔ ارکان، اساتذہ اور طلبہ جامعہ کی جانب سے تعزیت مسنونہ قبول فرمائیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے حضرتؒ کی جگہ پر اپنے بندوں میں سے کسی کو روحانی مسیحا بنا دے۔ آمین۔ والسلام

احقر اقبال احمد۔ مہتمم جامعہ عربیہ سراج العلوم۔ تیلی ہٹہ بازار۔ سیوان بہار

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ

تاثرات

بر وفات حسرت آیات بقیۃ السلف حضرت مولانا پرتابگڈھی نور اللہ مرقدہٗ

(از کامل صاحب جائسی، الٰہ آباد)

کریں حمد خدائے دو جہاں پہلے یہاں کامل
ثنائے مصطفےٰ ہو بعد اس کے پھر سر محفل

اجالا دور کرنے تیرہ اکتوبر کو شب آئی
فرشتہ موت کا دس، بیس پہ ہمراہ وہ لائی

غم و آلام کے سانچے میں ڈھل کر رات آتی ہے
شب تاریک اشکوں کا لئے برسات آتی ہے

چھپا مہر ولایت ذرے سب بے نور ہوتے ہیں
شب دیجور کی آغوش میں مستور ہوتے ہیں

امیر کارواں، پیر طریقت، رہبر کامل
سراپا مشعل راہ ہدایت، واقف منزل

ہوا اوجھل نظر سے بدر کامل رات باقی ہے
ہوئی تاریک دنیا روشنی کی بات باقی ہے

گیا صحن چمن سے وہ بہار گلستاں لے کر
گیا خود کو مٹا کر وہ حیات جاوداں لے کر

ہوا دنیا سے رخصت وہ ہمیں داغ الم دے کر
خوشی سب لے گیا دل کی ہمیں وہ اپنا غم دے کر

طبیعت اب کسی صورت سے بہلائی نہیں جاتی
کسی بھی انجمن میں اپنی تنہائی نہیں جاتی

اڑا کر لے گیا شہر الٰہ آباد کی رونق
گیا ہمراہ لے کر وہ دل ناشاد کی رونق

غمِ فرقت میں ہے ہم خستہ ابرار کا رونا
تڑپنا ہمدردوں کا اور در و دیوار کا رونا

نہ ساقی ہے، نہ شیشہ ہے، نہ ساغر ہے نہ پیمانہ
نظامِ میکدہ کا اپنے اس طرح کو چلا

غذا میں اہلِ محفل کو دیا کرتا تھا روحانی
چلایا کرتا تھا بادہ کشوں کو جام عرفانی

نشیمن تنکہ تنکہ چن کے اک اس نے بنایا تھا
ہزاروں غنچہ و گل سے گلستاں یہ سجایا تھا

خبر کیا تھی یہ تنکے منتشر ہو جائیں گے اک دن
جدا ہو کر ہمیشہ کیلئے کھو جسائیں گے اک دن

نرالی شان تھی اس کی انوکھی تھی ادا اس کی
تھا سچا عشق اس کا اور سچی تھی وفا اس کی

وہ تھا اخلاص کا پیکر، سراپا وہ محبت تھا
سراپا فضلِ رحمٰن تھا مجسم وہ کرامت تھا

وہ اپنے دشمنوں کو بھی کلیجے سے لگاتا تھا
بصد اعجاز مسند پر اسے اپنے بٹھاتا تھا

وہ پارس تھا جو چھو لیتا اسے سونا بنا دیتا
نہاں جو کھوٹ ہوتا اس میں وہ اسکو جلا دیتا

زمیں سے آسماں تک اس کے وہ انوار کا عالم
عجب تھا ذکر کا، اذکار کا، افکار کا عالم

مٹا ڈالی رہِ الفت میں اس نے زندگی اپنی
کیا نذرِ غم و آلام اس نے ہر خوشی اپنی

الٰہی صبر و استقلال کی دولت عطا فرما
چلیں ہم اس کے نقشِ پا پہ وہ ہمت عطا فرما

جگہ فردوس میں اس کو الٰہی تو عطا فرما
اور بھر دے قبر کو انوار سے اس کی خداوندا

الٰہی حشر میں ہو ساتھ اس پیرِ طریقت کا
رہے سایہ ابد تک سر پہ یارب تیری رحمت کا

کریں ہم پیروئ شیخ کامل عمر بھر یارب
ہماری شامِ غم ہو جائے تنویرِ سحر یارب

تعزیت نامہ

بر انتقال پُرملال جناب حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پھولپوری پرتاپگڈھی نور اللہ مرقدہٗ

از: مولانا محمد نسیم اللہ مظاہری پرتاپگڈھی

معرفت کے نور سے عالم کو چمکاتے رہے
عمر بھر دل کی سیاہی دور فرماتے رہے

دستِ غیبی سے کیا کرتے تھے روحانی علاج
جانتے تھے خوب وہ بیمار لوگوں کے مزاج

جو پریشاں حال تھے افلاس کے مارے غریب
آپ کے فیضِ دعا سے ہو گئے وہ خوش نصیب

روح کے بیمار جو آئے توانا ہو گئے
کتنے احمق آپ کی حکمت سے دانا ہو گئے

تھی گناہوں کے سبب بیکار جن کی زندگی
آپ کی صحبت میں رہ کر ہو گئے وہ سب ولی

آپ کی مجلس تھی عرفانِ محبت کی بہار
چشمۂ جود و سخا اور رحمتوں کا آبشار

طالبِ روحانیت کا اک ہجومِ عام تھا
فتنۂ شیطان اس دربار میں ناکام تھا

اہلِ حاجت اور دعا کی ٹولیاں کی ٹولیاں
ہو کے خوش بھر بھر کے لے جاتی تھیں اپنی جھولیاں

کتنے ہی شرعی فسادی خم کیا کرتے تھے سر
آپ کی چشمِ عنایت زینتِ قلب و نظر

اہلِ دولت آپ پر کرتے تھے جان و دل نثار
دیکھتے تھے وہ ہدایت کی فضائے خوشگوار

رات دن اصلاحِ امت کے لئے بےچین تھے
جس طرح امت کے غم میں سرورِ کونین تھے

جسم کو طاقت توانائی سے خالی کر دیا
اہلِ مجلس کی زباں کو ذکر والی کر دیا

اپنی ساری قوتیں نذرِ ریاضت کر دیا
زندگی کی ہر گھڑی وقفِ عبادت کر دیا

بے یقیں، دورِ صحابہ کی کھلی تصویر تھے
چشمۂ نورِ نبی کی آپ اک تنویر تھے

تھی دعا امت یہ وابستہ رہے اسلام سے
گوشہ گوشہ میں حفاظت ہو غم و آلام سے

چھائی رہتی ہر گھڑی گلزار جنت کی بہار

دولتِ دنیا سے خالی زندگی تھی آپ کی
دل کو تھا سنتِ نبوی کی لذت سے قرار

خانقاہی اور درویشی کے شیدائی تھے آپ
قابلِ رشکِ ملائک بندگی تھی آپ کی

آپ کا ارشاد عالی دین کا فرمان تھا
گوشۂ خلوت کی زینت اور انداز تھے آپ

شرک اور بدعت سے تھی قلبی عداوت آپ کو
آخرت کے راستے میں توشۂ انساں تھا

آپ کی مجلس میں نادم ہو کے جو آتا کبھی
جاہلوں کی رسم و عادت سے تھی نفرت آپ کو

تھے ہو بہو اخلاق سرکارِ نبیٔ پاک کے
دور ہو جاتی تھی کلفت اور سارا رنج و غم

اہلِ علم و اہلِ دل کے آپ تھے رہبر سدا
رحمتِ سرکار دو عالم شہِ لولاک کے

دے کے سرکار دو عالم سے محبت کا سبق
آپ کے دربار میں یکساں تھے ہر شاہ و گدا

آپ تھے اِس دور کے لوگوں کے روحانی امام
نورِ ایماں سے روشن کر دیا ہر دو جہاں

دشمنوں کی بھی زباں پر آپ کا ہے ذکرِ خیر
باطنی احوال میں تھا آپ کا اعلیٰ مقام

آپ ہیں محبوبِ نبی ہی محبت کے سبب
سب پہ شفقت آپ کی تھی خواہ اپنا ہو کہ غیر

پائی شاہ فضل رحمٰن سے بلندی آپ نے
آپ ہیں محبوبِ عالم آپ ہیں محبوبِ رب

اولیاء اور اتقیاء کی آپ اک تصویر تھے
کی دلوں میں راہِ حق کی نقشبندی آپ نے

روحِ احمد جنت الفردوس میں مسرور ہے
دفترِ اسلاف میں پوری طرح تحریر تھے

دے کے "عرفانِ محبت" آپ پائندہ ہیں آج
کثرتِ انعام سے قلب و نظر معمور ہے

آپ "اخلاقِ سلف" کی شکل میں زندہ ہیں آج

قرنِ اول کے نمونے اب کہاں پائیں نسیم
پھر مرا ہم کس کو اپنے زخم دکھلائیں نسیم

آہ! حضرت مولانا محمد احمد صاحب

پھولپوری (پرتاپ گڈھ) نوّر اللہ مرقدہٗ

از: خلیل پرتاپ گڈھی

دل میں اک ویرانہ پن ہے آپ کے جانے کے بعد
سوگ میں ڈوبا چمن ہے آپ کے جانے کے بعد

روشنی علم و ہدایت کی کہاں گم ہو گئی
چاند میں کیسا گہن ہے آپ کے جانے کے بعد

رنج و غم کی اک ردا اوڑھے نہایت سوگوار
بستیٔ گنگ[۱] و جمن ہے آپ کے جانے کے بعد

اب نسیمِ جاں فزا گلشن میں آنے سے رہی
پھول سے خالی چمن ہے آپ کے جانے کے بعد

سب سے ہمدردی کی باتیں اور دعا سب کے لئے
مضطرب ہر مرد و زن ہے آپ کے جانے کے بعد

پھیلتی تھی جس کے دم سے معرفت کی روشنی
گم شدہ اب وہ کرن ہے آپ کے جانے کے بعد

پُرخلوص و پُرمحبت، مہرباں، مصلح، شفیق
دل میں یہ کیسی چبھن ہے آپ کے جانے کے بعد

بعد مغرب خانۂ ابرار میں وہ انجمن
آج موضوعِ سخن ہے آپ کے جانے کے بعد

رہتا تھا گلزار ہر دم کمرہ ذکر اذکار سے
سونی سونی انجمن ہے آپ کے جانے کے بعد

بکھرے تھے گلہائے رنگا رنگ اس گلزار میں
اب تو خالی حسنِ ظن ہے آپ کے جانے کے بعد

وہ تصوف کے مسائل وہ بیانِ حمد و نعت
اب کہاں وہ فکر و فن ہے آپ کے جانے کے بعد

آپ کا ارشاد، ہم مشتاق، سب کو اشتیاق
خواب وہ بزمِ سخن ہے آپ کے جانے کے بعد

جا بسے "شہرِ خموشاں" میں، جو بستی چھوڑ کر
سوگ کا اوڑھے کفن ہے آپ کے جانے کے بعد

دے مقامِ عالی خدا، اب یہ دعا اپنی خلیلؔ
دل میں اپنے موجزن ہے آپ کے جانے کے بعد

---

[۱] اشارہ الٰہ آباد کی طرف ہے، جہاں حضرتؒ کا قیام تھا۔

تأثراتِ محبت وجذباتِ عقیدت

بروفاتِ حسرتِ آیات

شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی نور اللہ مرقدہٗ

از: زاہد حسین، متعلم جامعہ اسلامیہ افضل المعارف وصی آباد، الہ آباد

حضرت منت کا صدمہ دل ابھی بھولا نہ تھا ... نشتر جامی ابھی سینہ میں تھا، نکلا نہ تھا

صدمۂ معراج حق معمولی سا صدمہ نہ تھا ... حضرت احمد کی رحلت ہو گئی یا ذلیتا

دل کی گتھی جو سلجھنی تھی نہ سلجھی ، رہ گئی
اپنی روداد الم یوں ہی ادھوری رہ گئی

آپ سے تھی تقویت کیا حضرت ابرار کو ... وجہ تسکیں آپ ہی تھے ثاقب[عہ] بیمار کو

آپ سے ملتا سکوں ندوئ عالی بار کو ... سالم دا سلم کہاں پائیں گے ایسے پیار کو

اہل علم و اہل دل صد حیف، بر تو جاں نثار
من چہ گویم سیدی چنداں تو کردی بیقرار

آپ کی مجلس میں ہوتا اہل دل کا یوں ہجوم ... جیسے گردمہ بنالیتے ہیں ہالہ سا نجوم

بحر عرفاں کے شناور آپ وہ بحر العلوم ... ذات اقدس معرفت کی گویا تھی دار العلوم

ہو گئی تاریک دنیا وہ قیامت آ گئی
صبر دل رخصت ہوا، اب یاس وحسرت چھا گئی

عہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی دامت برکاتہم۔

ملک درویشی کے تھے فرماں روا عالی جناب ... آپ کو کہہ دیں بجا ہے معرفت کا آفتاب

آپ کا ہر وعظ ہوتا رحمت حق کا سحاب ... مجلس ارشاد فرما تھی، زیارت تھی ثواب

آپ کیا تھے چشمۂ حیواں جو ہم نے گم کیا
آہ! اب اس سے بڑا کیا ہوگا کوئی حادثہ

تھی جو اہل دل کی دولت آپ ہی کی ذات تھی ... صوفیا کے واسطے اک قیمتی سوغات تھی

مئے عرفاں میں ڈوبی ہوئی ہر بات تھی ... سالکان معرفت کے واسطے مشکوٰۃ تھی

گلستان معرفت کے آپ ہی تھے باغباں
آپ کی رحلت سے ہیں مغموم اہل بوستاں

رونق محفل تھی حضرت آپ ہی کی ذات سے ... آشکارا سوز دل تھا آپ کی ہر بات سے

آپ کا ہر لمحہ وابستہ خدا کی ذات سے ... تخلیہ کے آپ نے دن بھی گزارے رات سے

کیسے کہہ دوں میں قیامت جلد ہی آجائے گی
ہاں مگر نعم البدل دنیا کہاں سے لائے گی

آہ ہمدم دیکھ روئے حضرت عمار آج ... حضرت قمر الزماں کا دیکھ حال زار آج

اُن پہ افسردہ ہیں کیسے ڈاکٹر ابرار آج ... دامن صبر و قرار اب ہو گیا صد تار آج

غمزدہ مشتاق ہیں ارشاد ہیں تصویر غم
اشتیاق جانشیں مغموم ہیں باچشم نم

ملک فقر و زہد کے تھے آپ ہی فرماں روا ... شمع بزم معرفت تھے مشعل راہ صفا

تھی زباں خاموش لیکن قلب صافی برق تھا ... بحر یاد حق میں زاہد دل سراپا غرق تھا

کیا چلی باد خزاں افسردہ گلشن ہو گئے
آپ تھے خورشید حق دنیا پہ روشن ہو گئے

Scanned with CamScanner

گلشنِ علم و عمل کا باغباں رخصت ہوا

از محترم ڈاکٹر محمد احمد اصلاحی صاحب جین پور اعظم گڑھ

شیخ کامل، یادگارِ رفتگاں رخصت ہوا / شاہ بدر و فضل رحمٰں کا نشاں رخصت ہوا

رہ کے دنیا میں رہا دنیا سے وہ دامن کشاں / سوئے خلدِ آرزو وہ شادماں رخصت ہوا

ڈھونڈ کر لائیں کہاں سے آہ سامانِ سکوں / کج اپنا وہ قرارِ روح و جاں رخصت ہوا

ہائے گلہائے محبت کیوں ہیں مرجھائے ہوئے / بزمِ روحانی کا شاید پاسباں رخصت ہوا

سوگوار و غمزدہ ہیں عندلیبانِ چمن / گلشنِ علم و عمل کا باغباں رخصت ہوا

روح و دل کی "مغتسل بارد" تھی جس کی خانقاہ / عشق و الفت کا وہ بحرِ بے کراں رخصت ہوا

جو لگا کر عشق و محبت میں رہا کرتا تھا مست / چھیڑ کر سازِ یقیں وہ نغمہ خواں رخصت ہوا

تیرا وہ خوانِ محبت یاد آئے گا بہت / ساقیٔ جامِ محبت میزباں رخصت ہوا

میزباں ساقی تھا ان کا، میہماں ساقی کبھی / میزباں کے پاس اپنے میہماں رخصت ہوا

کون فرمائیگا وہ شرحِ حدیثِ عشق اب / تیرے جانے سے محبت کا بیاں رخصت ہوا

مرجعِ علمائے ربانی تھا جس کا آستاں / آہ اس دنیا سے وہ قطبِ زماں رخصت ہوا

اب کہیں گے جاکے کس سے اپنے دل کی بات ہم / وہ محبت کا امین و رازداں رخصت ہوا

آہوئے دشتِ محبت دیکھ سرگرداں ہیں کیوں / کیا دہاں سے صاحبِ تیر و کماں رخصت ہوا

اک اشارے سے بدل دیتا تھا جو دل کا نظام / صاحبِ روح البیان سوئے جناں رخصت ہوا

پھول تو ہیں پھول، کانٹوں سے محبت تھی اُسے / ہے چمن افسردہ ایسا مہرباں رخصت ہوا

آج بھی ہے دامنِ دل ان سے وابستہ مرا / گرچہ اصلاحی وہ اب دامن کشاں رخصت ہوا

چوٹ لگتی تھی ہمیں لیکن تڑپ جاتا تھا وہ / آہ ایسا صاحبِ سوزِ نہاں رخصت ہوا

ذرہ ذرہ میکدے کا ہو گیا ماتم کناں / جب اچانک ساقیٔ بادہ کشاں رخصت ہوا

عالمِ پیری میں تھا وہ رشکِ صد عہدِ شباب / کوہِ ہمت صاحبِ عزمِ جواں رخصت ہوا

اب کسے اس عہدِ ظلمت میں بنائیں رہنما / آسمانِ معرفت کا کہکشاں رخصت ہوا

تا دمِ آخر محبت کی اذاں دیتا رہا / اصلاحِ ملت کا لئے دردِ نہاں رخصت ہوا

نکہتِ گل اب کہاں سے لائے گی بادِ نسیم / گلستاں سے وہ شمیمِ گلستاں رخصت ہوا

قافلے عشق و محبت کے رواں چلتے رہیں / دے دعا دل سے وہ میرِ کارواں رخصت ہوا

کیا دکھاؤں اپنے دل کی اب تلاطم خیزیاں / کر کے اصلاحی کو اک سیلِ رواں رخصت ہوا

مادہائے تاریخ وفات

از محترمی جناب مولانا عبدالقدوس رومی صاحب مدظلہ مفتی آگرہ و افضل المعارف الٰہ آباد

۱- مرقدِ پاک مولانا محمد احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ ۱۴۱۲ھ

۲- دل آگاہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب نور اللہ مرقدہ ۱۴۱۲ھ

۳- تاریخ وفات نزدیک رب ۱۹۹۱ء

۴- تاریخ وفات مہر اولیاء ۱۹۹۱ء

آہ مولانا شاہ محمد احمد پرتاپگڈھیؒ

از مولانا سید غیاث الحسن مظاہری مدظلہ

قلم کا سینہ شق ہوا جاتا ہے۔ اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ آخر ہم اپنے قارئین کو کیسے بتائیں کہ وہ عاشق رسول جس کی زندگی کا ہر ایک گوشہ سنتوں کی خوشبو سے معطر تھا، وہ محب رسول، جس نے زندگی کی آخری سانس تک اسوۂ حسنہ کو سینہ سے لگائے رکھا، جس کی خلوت و جلوت میں اخلاق رسول و سنت رسول کا اتباع نمایاں تھا اس کا سایۂ شفقت و محبت ہم حرماں نصیبوں کے سروں سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اٹھ گیا ہے ہم سایۂ رحمت خداوندی سے محروم ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بقیۃ السلف شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڈھیؒ کی رحلت امت مسلمہ کے لئے ایک زبردست نقصان عظیم ہے۔

وہ مرجع خلائق و انام تھے اور مرکز خواص و عوام تھے۔ بڑے بڑے بزرگ، اکابر علمائے اسلام و مشائخ کرام کو ان کی مجلس میں بہت ادب کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھا ہے۔ ان کی مجلس میں علم و عرفان کا زلال تقسیم ہوتا تھا اور تشنہ کامان معرفت اپنی روحانی پیاس بجھاتے تھے۔

میکدۂ معرفت کا یہ ساقی جام پہ جام لنڈھاتا رہا۔ کم و بیش ۹۳ سال تک ہزاروں نہیں لاکھوں تشنہ کامان حقیقت کو سیراب و فیضیاب کرتا رہا۔

حیف در حیف آج وہ ہمارے درمیان نہیں ہے۔ مجلس سونی سونی ہے۔ اور

میکدۂ محبت میں ویرانی ہے۔ وہ عندلیب خوشنوا اپنی نغمہ سنجیوں سے چمن زار ہستی کو کیف و وجد، طرب و نشاط، سوز و گداز بخشتا رہا۔ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کرکے عالم بالا میں چلی گئی۔

طریقت و شریعت کا ایسا حسین امتزاج اور روحانیت کی ایسی لطیف فضا برصغیر ہند و پاک میں کہیں بھی تو نہ تھی۔ کیسی سرشاری ملتی تھی اور کیسی بے خودی سی طاری ہوتی تھی۔ روح میں بالیدگی و نشاط اور دل میں تازگی و لطافت اس ساقئ مے عرفاں کا وصف خاص تھا۔ جو اس محفل میں آگیا بے خود و سرشار ہوگیا۔ میکدہ کی چوکھٹ پر بیٹھ کر فردوس بریں کی سرفرازی ملتی تھی۔ اور دُرد تہہ جام پی کر عرفان و آگہی کی بے خودی حاصل ہوتی تھی۔ وہ سرشاریاں، وہ بے خودیاں اب ختم ہوگئیں۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

سوگوار: سید غیاث الحسن مظاہری۔

قطعات تاریخ وفات حسرت آیات

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی

از مولانا سید غیاث الحسن مظاہری

فارسی میں

آں مہر و کرم شاہ محمد احمد — در شہر الہ آباد بود جلوہ فشاں
چوں مشعل عرفان حقیقت گل شد — عالم ہمہ اطراف شدہ نوحہ کناں
تاریخ وفات او چنیں گفت غیاث — رفتہ ز بزم فانی بباغ جناں
۱۹۹۱ء

اردو میں

منبع لطف و کرم شاہ محمد احمد — ذات سے جنکی الہ آباد رہا نور فشاں
بجھ گئی مشعل عرفان حقیقت جو غیاث — سارا ماحول نظر آنے لگا نوحہ کناں
یہ اشارہ دیا ہاتف نے بشارت کے جواب — ان پہ اللہ کا انعام ہوا باغ جناں
۱۴۱۳ھ

Scanned with CamScanner

قطعاتِ تاریخِ انتقال

حضرت مولانا محمد احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ

شمس الرحمٰن فاروقی۔ چیف پوسٹ ماسٹر جنرل۔ اتر پردیش

قدوۃ الواصلین، زبدۃ العارفین، بقیۃ السلف، محی السنت، شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی کا انتقال ایسا سانحہ نہیں ہے جسے دنیا آسانی سے بھلا سکے۔ حضرتؒ کی ذات بابرکات سے ایک عالم نے فیض حاصل کیا۔ علم وفضل، تقویٰ، تعلق مع اللہ، پابندیٔ سنتِ رسول، انکسار واخلاق، شعر وپند وموعظت، ان تمام چیزوں میں ان کا ثانی نہ تھا۔ حضرتؒ کے مواعظ کی تین جلدیں "روح البیان" کے عنوان سے شائع ہوکر مقبول خاص وعام ہوچکی ہیں۔ یہ مواعظ جو ہمیشہ فی البدیہہ ارشاد فرمائے گئے معرفت کی نکتہ رسی، حبِ رسول ﷺ واسوۂ رسول ﷺ، ادبی لطف اور شریعت کی پابندی کے نقطۂ نظر سے حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحبؒ تھانوی کے مواعظ کی طرح کے اور انہی کے مانند پرتاثیر ہیں۔ مولاناؒ کے کلام میں عشق کی سرشاری اور سرمستی، درد مندوں کا اور سوز دروں، توجہ الی اللہ اور مقامات وصول الی الحقیقت کے وہ رنگ ہیں جو حضرت شاہ نیاز بریلویؒ اور حضرت شاہ عبدالعلیم آسیؒ کی یاد دلاتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ کے یہاں سادگی اور بے ساختگی کا انداز انتہائی دلکش ہے۔ حضرت مولانا اپنے نام کے اعتبار سے احمدؔ تخلص فرماتے تھے۔ آپ کا مجموعۂ کلام "عرفان محبت" اہل دل اور اہل نظر سے خراج عقیدت وصول کرچکا ہے۔

اکثر بزرگوں کا کہنا ہے کہ علم وعلم، شفقت وکرم اور حاجت رسیٔ درد منداں کے اعتبار سے حضرتؒ کو ثانی حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کہا جائے تو بجا ہے۔ حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحبؒ کی طرح حضرت مولانا کے بھی معتقدین میں ہر مذہب وملت کے لوگ شامل تھے۔ دعا، تعویذ یا برکت کی غرض سے آنے والا کبھی مایوس نہ لوٹتا تھا۔ آپ کی مقبولیت اور مخدومیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ لوگوں کا متفقہ بیان ہے کہ آپ کے جنازہ جیسا پرہجوم جنازہ الٰہ آباد میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے بیننا وبینهم الجنائز حضرت مولانا محمد احمد صاحب قدس سرہٗ کا جنازہ امام کے اس قول کی مکمل تفسیر تھا۔

یوں تو حضرتؒ کے اخلاق کریمانہ کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاس آنے جانے والے ہر شخص کو یہ گمان ہوتا تھا کہ حضرت میرے ساتھ خاص معاملہ فرماتے ہیں۔ لیکن مجھ حقیر وناکارہ کو شاید پھر بھی حضرت کے انس ومروت میں کوئی خاص جگہ حاصل تھی۔ اس کی وجہ میری کوئی خصوصیت نہیں، بلکہ حضرتؒ میرے والد مرحوم جناب محمد خلیل الرحمٰن فاروقی کو ہمیشہ اپنے بے تکلف احباب میں شمار فرماتے تھے۔ اس محبت کی بنا پر میرے والد نے اپنے ایک بیٹے کا نام حضرت کے نام پر محمد احمد رکھا۔ اللہ کا لاکھ فضل واحسان ہے محمد احمد سلمہٗ کے نام کی لاج رکھ لی گئی اور آج وہ غربا پروری، صلہ رحمی اور ہماری والدہ ماجدہ کی خدمت گزاری میں ہم سب سے آگے ہیں۔

قطعات تاریخ کے یہ چند ٹوٹے پھوٹے اشعار مجھ ناکارہ پر تقصیر کی طرف سے ہمارے زمانے کی مقرب ترین ہستیوں میں سے ایک ہستی کو خراج عقیدت ہیں مجھے تاریخ گوئی سے کوئی مس نہیں۔ یہ حضرت مولانا اور میرے بزرگوں کا تصرف ہے

کہ یہ اشعار نظم ہو گئے اور دونوں مصارع تاریخ میں قرآنی کلمات بھی آ گئے۔
الحمد للہ علی احسانہ اب اشعار ملاحظہ ہوں ؎

قطعہ تاریخ عیسوی :-

چوں آں عارف کامل جواں مرد راہِ حق — تہی کرد قالب را بامید لطف رب
ز جنت پئے تقدیم رضواں فرود آمد — پیام خدا آورد و دادم ترا منصب
بیا اے محمد احمد اے شان رحمانی — توئی صدر آں مجلس جاودانیست روز و شب
قدم زد چو در مجلس صدا از سروش آمد — نگاہے کن اندر دل الٰہی بیک نماز عجب

۱۹۹۱ء

قطعہ تاریخ ہجری :-

بس کہ شیخ المشائخ تھا ان کا لقب — ساری دنیا سے انکو عقیدت ملی
زندگی بھر لکھا سوزِ دل کا بیاں — زیست عشق نبیؐ، ذکرِ رب شاعری
صورت فضل رحمٰن زمانے میں تھے — ان کو دیکھا شبیہ ولی دیکھ لی
مطمئن جان تھی راضیہ مرضیہ — قلب نے جب صدا ارجعی کی سنی

روح احمد بھی رب محمد سے پھر
سن لے یہ مژدہ اب فَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ

۱۴۱۲ھ

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔

اَمَّا بَعْدُ! اللہ کے رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، خیارکم من تذکرکم باللہ رؤیتہ ویزید فی علمکم منطقہ ویرغبکم فی الآخرۃ عملہ (تم میں کے بہترین وہ لوگ ہیں جنکی رویت تم کو اللہ کی یاد دلائے اور ان کا کلام تمہارے علم میں اضافہ کرے اور ان کا عمل تمہیں آخرت کی طرف رغبت دلائے۔ (ترمذی شریف)

بلاشبہ ہمارے شیخ مرشدی حضرت مولانا شاہ **محمد احمد** صاحب پرتاپگڈھی نور اللہ مرقدہ اس ارشاد نبوی کے مصداق تھے۔ جن حضرات کو صدق نیت کے ساتھ حضرت کی مجالس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی ان کو اس کا مشاہدہ بخوبی ہوا ہوگا کہ حضرت کا دیدار یاد الٰہی کا باعث ہوتا اور انکی صحبت میں خدا کی یاد دل میں آتی تھی اور جب زبان مبارک کو جنبش ہوتی تو علوم و معارف کا دریا رواں ہوتا۔ اور عجیب و غریب حقائق منکشف ہوتے۔ اور آپ کا ہر عمل آخرت کی یاد دلاتا اور بیشک آپ یادگار سلف صالحین تھے اور آپ کی صحبت و مجالست بسا غنیمت تھی گر مشیت الٰہی کہ وہ بھی ہمارے درمیان سے رخصت ہو گئے۔ اور یہ قدرت کا اٹل فیصلہ ہے کہ جو بھی دنیا میں آیا ہے وہ دوبارہ لوٹ کر ابدی زندگی کی طرف جائے گا۔ یہ موت و حیات کا سلسلہ اتنا قدیم ہے پھر بھی بسا اوقات یہ یقین نہیں ہوتا کہ ایسا شخص بھی دنیا سے جائیگا جس کی زندگی خلق خدا کے لئے روشن منارۂ نور ہو اور جو خلق خدا کے اصلاح قلوب

کا کام انجام دیتا ہو۔ بہرکیف ہمارے مرشد بھی اس فیصلۂ ربانی کے تحت ہم سب سے جدا
ہو گئے۔ ان کا جدا ہونا ایک ایسا حادثہ ہے جو تحریر میں نہیں سما سکتا۔ مختصر یہ کہ دل شق
ہو رہا ہے، آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور زبان سے بے ساختہ حضرت مرشدی رح کا یہ شعر
جاری ہے ؎

لب پہ یہ مصرعہ ہے جاری اے پسر انجمن
شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن

اللہ تعالیٰ مجھے بھی سکون اور صبر عطا فرمائیں اور حضرت کے جملہ پسماندگان و متوسلین
کو بھی۔ آمین!

زیر نظر مجموعہ وہ ملفوظات ہیں جو میں نے گاہے بگاہے حضرت کی مجالس میں نوٹ
کر رکھے تھے یہ انہی مجالس کے اسرار و معارف کا مجموعہ ہے۔ جسے بندہ نے بڑی دلسوزی
کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔ امید ہے کہ حضرت مرشدی رح کے ان ملفوظات میں آپ
وہی چاشنی، وہی درد دل اور وہی کیف و مستی پائیں گے جو حضرت کے مواعظ میں آپ
کو حاصل ہوتی تھی اور حضرت کے بلندیٔ درجات کی دعا بھی فرمائیں گے۔ مجھے افسوس
اور صدمہ ہے کہ اپنے مسلسل اسفار اور نوع بنوع کے مشاغل کثیرہ کی بنا پر حضرت
والا رح کی خدمت میں حاضری کم نصیب ہوئی اور خوان محبت سے کچھ حاصل نہ کرسکا، مگر
حاضری کے زمانہ کی جو توجہات اس ناکارہ پر ہوئیں اس کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔
حضرت مرشدی رح اس بندہ سے غایت درجہ محبت اور شفقت کا معاملہ فرماتے اور اس
کی دو وجہ تھی۔ اولاً تو انکی عام شفقت جو ابر رحمت کی طرح خلق خدا پر عام تھی۔ ثانیاً
یہ کہ بندہ کے پرنانا عارف باللہ حضرت مولانا الشیخ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ
رنگھ پوری براہ راست حضرت گنج مرادآبادی رح سے بیعت تھے اور یک واسطہ

خلیفہ تھے۔ پھر جب میں نے اپنا تعلق حضرت رح سے قائم کرلیا تو یہ روحانی سلسلہ جو میرا
پہلے سے تھا مزید قوی تر ہوگیا۔ اللّٰھم لک الحمد ولک الشکر۔
اب اس امید پر بندہ نے ان ملفوظات کو جمع کیا کہ حضرت رح کی مجالس و صحبت
جن حضرات کو نہیں مل سکی وہ اس سے اس کی تلافی کرسکیں اس لئے کہ اہل اللہ کا کلام
ان کے بعد انکی نیابت کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں بندہ بصمیم قلب سراپا اخلاص و کرم جناب
حضرت اقدس مولانا عمار احمد صاحب مدظلہ خلیفۂ حضرت مرشدی رح کا شکرگزار ہے کہ
انھوں نے ہماری ہمت افزائی فرمائی جو ان کا خاص طرۂ امتیاز ہے اور اس مجموعہ کی
اشاعت اپنے ادارہ کے شعبۂ نشر و اشاعت کے ذمہ کردی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے
چونکہ بظاہر کوئی اسباب نہیں تھے کہ یہ مجموعہ شائع ہوکر مجروح دل کی تسکین کے سامان
فراہم کرسکے۔ اور ایک عارف باللہ قطب زمانہ کے ارشادات سے روح و دل کو
سرشار کیا جاسکے۔ مگر حضرت مولانا مدظلہ کی فراخ دلی اور محبت شیخ نے جوش
مارا جس کے سبب یہ مجموعہ آپ تک پہنچ سکا۔ مولانا مدظلہ کی علمی رہنمائی بھی میرے
شامل حال رہی اور کمال محبت کی بنا پر آپ نے ان ملفوظات کو اہتمام سے سنا بھی
اور جا بجا مناسب ترمیم بھی فرمائی۔

بڑی ناسپاسی ہوگی کہ میں مخدومنا المکرم جناب حضرت اقدس مولانا
محمد قمر الزمان صاحب مدظلہ خلیفۂ حضرت اقدس پرتاپگڈھی کا شکریہ ادا نہ کروں
جنھوں نے ملفوظات کے ترتیب دینے میں ہماری بھرپور رہنمائی فرمائی۔ بلکہ یہ ملفوظات
ان کی برکات و توجہات کا نتیجہ ہیں۔ اسی طرح ہمارے مخلص کرم فرما حضرت مولانا
محمود الحسن صاحب دربھنگوی خلیفۂ حضرت پرتاپگڈھی رح کا جنھوں نے کمال شفقت
کی بنا پر اس کام کی تکمیل کے لئے مجھ پر زور ڈالا اور بطور ہمت افزائی ایک

تقریظ بھی لکھ کر عنایت کیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے اور ان ارشادات عالیہ سے امت محمدیہ کو منتفع فرمائے اور ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور میرے لئے نیز میرے والدین کے لئے بھی ذخیرۂ آخرت بنائے اور اپنی رضا نصیب فرمائے۔ آمین!

والسلام

دعاؤں کا سائل

خاکپائے سلف محمد شاہد ناصری الحنفی دربھنگوی۔
ابن حضرت مولانا الشیخ القاری ابو عمر صاحب
ناصری مدظلہٗ۔ ناصر گنج نستہ دربھنگہ (بہار)

تقریظ

مخدومنا المکرم والمحترم جناب حضرت اقدس مولانا محمد قمر الزمان صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ مجاز بیعت شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت پرتاپگڈھی قدس سرہٗ

حضرت مرشدی مولانا محمد احمد صاحب قدس سرہٗ کی ذات بابرکات کے تعارف کی چنداں حاجت نہیں۔ اس لئے کہ آپ عوام و خواص میں اپنے تدین و تقویٰ، علم و معرفت اور قوت افاضہ کی بنا پر کافی مشہور و معروف ہو چکے تھے۔ ابھی جمادی الثانیہ ۱۴۱۲ھ میں رحلت فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ماشاء اللہ آپ نے متعدد تصانیف چھوڑی ہیں، مثلاً کمالات نبوت، اخلاق سلف، کلام منظوم عرفان محبت، اور مواعظ مسمّٰی بہ روح البیان دو حصہ۔ اسی طرح ملفوظات کا بھی مجموعہ ہے، مگر اب تک حلیۂ طبع سے آراستہ نہ ہو سکا تھا۔ بعض تو سینوں میں اور بعض مسودات کی شکل میں موجود ہیں لہٰذا ضرورت ہے کہ ان کو منصۂ شہود پر لایا جائے۔ اس لئے کہ اس میں بہت ہی نافع مضامین مستور ہیں۔

میں نے ایک مرتبہ حضرت مرشدی رحؒ سے کہا بھی تھا کہ بزرگوں کے ملفوظات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اگر حضرت کے ملفوظات شائع ہوں تو انشاء اللہ کچھ کم مفید و مؤثر ثابت نہ ہوں گے۔ اس بات کو سن کر حضرت والا بہت خوش ہوئے۔ بلکہ اسی کے بعد سے حضرت والا کو کچھ لکھنے لکھانے کا خیال ہوا۔ اور کچھ کتابیں معرض وجود میں آگئیں۔ مگر افسوس کہ اس کے بعد بھی ملفوظات کے نام سے کوئی مجموعہ طبع نہ ہو سکا خیال ہی خیال رہ گیا۔

Scanned with CamScanner

مگر خوش نصیب ہیں عزیز محترم مولوی محمد شاہد ناصری الحنفی سلمہٗ کہ ان کو حضرت کی وفات کے بعد اس کا شدت سے احساس ہوا اور مجھ سے بھی اس کا اظہار کیا۔ مجھ کچھ باتیں یاد تھیں ان کو اور کچھ ملفوظات لکھوائے اور انھوں نے کچھ دوسری کتب سے اور کچھ اپنے حافظہ سے کچھ جمع کئے۔ اور خود ماشاء اللہ حضرت کے کلام سے اخذ کرکے فوائد بھی لکھے جن کو اس تحریر کے حرف بحرف دیکھا اور کسی قدر ترمیم بھی کی۔ اب انشاء اللہ یہ مجموعہ بظاہر سب کو مفید معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی طباعت کیلئے بھی دل چاہتا ہے تاکہ عام لوگوں کو نفع ہو اور حضرت کا فیض بعد وفات بھی لوگوں کو پہنچے۔ اور خیال ہے کہ انشاء اللہ اس کے بعد دوسری قسط بھی شائع کی جائے۔ خدا کرے اور حضرات بھی جو ملفوظات انھوں نے لکھے ہوں ان کو صاف کرکے لکھیں تاکہ سلسلۂ فیض جاری رہے۔ اب دل سے عزیزم مولوی محمد شاہد ناصری سلمہٗ کیلئے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے اور مزید کام کی توفیق دے۔ آمین۔

ماشاء اللہ یہ بہار کے مشہور عارف شیخ حضرت مولانا محمد عارف صاحب ہرسنگھپوری رحؒ کے صاحبزادے[عہ] کے نواسے ہیں۔ اور ان باتوں سے مناسبت رکھتے ہیں جیسا کہ ان کے اس کام سے ظاہر ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کی اس سعی کو قبول فرمائے اور اس حقیر کو بھی قبول فرمائے۔ آمین۔

محمد قمر الزمان، خادم مدرسہ بیت المعارف۔ الہ آباد۔

عہ آپ کا اسم شریف حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب ہرسنگھپوری رحؒ ہے۔ اپنے والد ماجد کے خلیفہ و مجاز بیعت تھے۔

تقریظ

جناب حضرت اقدس مولانا محمود الحسن صاحب دربھنگوی مدظلہٗ خلیفۂ حضرت بقیۃ السلف پرتاپگڈھی رحؒ

خدا کے فضل و کرم سے اس ناکارہ کی ملاقات مخلصم و محترم جناب بھائی محمد شاہد ناصری صاحب الحنفی سے ہوئی۔ آپ کی ملاقات سے مجھے بے انتہا مسرت ہوئی۔ پھر اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں مرشدی و مولائی حضرت پرتاپگڈھی نور اللہ مرقدہٗ کے ملفوظات شائع کرنے والا ہوں۔ یہ سن کر مجھے اور بھی خوشی ہوئی۔ اور میں نے کہا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے آنجناب کو یہ بہت بڑی سعادت نصیب فرمائی اور آپ پر حضرت کا فیض ہے کہ آپ نے اس کار عظیم کیلئے قدم اٹھایا۔

چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحؒ فرماتے ہیں کہ کاملین کی صحبت کی دولت اور عارفین کی زیارت کی نعمت سے محروم ہونے کی حالت میں ان حضرات کے اقوال و حکایات کا سننا اور ان کے حالات کا تتبع کرنا بھی سالک کی ہمت کو بڑھانے اور اس کے قلب سے ظلمت کو دور کرنے میں وہی تاثیر رکھتا ہے جو ان کی صحبت اور ہمنشینی رکھتی ہے، بلکہ یہ بھی ایک قسم کی صحبت ہے۔ اس لئے دل سے دعا ہے کہ محترم موصوف کو اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے اور حالات رفیعہ اور مقامات عالیہ سے مشرف فرمائے۔ آمین! ۔ اور ہم لوگوں کو ملفوظات حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے مطالعہ کی توفیق دے۔ اور حضرت والا رحؒ کے فیوض و برکات سے مالامال فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

بندہ محمود الحسن۔ دربھنگہ۔ بہار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملفوظات

۱۔ فرمایا کہ حقیقی اخلاق تو ختم ہو ہی چکے ہیں اب رسمی اخلاق بھی ختم ہو رہے ہیں یعنی زبان سے بھی کسی مصیبت پر افسوس کا اظہار نہیں کیا جاتا۔ اور نہ عیادت و زیارت اور تعزیت وغیرہ کی سنت ادا کی جاتی ہے۔

ف۔ حضرت مرشد کی یہ بات کتنی قیمتی ہے اس کا اندازہ آج ہر خاص و عام کو ہو رہا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کی جتنی قسمیں ہو سکتی ہیں ان سب کے پیکر تھے۔ اور آپ نے ان تمام کی تعلیم بھی دی ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے اُبْعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ (میں مکارم اخلاق کی تکمیل و تتمیم کیلئے بھیجا گیا ہوں) مگر اس ارشاد پر ہم لوگ کتنا عمل کر رہے ہیں، خود سوچئیں۔ بزرگوں کی تعلیمات بھی خُلق نبوی پر موجود ہیں۔ چنانچہ خود حضرت مرشدی رحؒ نے بھی اپنے نظم و نثر کے ذریعہ اور عملی طور پر بھی خُلق کی تعلیم دی ہے۔ یہ آپ کا ہی شعر ہے ؎

خُلق نبیؐ کا اب تو نمونہ دکھائیے
اغیار کو بھی اپنے گلے سے لگائیے

۲۔ فرمایا کہ ظاہر شریعت و باطن شریعت دونوں ایک ہیں یعنی لازم و ملزوم ہیں جیسے پھل کا ایک چھلکا ہوتا ہے اور ایک مغز، ان دونوں میں ایسا رشتہ ہے کہ اگر ظاہری چھلکے کو پھل سے جدا کر دیا جائے تو گودا جلد ہی خراب ہو جائے گا، اور چھلکے کی وقعت بھی اسی صورت میں ہے جبکہ اس کے ساتھ مغز ہو۔ اسی طرح شریعت میں بھی ظاہر و باطن دونوں مطلوب ہیں لہذا سالکِ راہِ خدا کیلئے

ضروری ہے کہ وہ اپنے ظاہری اعمال کو بھی شریعت کے مطابق درست کرے اور باطنی اخلاق کو بھی۔

ف۔ ماشاء اللہ حضرت مرشدی رحؒ نے پھل اور چھلکے سے شریعت کے دونوں جزو یعنی ظاہر و باطن کی کتنی اچھی توضیح فرمادی۔

۳۔ فرمایا کہ نمک کا مزہ اور ہے، اور مرچ کا اور۔ مگر جب ان دونوں کو ملا دیا جائے تو اس کا مزہ کچھ اور ہی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شاہ عبدالرحیم ولایتی رحؒ نے حضرت سید احمد بریلوی رحؒ سے بیعت ہو کر چشتیت و نقشبندیت کو ملا دیا جس کی وجہ سے اس سلسلہ کا رنگ و مزہ ہی کچھ اور ہو گیا۔

۴۔ فرمایا۔ صرف سُبْحَانَ اللہ کا اتنا ثواب ہے کہ پوری دنیا میں نہیں سما سکتا اس کے ثواب کی وسعت کا صحیح اندازہ تو آخرت ہی میں ہو گا کہ اس کا کتنا ثواب ہے۔

ف۔ سبحان اللہ! کیسی فضیلت بیان فرمائی جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے اس کی فضیلت حدیث شریف میں بھی بہت وارد ہے۔

۵۔ فرمایا کہ گذشتہ کے بعد کسی مقام پر علماء جمع تھے، بیانات ہو رہے تھے۔ اس وقت عام پریشانی تھی اسی موضوع پر علماء بیان فرما رہے تھے، جب میری باری آئی تو میں نے یہ آیت تلاوت کی اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ دیکھئے اللہ تعالٰی ارشاد فرما رہے ہیں کہ ہم نے ذکر یعنی قرآن کو نازل کیا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ تو اللہ نے حفاظت قرآن کا ذمہ خود لیا ہے پس ظاہر ہے کہ اس کی حفاظت کیلئے کچھ افراد ہوں گے جو اسکی تلاوت کریں گے اس کی تعلیم دیں گے۔ پس جو لوگ قرآن کی اس طرح حفاظت کریں گے، تو

کیا قرآن پاک کی طرح اللہ انکی حفاظت نہ فرمائیں گے؟ ضرور فرمائیں گے۔ الحمد
اس بیان سے لوگ متاثر اور مطمئن ہوئے۔

ف۔ اس سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن پاک کی برکت سے اس کے پڑھنے والوں کی
بھی حفاظت ہوتی ہے۔

۶۔ فرمایا کہ مدرسے دین کے قلعے ہیں ان کی حفاظت ضروری ہے اس لئے اس کی
ہر طرح مدد کرنی چاہئے۔

ف۔ لیکن لوگوں کا حال اس کے برعکس ہے۔ اللہ رحم کرے۔

۷۔ فرماتے تھے کہ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ اگر اپنے سب لڑکوں کو حافظ عالم نہ بنا سکیں
تو کم از کم ایک کو تو ضرور اس طرف لانا چاہئے تاکہ وہ عالم ہو یا حافظ ہو یا دونوں
ہو۔ اس کی بڑی فضیلت ہے اور یہ ضروری ہے۔ مگر اس کی طرف عام طور پر
لوگوں کی توجہ نہیں ہے۔ حالانکہ یہ سب سے اہم کام ہے۔

ف۔ مگر افسوس کہ اب اس کی طرف اپنوں کی بھی توجہ نہیں ہے بلکہ دنیوی تعلیم کو
ہی سب کچھ سمجھ لیتے ہیں جس کی وجہ سے دین و دنیا دونوں کی محرومی حصہ میں
آتی ہے۔ کاش مسلمان اپنے مذہب کی تعلیم کی طرف متوجہ ہو کر دین و دنیا دونوں
کی سرخروئی حاصل کرتے۔

۸۔ فرمایا کہ ایک بزرگ کے مرید ان کا پیر دبا رہے تھے تو انھوں نے اپنے مرید سے فرمایا
کہ پیر دبانے والے اور دبوانے والے دونوں کو ثواب حاصل ہو رہا ہے۔ اس پر
اس مرید نے کہا کہ حضرت! ہم کو ثواب کا ملنا تو سمجھ میں آ رہا ہے مگر آپ کو ثواب
کیسے مل رہا ہے۔ آپ کو تو راحت مل رہی ہے۔ تو بزرگ صاحب نے فوراً اپنا
پاؤں سمیٹ لیا اور فرمایا کہ لو اب ثواب حاصل کرو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اس کا

مطلب یہ ہے کہ جو ثواب کا وسیلہ اور ذریعہ بنے اس کو بھی ثواب ملتا ہے۔ اگر میں
تم کو اس کا موقع نہ دیتا تو تم یہ ثواب کیسے حاصل کرتے۔ کسی کو ثواب حاصل
کرنے کا موقع دینا بھی عبادت اور موجب ثواب ہے۔ اسی بناء پر شیخ
سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

یعنی احسان نہ رکھو کہ بادشاہ کی خدمت کر رہے ہو۔ بلکہ اس کا احسان مانو کہ
اس نے اپنی خدمت کا موقع عطا کیا ہے۔

۹۔ فرمایا کہ بھائی، چائے چند چیزوں کا مجموعہ ہے۔ ہم ہر چیز کو چائے نہیں کہیں گے
بلکہ کہیں گے، دودھ پی لیجئے، شکر کھا لیجئے، پانی پی لیجئے۔ مگر جب تینوں کو
ایک ساتھ ملا دیں اور خاص مقدار میں ملا کر آگ پر رکھ دیں تو پھر وہ چائے
ہو جائے گی، اس کے بعد کہیں گے چائے پی لیجئے۔ ایسے ہی ایمان، اسلام،
احسان، ان تینوں کے مجموعہ کا نام دین ہے۔ جس کو یہ تینوں چیزیں حاصل ہوں
اسی کو صحیح معنوں میں دیندار مسلمان کہیں گے۔

ف۔ سبحان اللہ، اس تمثیل سے کتنی عمدہ توضیح فرمادی۔ جزاہ اللہ۔ واقعی بزرگوں کا
کلام ایسا ہی ہوتا ہے۔

۱۰۔ فرمایا کہ علم، عمل، اخلاص، یہ تینوں چیزیں مطلوب ہیں۔ علم اور عمل تو کتابوں سے
اور محنت سے آ سکتا ہے۔ لیکن اخلاص بغیر اللہ والوں کی صحبت کے حاصل
نہیں ہوتا۔ اور علم و عمل میں روح اخلاص ہی سے پیدا ہوتی ہے۔
کیا خوب فرمایا ہے ؎

عمل کی روح ہے اخلاص جبتک یہ نہ حاصل ہو
نہیں آسکے گی ایمان و عمل میں تیرے تابانی

ف۔ اسی کو اکبر الہ آبادی مرحوم نے یوں کہا ہے ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اس شعر میں بھی دین سے انکی مراد روح دین یعنی اخلاص ہے۔ حضرت مرشدی علیہ الرحمۃ نے بھی خوب کہا ہے ؎

حرارت دین کی کچھ کم ہوئی ہے نبض دکھلائیں
اگر مل جائے کوئی واقف اسرار پنہانی

۱۱۔ فرمایا کہ انسان دن رات میں چوبیس ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے۔ اگر کوئی روزانہ چوبیس ہزار بار ذکر اللہ کرے تو اس کی ہر سانس ذاکر ہو جائیگی۔ چنانچہ مشائخ متقدمین چوبیس ہزار اسم ذات کے ذکر کی تلقین فرماتے تھے اور خود بھی اس کا معمول رکھتے تھے۔ اب بھی کم از کم چھ ہزار بار اسم ذات کا ذکر کرنا چاہئے۔ میری نوجوانی میں ذکر کی تعداد ستر ہزار بار پہنچ گئی تھی اور اسمیں کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ف۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے اَلَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔
دیکھئے اللہ تعالےٰ اس آیت میں مومنوں کی صفات کو بیان فرما رہے ہیں، کہ مومن تو وہ ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب انھیں اسکی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ہمارے مرشد رحؒ اسی کو اپنے شعر میں یوں فرماتے ہیں

نام تیرا میرے دل کی ہے دوا
ذکر تیرا روح کی میری شفا

ان کے ذکر لطیف کے آگے
گرد ہے کیف و حال کی لذت

تری یاد دل کی مرے دوا ، ترا نام روح کی ہے شفا
ترا بھولنا مری موت ہے ، ترا ذکر حاصل طور ہے

۱۲۔ فرمایا کہ میں ایک مرتبہ اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں جا رہا تھا۔ شام کو کھیتوں سے گزر ہوا تو راستہ میں ایک بڑا سانپ پھن نکال کر کھڑا ہو گیا۔ میں بچ بچا کر حضرت کے یہاں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت ایک عصا لئے ہوئے کھڑے ہیں۔ فرمایا کہ خالی ہاتھ نہیں نکلنا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ راستہ میں کوئی سانپ آجائے۔ اور وہ عصا مجھ کو عنایت فرمایا جو اب تک موجود ہے۔

ف۔ حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر مکشوف ہو گیا کہ سانپ نے حملہ کرنا چاہا تھا۔ یہ بھی اللہ کا فضل بعدہٗ انکی کرامت تھی۔ یا ان کا تصرف تھا کہ سانپ کے حملے سے حضرت بچ گئے۔

۱۳۔ فرمایا کہ میرے شیخ حضرت مولانا سید بدر علی صاحبؒ جو حضرت مولانا گنج مرادآبادیؒ کے خلیفہ تھے، ان کے کئی اولاد تھیں مگر مجھ کو اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے تھے اور روحانی اولاد فرمایا کرتے تھے۔

ف۔ بزرگوں کے احوال بھی پُر کیف ہوتے ہیں۔ حضرت مرشدی رحؒ پر بھی اپنے شیخ اور خصوصاً اعلیٰ حضرت گنج مرادآبادی رحؒ کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ جب کبھی اس ناکارہ کو خدمت میں حاضری کی توفیق ملتی تو فرماتے کہ یہ میرا لخت جگر آگیا، اور سینے سے دبوچ لیتے۔ آہ! اب ایسی شفقت کہاں؟

۱۴۔ فرمایا کہ ابتدائی جوانی میں جب تبلیغی جماعت کا کام شروع نہیں ہوا تھا تو دو دو دن
لے کر پیدل کبھی تنہا اور کبھی بعض ساتھیوں کے ساتھ قریب و جوار کے دیہاتوں
میں تبلیغ کے لئے نکل جاتا تھا۔ الحمد للہ گاؤں کے گاؤں نمازی بن گئے اور بہت
سے لوگوں نے سود سے توبہ کی۔ غیر مسلم بھی متاثر ہوئے۔

ف۔ یہ سب اخلاص کی برکت تھی کہ لوگوں کیلئے جدوجہد کرنا اور ان کو دین کی باتیں
بتانا آپ پر آسان ہو گیا تھا۔

۱۵۔ فرمایا کہ اصل چیز محبت ہے۔ محبت سے ہر راستہ آسان ہو جاتا ہے اور راستے
کی ہر تکلیف میں لذت محسوس ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ محبت اہل محبت کی صحبت
سے حاصل ہوتی ہے۔ مگر اس راہ میں بہت کم لوگ ٹھہر پاتے ہیں، بعض تو
کچھ دور چل کر ہمت ہار جاتے ہیں۔ اور بعض کچھ اور آگے چل کر رہ جاتے ہیں۔

ف۔ چونکہ حضرت مرشدی رح خود سراپا محبت تھے اس لئے آپ طالبین کی ہمت افزائی
کے لئے نثر میں بھی اور نظم میں بھی ایسی باتیں بیان فرماتے جس سے طالب کے
اندر شوق و رغبت اور ہمت بندھتی ہے۔ ذرا ان اشعار کو پڑھئے اور غور
فرمائیے ؎

کام لے ہمت سے چل تو کوئے جاناں کی طرف
تو نہ گھبرا فاصلہ کچھ بھی نہیں دو گام ہے

؎

ہمت کریں جو آپ تو مشکل نہیں ہے کچھ
رحمت خدا کی ہو تو انھیں دل میں ہے

۱۶۔ فرمایا کہ اللہ والے کبھی دل خوش کرنے والی باتیں کرتے ہیں اور ہنستے بولتے ہیں
مگر ان کے ہنسنے کی مثال توے کے ہنسنے جیسی ہے۔ یعنی توے پر جو آگ کی گرمی

پڑجاتی ہے وہ اچھی لگتی ہے مگر اس پر کوئی ہاتھ نہیں رکھتا۔ اگر ہاتھ رکھے گا، تو
رونے لگے گا۔ یہی حال اہل دل کا ہوتا ہے۔ وہ بھی ہنستے بولتے ہیں لیکن ان کا دل
درد و سوز سے بھرا ہوتا ہے، جو چھولے گا اس کی آنچ اس کو ضرور پہنچے گی۔ مگر
لوگ ان کے دل کو چھوتے کہاں ہیں؟ محض جسم کو چھوتے ہیں اس لئے دل کی
گرمی سے محروم رہتے ہیں ؎

احمد تجھے نہ جانا نہ سمجھا تمام عمر
گو ساتھ جا رہے ہیں ترے آ رہے ہیں ہم

ف۔ صحیح بات ہے کہ لوگ عموماً بزرگوں کے یہاں دعا تعویذ ہی کے لئے جاتے ہیں
اگر عقیدت و محبت سے اسی کام کے لئے جاتے تب بھی انشاء اللہ بزرگ
کے فیض سے محروم نہ رہتے۔ بس حصول فیض کیلئے عقیدت و محبت شرط ہے
اسی کو کہا گیا ہے کہ "میخانے کا محروم بھی محروم نہیں ہے"۔
اور خود حضرت مرشدی رح فرماتے ہیں ؎

یہ ناممکن ہے آئے پاس اور پھر تر نہ ہو جائے
محبت کے اڑا کرتے ہیں فوارے محبت میں

۱۷۔ فرمایا کہ گنج مرادآبادی رح فرماتے تھے کہ قرآن پڑھنے میں جو لذت مجھ کو
ملتی ہے اگر وہ لذت تم کو مل جائے تو تم کپڑے پھاڑ کر جنگل میں نکل جاؤ۔

ف۔ اللہ اکبر، یہ ہے عظمت قرآن اور حلاوت قرآن۔ مگر جب ہم لوگ حقیقی تلاوت
سے کوسوں دور ہیں تو حلاوت کہاں سے اور کیسے ملے

۱۸۔ فرمایا کہ دنیا کے سفر کے لئے لوگ سامان ساتھ لے کر جاتے ہیں لیکن آخرت کے
سفر میں سامان ساتھ نہیں جاتا بلکہ وہ سامان پہلے سے بھیج دیا جاتا ہے

Scanned with CamScanner

پھر یہ آیت پڑھی وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ یعنی تم اپنے لئے جو اعمال پہلے سے بھیج دو گے اللہ کے یہاں اسے پاؤ گے۔ اور عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ہر نفس اپنے اگلے پچھلے اعمال کو دیکھ لے گا۔

۱۹- فرمایا کہ قرآن کے الفاظ درست کرنا اور اس کے معنی کو سمجھنا بہت ضروری ہے مگر اس سے زیادہ ضروری اس پر یقین رکھنا ہے۔ الفاظ اور معنی سمجھنے والے تو بہت مل جاتے ہیں مگر قرآن کے بیان کردہ حقائق کا یقین بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ سب سے اہم آخرت کا یقین ہے۔ پھر یہ آیتیں پڑھیں فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ۝ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ جب وہ زبردست ہنگامہ آئے گا یعنی وہ دن جس میں انسان اپنے کرتوت کو یاد کرے گا۔ اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ کر دی جائے گی تو جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جو خدا کے سامنے حاضر ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا۔

۲۰- فرمایا کہ تواضع، مسکنت، انکساری اور افتقار کا نام ہے۔ اس کی ضد تکبر ہے ہم نے انانیت اور تکبر اختیار کر رکھا ہے۔ جب تک انا کو فنا نہیں کریں گے تواضع نہیں حاصل ہو سکتی۔ ہاں تواضع کا دعویٰ ہو سکتا ہے ؎

تواضع، خاکساری، انکساری سے ہیں ہم خالی
تکبر سے سمجھتے ہیں نہیں میرا کوئی ثانی

ف- حضرت مرشدی رحؒ خود ہی تواضع، مسکنت اور انکساری کے پیکر تھے آپ مجسم متواضع تھے جو شان محبوبی اور بلند مرتبی کی دلیل ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ۔

۲۱- فرمایا کہ حضرت گنج مراد آبادی رحؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت! ایک مخلوق آپ کے یہاں جوق در جوق آتی ہے۔ کیا آپ نے کوئی عمل تسخیر کر رکھا ہے؟ تو فرمایا میں تسخیر وغیرہ نہیں جانتا۔ البتہ میں ان سے محبت کرتا ہوں اس لئے وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔

۲۲- فرمایا کہ حضرت مجدد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اسم ذات کے ذکر میں لگو۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی صفات لا متناہی ہیں اب ظاہر ہے کہ ہر صفت کیلئے کوئی نہ کوئی نام ہونا چاہئے اور اسماء حسنیٰ عام طور پر ۹۹ مشہور ہیں تو آدمی اگر صفات کا ورد کرے تو تمام صفات کا احاطہ مشکل ہے۔ اس لئے اسم ذات ہی کا ورد کرنا چاہئے۔ کیونکہ آدمی جب اسم ذات کا ورد کرے گا تو اللہ کی ساری صفات خود بخود آجائیں گی۔ اس لئے کہ اسم ذات ساری صفات کا جامع ہے۔

ف- اسی مضمون کو حضرت مرشدی رحؒ نے "دعوت" کے انداز میں اس طرح فرمایا ؎

مشغول ہو کے کلمۂ طیب کے ذکر میں — دل میں لگا جو زنگ ہے اس کو چھڑائیے
مشغول اسم ذات میں ہوں آپ اس طرح — اس کے سوا ہر ایک کو بس بھول جائیے
پہلے تو آپ کر دیں نفی جملہ غیر کی — حتیٰ کہ اپنی ذات کو بھی بھول جائیے

۲۳۔ فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں رَبِّ اَرِنِیْ کہا اور جب تجلی الٰہی ہوئی تو تاب نہ لاکر بیہوش ہوگئے اور جب افاقہ ہوا تو فرمایا سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ یہ تُبْتُ میں نے توبہ کی، کس چیز سے توبہ تھی؟ یہ توبہ تو اس بات سے تھی کہ میں نے اپنی طرف سے تجلی الٰہی تجویز کردی۔ صوفیاء اسی بناء پر کہتے ہیں کہ خدا اور اس کے احکام کے سامنے تجویز نہیں بلکہ تفویض اختیار کرنا چاہیئے۔ یعنی بالکل سپرد کردینا چاہیئے۔

ف۔ اسی کو حضرت مرشدی رح نے اپنے شعر میں یوں فرمایا ہے ؎

تفویض ہی سے چین ہے دونوں جہان میں
تجویز کا خیال بھی دل میں نہ لائیے

۲۴۔ فرمایا کہ تزکیۂ نفس ہوتا نہیں بلکہ کیا جاتا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قرآن پاک کی تین باتیں وارد ہوئی ہیں۔ اس میں آپ کا منصب یہ بتایا گیا ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے تلاوت کتاب فرماتے ہیں۔ اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ تلاوت کتاب اور تعلیم کتاب و حکمت کے ساتھ ایک چیز تزکیہ بھی ہے جو اللہ تعالےٰ نے آپ کو سپرد فرمایا ہے تزکیہ نام ہے قلب سے رذائل دور کرنے کا اور اس کے اندر اخلاق حسنہ پیدا کرنے کا۔ انسان رذائل و فضائل کا مجموعہ ہے اس لئے اس کے اندر سے رذائل کا دور کرنا اور فضائل کا پیدا کرنا۔ اسی کا نام تزکیہ ہے۔

ف۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ حضرت مرشدی رح نے رذائل و فضائل کی کتنی اچھی تشریح فرمادی۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان آجکل رذائل کا مجموعہ ثابت ہوا ہے

حضرت رح نے اپنے شعر میں تزکیہ کو یوں بیان فرمایا ہے ؎

نہ جبتک تزکیہ ہو نفس کا خطرہ ہی خطرہ ہے
رہیں گے عمر بھر گھیرے ہوئے انکار شیطانی

۲۵۔ فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی رح کے پاس ایک یہودی بھیس بدل کر آیا اور خود کو مسلمان ظاہر کرکے عرض کیا کہ حضور اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ کا کیا مطلب ہے؟ تو فرمایا، اس کا مطلب یہ ہے کہ تم یہودی ہو اور مجھ کو دھوکہ دینے آئے ہو۔

ف سبحان اللہ! کیسی فراست ایمانی حاصل تھی۔

۲۶۔ فرمایا کہ جس طرح ظاہری اعمال میں اتباع رسول مطلوب ہے اسی طرح باطنی اعمال میں بھی آپ کی اقتداء لازم ہے مثلاً صبر و تسلیم اور رضا و توکل میں بھی اتباع رسول مطلوب ہے اور اس کے علاوہ جملہ اخلاق حسنہ میں آپ کی اتباع مطلوب ہے

پھر یہ شعر پڑھا ؎

صورۃ انساں جو ہے وہ نہیں انسان ہے
ہے وہی انساں جو ہے خُلق نبی سے مستنیر

ف۔ اتباع رسول پر حضرت مرشدی رح کا یہ شعر بھی بہت خوب ہے ؎

جو دل سے سید عالم کی اتباع کرے وہ مقتدی بھی جہاں کا امام ہو جائے

۲۷۔ فرمایا کہ لوگوں کو اسم اعظم کی تلاش ہے لیکن اسم اعظم پر میرا یہ شعر ہے ؎

خلوص دل سے پکارے اگر کوئی ان کو
ہر ایک نام ہی ان کا پھر اسم اعظم ہے

ف حضرت مرشدی رح نے اپنے شعر میں اولاً اخلاص کی دعوت دی ہے۔ ثانیاً

یقین کی۔ چونکہ عموماً لوگوں کو اسم اعظم کی تلاش ہوتی ہے اور وہ [illegible]
کھا گئے ہیں اور خواہ مخواہ اپنے وقت کو بجائے ذکر اللہ کے سیر و تفریح میں
ضائع کرتے ہیں اس لئے ان سے فرمایا کہ بھائی شرط خلوص ہے پھر تم کسی نام کے
ساتھ یاد کرو۔ تم کو نفع ہوگا۔ اس لئے اسم اعظم جو بھی ہو اللہ کے نام کا ورد
رکھنا چاہئے۔

۲۸۔ فرمایا کہ صدیقین کو شہداء پر حق تعالےٰ نے مقدم بیان فرمایا کیونکہ شہادت نعمت عظمیٰ
تو ہے مگر صدیق وہ کام کرتا ہے جو نبی کرتا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ صدیق قدم
نبوت پر ہوتا ہے۔ شہید کا مرتبہ اس کے بعد ہے۔ اگر سب شہید ہو جائیں گے تو نبوت
کون انجام دے گا۔ جو صاحب نسبت اللہ کے لئے دین کی تبلیغ اور دعوت الی اللہ
کا کام کر رہے ہیں ان پر سینکڑوں شہید قربان ہوں۔

۲۹۔ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا آپ کی مرضی کے موافق سنت ہے
اور آپ کی محبت کو اپنی مرضی سے کرنا بدعت ہے۔

ف بھائی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بزرگوں کی خدمت میں جایا کرو۔ تاکہ وہ اللہ
و رسول سے محبت کا ڈھنگ ان کی مرضی کے موافق سکھائیں۔

۳۰۔ فرمایا کہ حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحؒ جہاں وضو فرماتے تھے وہاں کچھ
پودے پیدا ہو گئے تھے۔ کیمیا گروں نے آزمایا تو اس سے سونا بننے لگا۔ جب
شاہ صاحبؒ کو خبر ہوئی تو انھیں اکھاڑ پھینکا

۳۱۔ فرمایا کہ امام غزالی رحؒ کے زمانہ میں جب کیمیا کا بہت غلبہ ہوا تو آپ نے "کیمیائے
سعادت" لکھی تاکہ دائمی سعادت اور راحت کا نسخہ ہاتھ لگے۔

ف جب بزرگوں کے وضو کے گرے ہوئے پانی سے پودے اُگنے لگیں اور اس سے

سونا بننے لگے تو اگر وہی کسی محروم دل پر نگاہ کر دیں تو پھر اس دل کا کیا عالم ہوگا
سچ ہے ان لوگوں کے پاس وہ دولت ہے کہ اگر اس کی خبر بادشاہ کو ہو جائے
تو وہ ان لوگوں پر چڑھائی کرے۔ اصغر گونڈوی نے اپنے شیخ پر خوب
کہا ہے ؎

پہلی نظر بھی آپ کی اُف کس بلا کی تھی
ہم آج تک وہ چوٹ ہیں دل پر لئے ہوئے

اسی طرح خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحؒ کی
شان میں یوں کہا ہے ؎

ناقص کو اک نگاہ میں کامل بنا دیا — مجذوب نارسیدہ کو واصل بنا دیا
اتنا ابھارا صدر افاضل بنا دیا — جس دل کو تم نے دیکھ لیا دل بنا دیا

۳۲۔ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا انعام ہے جب بیان شروع کرتا ہوں تو حق تعالیٰ عجیب عجیب
علوم عطا فرماتے ہیں پہلے سے کچھ سوچ کر نہیں بولتا۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے
مجھے خود کر دیا روح المعانی
جو آسکتا نہیں وہم و گماں میں
اسے کیا پا سکیں لفظ و معانی

ف سچ ہے اگر اخلاص ہو اور مقصود دین کی تعلیمات لوگوں تک پہنچانا ہو تو
پھر حق تعالےٰ خود ہی قلب میں مضامین کا نزول فرماتے رہتے ہیں۔

۳۳۔ فرمایا کہ حضرت مولانا محمد نعیم صاحبؒ فرنگی محلی کے پاس دو شخص آئے اور دریافت
کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حق پر تھے؟

فرمایا تمھارا مشغلۂ معاش کیا ہے؟ ایک نے کہا میں کپڑا رنگتا ہوں۔ دوسرے نے کہا میں کپڑے پر پھول بناتا ہوں۔ فرمایا کہ تم جاؤ کپڑا رنگو اور تم جاؤ پھول بناؤ قیامت کے دن تمھارے پاس ان کا فیصلہ نہیں آئے گا۔

ف معلوم ہوا کہ حیثیت سے زیادہ کسی کام میں نہیں پڑنا چاہئے۔ آجکل خواہ مخواہ تبصرہ کرنا ہم لوگوں کی عادت ہو گئی ہے۔ اللہ رحم کرے۔

۲۴- فرمایا کہ اتباع سنت زندگی کے ہر کام میں اس دھیان سے کرے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کرتے تھے۔ تو حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رح فرمایا کرتے تھے کہ بہت جلد بندہ صاحب نسبت اور حق تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ اور چلو ہماری چال اللہ تمھیں چاہنے لگے گا

ف اس مضمون کو حضرت مرشدی رح نے یوں فرمایا ہے ؎

محمدؐ کی اطاعت اور محبت سے جو خالی ہے
نہ ہرگز بن سکے گا وہ کبھی دانشہ ربانی

۲۵- فرمایا کہ حضرت گنج مرادآبادی رح فرمایا کرتے تھے کہ میں جب کسی کو ڈانٹتا ہوں تو اس کو نہیں ڈانٹتا بلکہ ہر آنے والے کے ساتھ اس کا شیطان بھی ہوتا ہے اس کو ڈانٹتا ہوں۔ پھر وہ بھاگ جاتا ہے اور خالی انسان رہ جاتا ہے چنانچہ ایک مرتد کو ڈانٹ لگایا کہ جا مردود نالائق نکل یہاں سے۔ اسلام تو محتاج ہے۔ اسلام کو تیری احتیاج نہیں۔ بس وہ مومن ہو گیا اور اس کو ایمان اور ہدایت مل گئی۔

ف اس سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے یہاں اگر کسی قسم کی ڈانٹ پھٹکار ہو تو

اس کو اپنے لئے سعادت ہی سمجھے اور دل میں ذرہ برابر بھی ناگواری نہ ہونا چاہئے۔ حضرت مرشدی رح نے اپنے شعر میں بہت خوب فرمایا ہے ؎

نہیں طالب وہ جو رہبر سے خفا ہوتے ہیں
کہیں عاشق میں بھی انداز جفا ہوتے ہیں
ان کی ہر بات میں ہے روح محبت پنہاں
جو ہیں نادان وہی ان سے خفا ہوتے ہیں
وہ جو کہتے ہیں محبت ہی سے کہتے ہیں فقط
دور کینہ سے بہت اہل صفا ہوتے ہیں

نیز فرمایا ؎

ہے جانِ محبت اگر وہ خفا ہوں — جو ہم بھی خفا ہوں محبت نہیں ہے

۲۶- فرمایا کہ بڑے پیر صاحب رح نے فرمایا کہ جب مولوی درسیات سے فارغ ہو تو فوراً منبر پر نہ بیٹھے، کچھ دن اللہ والوں کی صحبت میں اپنے نفس کو مٹائے اور اخلاص حاصل کرے۔

ف آجکل عموماً جدید مولوی حضرات اس طرف توجہ ہی نہیں دیتے بلکہ یوں کہئے کہ ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔ ان کا علمی پندار، ان کی سند فضیلت ان کی قابلیت، ان کا کبر انھیں اس طرف سے دور رکھتا ہے۔ حالانکہ باطنی کمال حاصل کرنے کیلئے اور اپنے علم کو نافع بنانے کیلئے لازم ہے کہ اپنے کو مٹائے اور کسی کامل کے آگے اپنے کو جھکائے۔ جتنے اہل کمال ہیں سب اسی راستہ سے کامل ہوئے ہیں۔ اسی ضرورت کا اظہار حضرت مرشدی رح نے اپنے اس شعر میں فرمایا ہے ؎

فنا جب تک نہ ہوں، اللہ ہرگز مل نہیں سکتا
غزالی ہوں کہ رازی، مولوی ہوں یا کہ جیلانی

اور فرماتے ہیں ؎

واصلِ حق ہو نہیں سکتا کبھی
ڈھا نہ دے تو کبر کا جب تک صنم

۳۷- فرمایا کہ لڑکیوں کے رشتے لگنے کے لئے یَا وَدُوْدُ یَا لَطِیْفُ سو سو مرتبہ پڑھنا اور دعا کرنا مجرب ہے اور ظالم کے قلوب کو نرم کرنے کیلئے بھی مجرب ہے۔

۳۸- فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پست آواز سے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بلند آواز سے تلاوتِ قرآن کرتے پایا تو آپ نے وجہ دریافت فرمائی۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جب حق تعالیٰ سنتے ہیں تو بلند آواز کی ضرورت نہیں۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں بلند آواز سے تلاوت کر کے شیطان کو بھگاتا ہوں اور سونے والوں کو جگاتا ہوں۔ دیکھئے ہر دو حضرات کی نیت اچھی تھی، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم آواز کو تھوڑا سے بلند کرو اور ان سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کو ذرا پست کر لو۔ گویا دونوں حضرات کو تجویز سے نکال کر مقام تفویض پر فائز فرما دیا۔

ف سبحان اللہ! کتنی پیاری تعلیم تھی پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔ اس سے متعلم اور معلم حضرات کو بھی سبق حاصل کرنا چاہئے۔ ہمارے مرشد رحؒ نے اسی کو فرمایا ہے ؎

جس راہ کو ہم تجویز کریں اس راہ کو اثقل دیکھا ہے
جس راہ سے وہ لے جاتے ہیں اس راہ کو اسہل دیکھا ہے

۳۹- فرمایا کہ جس گھر میں خوف وہراس اور شیطانی اثرات محسوس ہوں تو سوتے وقت آیۃ الکرسی، چاروں قل اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر سوئیں اور صبح و شام سات مرتبہ أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ پڑھ لیا کریں۔ تو سب خوف و اثرات سے وہ گھر محفوظ ہو جائے گا۔

۴۰- فرمایا کہ اہل علم کے پندار علمی کی اصلاح کے لئے میرے اس شعر کو اہل علم حضرات نے بہت پسند کیا ہے ؎

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

یعنی کسی اللہ والے کی صحبت اور خدمت میں کچھ دن رہ کر پندار علمی کا صنم کدہ مسمار کرلیں تو پھر حق تعالیٰ کی محبت و معرفت کا حصول ہو جانے پر ان کا علمی مقام بھی بلند ہو جائے گا اور معلومات معمولات بننے لگیں گے۔

ف اس موقع پر مولانا روم رحؒ کا شعر خوب ہی مطابقت رکھتا ہے ؎

مولوی ہرگز نشد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نشد

۴۱- فرمایا کہ دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں مجھ پر ایک ایسا زمانہ گزرا ہے کہ بہت لوگ میرے دشمن بن گئے جس کی وجہ سے میرا دل غمزدہ تھا۔ اسی زمانہ میں میں نے خواب دیکھا تھا کہ حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحؒ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ تشریف لائے ہیں اور تسلی دے رہے ہیں۔ اس سے میرے دل کو سکون ہوا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے سارے فتنے ختم فرما دیئے۔ اسی دوران غمزدہ اور دکھے ہوئے دل سے ایک نظم موزوں ہوئی۔ جس کو جب بھی پڑھتا ہوں تو آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں،

اور دل رونے لگتا ہے۔ میری اس نظم کو حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رح بار بار سنتے اور بہت ہی متاثر ہوتے تھے۔

عشق کی کس کو سناؤں داستاں — ہائے عجب کوئی نہیں ہے رازداں
لطف چھپنے کا اسے حاصل کہاں — جس نے دیکھا ہی نہ بزم عاشقاں
ہو خوشی یا درد و غم کی داستاں — سب میں شامل ان کا ہے لطف نہاں
ہو رہا ہے عشق کا پھر امتحاں — آ گئے ہیں اب ہمت سے تیر و سناں
ان کی مرضی پر مری قربان جاں — اللہ اللہ تھا ملا ان کا کہاں
عشق کی ذلت کا وہ دیکھیں سماں — ہے زمیں بھی کانپتی تھرا رہا آسماں
مجھ کو جی بھر کر ستالیں شوق سے — میں خلاف حق نہ کھولوں گی زباں
حق پرستی کی سزا جور عیاں — ہے یقیناً سنت پیغمبراں
مکر تیرا سب رئیس گمرہاں — کب بھلا اہل نظر سے ہے نہاں
بڑھ رہے ہیں پھر شرور دشمناں — تجھ سے ہے فریاد رب دو جہاں
جل کے اٹھے گا نشیمن سے دھواں — آہ جائیگی زمیں سے آسماں
کیا مٹائے گا مرا نام و نشاں — جس کے قبضے میں نہیں سود و زیاں
آ نہیں سکتی کبھی اس میں خزاں — گلستاں ہے عشق کا یہ گلستاں
ہے مدد پر جب مکین لامکاں — پھر کریں گے کیا مرے نامہرباں
ہے ترا بندہ ضعیف و ناتواں — تیرے در کو چھوڑ کر جائے کہاں
میرا سر ہے اور تیرا آستاں — ہے یہی میرے لئے رشک جناں
دونوں عالم میں نہ ہو مجھ کو زیاں — ابر رحمت کا ہو مجھ پر سائباں
خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں — گفتہ آید در حدیث دیگراں

ف بہت ہی عبرت کا مقام ہے کہ ایک عاشق ربانی پر لوگوں نے کیا کیا مصائب اور ظلم کے پہاڑ ڈھائے اور انھوں نے اُف نہ کیا۔ بلکہ دعائے خیر دی۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم انہی کے نام لیوا ہیں لیکن ذرا کسی سے ٹھیس لگی اور لڑائی جھگڑا اور مقدمہ بازی شروع کر دیتے ہیں۔ حضرت رح کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے حضرت کا حال تو یہ تھا کہ وہ اپنے مخالفین کو بھی دعائیں دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت رح خود فرماتے ہیں ؎

جور و ستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
اختر نے اسکو بھی تہہ دل سے دعا دیا

۴۲۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی میں اپنی تمام خواہشات اور مرضیات اور جذبات کو فنا کر دینا یعنی تابع کر دینا ہی اصل بندگی ہے اور اپنا یہ شعر پڑھا ؎

خوشی کو آگ لگا دی خوشی خوشی میں نے
خوشا نصیب کسی کا ملا مجھے غم ہے

ف سبحان اللہ کیا خوب حال تھا جو ہم سب کو اللہ نصیب کرے۔ آمین!

۴۳۔ فرمایا کہ میرے گھر کے سامنے ہی صحرا ہے وہاں ہم جوانی میں ستر ہزار مرتبہ اسم ذات یعنی اللہ اللہ کیا کرتے تھے۔ ایک عجیب کیفیت ہوتی اور کافی لطف ملتا۔ اسی کو میں نے اپنے شعر میں اس طرح کہا ہے ؎

گیا میں بھول گلستاں کے سارے افسانے
دیا پیام کچھ ایسا سکوت صحرا نے

ف سکوت صحرا کی کیفیت و لذت سے تو وہی شخص آشنا ہو سکتا ہے جو کسی اہل دل کی صحبت میں رہتا ہو۔

Scanned with CamScanner

۴۴- فرمایا کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت
رحمٰن اور رحیم کو اس لئے انتخاب فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دوسری صفتیں
اس رحمٰن اور رحیم ہی کا پرتو ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ رب ہے، رزاق ہے،
فتاح ہے۔ اسی طرح ودود ہے، لطیف ہے۔ تو یہ سب اسی صفت رحمت
کا ظہور ہے۔ اسی لئے میں عموماً لوگوں کو پریشانی میں یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ
کا وظیفہ بتلا دیا کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ کی صفات لامحدود
ہیں۔ قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ
قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۔ اگر سارا
سمندر اللہ کے کلمہ کو لکھنے کیلئے روشنائی ہو جائے تو سمندر کا پانی ختم ہو جائے گا
مگر حق تعالیٰ کا کلمہ ختم نہیں ہوگا اور اگر ہم اسی کے مثل اور سمندر لے آئیں تو
بھی اللہ تعالیٰ کی صفات ختم نہ ہوں گی۔ اور انسان کی صلاحیت و قدرت
محدود ہے اب اگر وہ خدا کی تمام صفات کا احاطہ کرنا چاہے اور اس کے
اثرات سے فائدہ اٹھانا چاہے تو یہ اس کے لئے ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے
حضرت مجدد الف ثانی رح نے فرمایا ہے کہ تم صفات کے بجائے اسم ذات کے
ذکر میں لگو۔ اب جب تم ذات کا ورد کرو گے تو تمام صفات الٰہی کا پرتو
تمہارے اوپر خود بخود پڑے گا۔

ف سبحان اللہ! حضرت مرشدی رح نے حق تعالیٰ کی ذات و صفات پر کتنی
عمدہ باتیں بیان فرمائیں جو دل پر نقش کرنے کے لائق ہیں۔

۴۵- فرمایا کہ نبوت کے کمالات لامتناہی ہیں ان کا پورا احاطہ اور ادراک ناممکن
ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح کی بات مجھے بہت پسند

آئی، انھوں نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے کمالات ہیں، ان کو
کلمۂ شہادت میں سمیٹ دیا گیا ہے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
عبد اور رسول کے دونوں لفظوں میں سارے کمالات نبوت پنہاں ہیں
آپ کے سارے کمالات انہی دو لفظوں کی تشریح ہیں۔ دیکھئے، خدا کے
نزدیک سب سے بڑا مرتبہ عبدیت ہے۔ جو عبدیت میں جتنا زیادہ ہے خدا
کے یہاں اتنا ہی مقرب ہے۔ اور خدا کی طرف سے بندے کیلئے سب سے
بڑا اعزاز عبدیت ہے۔ دیکھئے جتنے عزت و اکرام کے مواقع ہیں ان سب
مواقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبدی کے لفظ سے خطاب فرمایا ہے
مثلاً معراج کے موقع پر فرمایا :- سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ
لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی پاک ہے
وہ ذات جو اپنے بندہ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ پھر سورۂ نجم
میں اسی موقع کے لئے فرمایا فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی یعنی اللہ تعالیٰ
نے معراج میں اپنے بندہ پر وحی کی اور جو وحی کرنی تھی وہ کی۔ ایک مقام
پر آپ کے قیام لیل کا اس طرح ذکر فرمایا لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ
کَادُوْا یَکُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا جب اللہ تعالیٰ کا بندہ اس کے سامنے
عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو یہ لوگ آپ کے گرد بھیڑ لگا لیتے ہیں غرض
بندہ کا کمال عبدیت میں ہے۔ اس عبدیت میں بندہ جتنا کامل ہوتا ہے
اللہ تعالیٰ کے یہاں اسی قدر اسے مرتبہ ملتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی عبدیت کا کیا کہنا۔ اور مقام رسالت تو سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔
توحید کا کمال بھی مقام رسالت کی معرفت سے وابستہ ہے۔ حضرت مرشدی رح

Scanned with CamScanner

فرماتے ہیں ؎

اس کو مل ہی نہیں سکتا کبھی توحید کا جام
جس کی نظروں سے ہے پوشیدہ رسالت کا مقام

۴۶۔ فرمایا کہ بولنا اس لئے ہونا چاہئے کہ اللہ راضی ہو جائے۔ ایک
جلسہ تھا کچھ لوگ وعظ سن کر خوب واہ واہ کر رہے تھے۔ جب
کا وقت آیا تو میں نے کہا بھائی! بہت دیر سے میں واہ واہ سن
میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اگر واہ واہ کے بجائے آہ آہ کی آواز نکلتی تو
ہوتا۔ کیونکہ ہم کو احساس ہونا چاہئے کہ ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ بس
کو احساس نہیں۔

ف واقعی اہل اللہ مخلوق پر بمنزلہ باپ کے ہوتے ہیں یعنی ان کی شفقت و
مخلوق پر ایسی ہی ہوتی ہے جیسی کسی باپ کی شفقت و محبت اپنے
ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت مرشدی رح کے اس ارشاد سے ان کے دل
حالت معلوم ہوتی ہے کہ حضرت رح امت کیلئے کتنے دردمند تھے۔ اسی
حضرتؒ فرما رہے ہیں ؎

کہاں سے مقصود ہاتھ آئے جو راہ حق سے بھٹک گئے ہم
کہاں تھا افسوس ہم کو جانا کہاں ہم افسوس جا رہے ہیں
خطا نہیں غیر کی یہ ہرگز، خطا ہے اپنی قصور اپنا
خود اپنے ہاتھوں سے اپنی عزت جو خاک میں ہم ملا رہے ہیں

۴۷۔ فرمایا قرآن پڑھنے اور سمجھنے اور اپنی زندگی میں تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت
ہے۔ انسان کو خود اپنے عیوب نظر آنے لگیں تو سمجھ لو کہ بیڑا پار اس کا لگ گیا

اصل تو یہی ہے کہ اپنے عیوب نظر آنے لگیں۔

ف قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ یعنی کیا
وہ لوگ قرآن تدبر کے ساتھ نہیں پڑھتے۔ تو معلوم ہوا کہ قرآن سمجھ کر پڑھنے
کی ضرورت ہے تاکہ دل نورانی ہو اور اس کی برکت سے اپنے عیوب
نظر آنے لگیں۔

۴۸۔ فرمایا کہ اللہ تک پہنچنے کے دو پر ہیں۔ ایک صبر، دوسرا شکر۔ صبر اور شکر کے
پر دل سے بندہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔

ف حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں جابجا صبر اور شکر کی تعلیم دی ہے۔ مثلاً اِنَّ اللّٰهَ
مَعَ الصّٰبِرِیْنَ کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور لَئِنْ شَکَرْتُمْ
لَاَزِیْدَنَّکُمْ یعنی اگر تم شکر کروگے تو ہم اور زیادہ دیں گے۔ اسی کو
ہمارے مرشد نے اس طرح کہا ہے ؎

جو بھی پیش آئے ان کی جانب سے
شکر بندے کو چاہئے کرنا

۴۹۔ فرمایا کہ لوگ کیف اور بے کیفی کی باتیں کرتے ہیں۔ یہ کیف اور بے کیفی
کیا ہے۔ جب کوئی بات طبیعت کے موافق پیش آتی ہے تو آدمی باکیف ہوتا
ہے۔ اور جب طبیعت کے خلاف کوئی بات پیش آتی ہے تو بے کیف ہو جاتا ہے
لیکن اگر یہ سوچے کہ جو بھی پیش آیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو ہمیشہ
باکیف رہے۔ پھر اپنے اشعار سنائے ؎

بے کیفی میں بھی ہم نے تو اک کیف مسلسل دیکھا ہے
جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں اس حال کو اکمل دیکھا ہے

Scanned with CamScanner

جس راہ کو ہم تجویز کریں اس راہ کو اثقل دیکھا ہے
جس راہ سے وہ لے جاتے ہیں اس راہ کو اسہل دیکھا ہے

۴۰۔ فرمایا کہ شریعت کا دامن کبھی نہیں چھوڑنا چاہئے۔ آدمی پر جو بھی کیفیت طاری ہو اس پر شکر ادا کرے۔ پھر فرمایا کہ سجدہ میں ایسا لطف آتا ہے کہ جی سے اٹھنے کو جی چاہتا ہے۔ مگر حکم شریعت ہے اس لئے فوراً اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھانا پڑتا ہے۔ اس لئے آدمی پر ہر حال میں شریعت کے حکم کی تعمیل لازم ہے۔ اسی کو کسی نے کہا ہے ؎

اگر آزاد ہم ہوتے خدا جانے کہاں ہوتے
مبارک عاشقوں کے واسطے دستور ہو جانا

۴۱۔ فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے تھے کہ مجھے سب سے سخت گھاٹی توبہ کی نظر آئی۔ حقوق اللہ کی کوتاہی سے توبہ آسان ہے۔ مگر حقوق العباد میں کوتاہی سے توبہ تو بہت مشکل ہے۔ کیونکہ نہ جانے کتنے لوگوں کے حقوق آدمی کے ذمہ باقی رہ جاتے ہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پھر آپ کا رب ان لوگوں کیلئے جنہوں نے غلطی سے گناہ کر لیا، پھر انھوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی تو اس کے بعد آپ کا رب غفور رحیم ہے۔

ف اسی کو ہمارے مرشد علیہ الرحمۃ نے فرمایا ؎

میں برا ہزار سہی مگر، ہے کرم پہ تیرے مری نظر
تو رحیم ہے، تو کریم ہے، مجھے ناز اس پہ ضرور ہے

۴۲۔ فرمایا اصل چیز اخلاص ہے۔ اسی اخلاص کی وجہ سے عارف کی دو رکعت نماز

غیر عارف کی سو رکعت نماز کے برابر ہوتی ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اخلاص ہی کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کا ایک مد جو صدقہ کرنے کا ثواب بعد کے لوگوں کے احد پہاڑ کے مثل صدقہ کرنے کے برابر ہے

ف ہمارے حضرت مرشد علیہ الرحمۃ اکثر و بیشتر اخلاص پر گفتگو فرمایا کرتے تھے — شاید ہی کوئی ایسی مجلس رہی ہو جس میں اخلاص کا تذکرہ نہ آیا ہو۔ ورنہ آپ کی مجلس کی بنا ہی اخلاص پر ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ حضرت کے مواعظ ہوں یا منظوم کلام سب میں اخلاص کی برکت اور اخلاص کا تذکرہ آپ کو نمایاں طور پر ملے گا۔ جیسے یہ شعر ؎

عمل کی روح ہے اخلاص جبتک یہ نہ حاصل ہو
نہیں آئے گی ایمان و عمل میں تیرے تابانی

اور یہ بھی ؎

قبول کر لیں تو سمجھیں کہ ہم بھی مخلص ہیں
کئے ہیں پیش دل و جاں کے ہم نے نذرانے

۴۳۔ فرمایا کہ مولانا محمد علی جوہر کسی مدرسہ سے فارغ تو نہ تھے مگر دل میں عشق و محبت کی چنگاری بھری تھی۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کی صحبت نے اس آتشیں چنگاری کو بھڑکا دیا جس سے واقعی وہ جوہر بن گئے۔ ایک بار وہ جیل میں تھے تو ان پر عجیب کیفیت طاری ہوئی اور اسی وقت آپ نے یہ اشعار کہے ؎

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں
ہم رات کو اٹھتے تھے وہ بام پر آتے تھے

معراج کی سی حاصل سجدوں میں تھی کیفیت
پھر عشق و محبت کی ہو جسمانی تعبیر
اک فاسق و فاجر میں، اور ایسی کرامتیں

ف اس مناسبت سے جی چاہتا ہے کہ مرشدی علیہ الرحمۃ کے چند اشعار جو
جگر کے اشعار سے مطابقت رکھتے ہیں نقل کر دیئے جائیں ؎

گئے تھے وہ تصور میں میرے ابھی — کھل گئی کھل گئی میرے دل کی کلی
یوں تو لب پہ نہیں ان کا ذکر جلی — ان سے لیکن ہے ہر وقت ربطِ خفی
اللہ اللہ، میں رقص کرنے لگا — کتنی پُرکیف ہے ان سے ہمراہی

۴۴۔ فرمایا کہ قرآن پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فرمایا گیا ہے کہ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اے نبی! کفار و منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے دربار میں جانے لگے تو ان کو حکم دیا گیا کہ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ اس سے تم لوگ نرمی سے بات کرو ممکن ہے کہ وہ نصیحت قبول کرے اور ڈرے۔ ان دونوں آیتوں کے بارے میں اس عاجز کے ذہن میں آتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رافت و رحمت تھے اس لئے آپ کو سخت رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جلال کی تجلی تھی اس لئے ان کو نرم رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔

۴۵۔ فرمایا یوں تو سارے انبیاء کرام فضل و کمال کی انتہا پر ہوتے ہیں مگر خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں اور جو چیزیں دیگر انبیاءؑ کو درخواست کرنے پر ملیں وہ چیزیں آپ کو حق تعالیٰ نے اپنے کمال فضل

سے خود ہی عنایت فرما دیں۔ دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں جانے سے پہلے عرض کیا رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي۔ یعنی اے میرے رب میرا سینہ کھول دیجئے اور میرا کام آسان فرما دیجئے اور میری زبان سے بستگی ہٹا دیجئے لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حق تعالیٰ نے خود فرمایا أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا۔ اور آپ سے اس بوجھ کو ہٹا نہیں دیا جو آپ کی کمر توڑے ڈال رہا تھا۔

۴۶۔ فرمایا کہ حدیث پاک میں اَلْعَيْنُ حَقٌّ آیا ہے۔ یعنی نظر کا لگنا حق ہے۔ تو بتائیے کہ جب نظر بد میں یہ اثر ہے کہ آدمی تڑپنے لگتا ہے۔ تو نظر خیر کے اثر کا کیا عالم ہوگا۔

ف اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بزرگوں کی نظر میں کتنی تاثیر ہوتی ہے ؎

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور قوت کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

۴۷۔ فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کی عمر مبارک تو ابھی کچھ زیادہ نہیں ہوئی لیکن ضعف کے آثار نمایاں ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے قرآن کی چار سورتوں نے بوڑھا بنا دیا۔ سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات اور سورۂ عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ۔ اور آپ نے یہ اس لئے فرمایا کہ ان سورتوں

Scanned with CamScanner

میں اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ قیامت کا ذکر فرمایا ہے اس لئے آپ
کے قلب اقدس پر ان سورتوں کا اثر ہوتا تھا۔ سوچئے کیا قیامت کم
پریشانی کی چیز ہوگی۔ مگر ہم لوگوں کی بے حسی اتنی بڑھ گئی ہے کہ ہم قرآن
پڑھتے اور سنتے بھی ہیں لیکن آہ ہم پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔

ف دیکھئے اللہ والے سراپا درد ہوتے ہیں۔ حضرت مرشدی رح کا حال دیکھ کر
اندازہ لگائیے کہ آپ کے دل میں مسلمانوں کا کتنا درد تھا۔ اسی کو حضرت رح
نے شعر میں کہا ہے ؎

غضب ہے ہم کو اب حاصل نہیں وہ لطف روحانی
بھلا دی آہ! دل سے ہم نے تعلیمات قرآنی

۴۸۔ فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جس نے دو سو برس اللہ کی عبادت
کی تھی۔ جب اس کا انتقال ہوا اور اللہ کے یہاں پیشی ہوئی تو اللہ نے
پوچھا کہ تو میری رحمت سے جنت میں جائیگا یا اپنی عبادت سے؟ اس نے
کہا میں اپنی عبادت کی وجہ سے جنت میں جاؤں گا۔ اتنے میں اس کو پیاس
معلوم ہوئی اور پیاس کی شدت سے تڑپنے لگا اور کہنے لگا کہ مجھ کو جلدی
سے پانی پلا دو۔ جواب ملا کہ اپنی زندگی میں جو تم نے دو سو سال عبادت
کی ہے اس کے عوض میں تم کو ایک گلاس پانی پلایا جا سکتا ہے۔ اس نے
کہا میں تیار ہوں، میری کل عبادت لے لی جائے اور پانی پلا دیا جائے
پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں ایک نہیں ہزاروں گلاس پانی پی چکا ہے
اس لئے پہلے اس کی قیمت ادا کر دے اس کے بعد اپنی عبادت سے جنت
میں جانے کا حق پیش کر۔ اس بات سے وہ عابد شرمندہ ہوگیا اور مان گیا

کہ درحقیقت ہم ایک گھونٹ پانی کا بھی شکر نہیں ادا کر سکتے تو پھر کس منہ
سے جنت میں جانے کا دعویٰ کریں۔

ف قرآن حکیم میں اسی کو اللہ نے فرمایا وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا
یعنی اللہ کی نعمتوں کو تم شمار نہیں کر سکتے۔ اسی کو ہمارے مرشد رح نے اپنے
شعر میں کہا ہے ؎

تیری نعمت کی نہیں کچھ انتہا
شکر تیرا ایک کسی سے ہو ادا

۴۹۔ فرمایا کہ اعمال کے قبول ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ عمل سنت
کے مطابق ہو اور دوسرے یہ کہ اللہ ہی کے لئے ہو، یعنی اس میں اخلاص ہو
پس جو کام سنت کے مطابق نہ ہوگا وہ بھی قبول نہ ہوگا۔ اور جس عمل میں
خلوص نہ ہوگا وہ بھی قبول نہ ہوگا۔

ف اسی کو قرآن کریم نے کہا ہے اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ یعنی دین خالص
صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ حضرت کا یہ شعر اخلاص کی تعریف میں
نہایت جامع ہے ؎

عمل کی روح ہے اخلاص جبتک یہ نہ حاصل ہو
نہیں آئے گی ایمان و عمل میں تیرے تابانی

۵۰۔ فرمایا کہ بعض سالکین مجاہدات سے گھبراتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ معاصی اور
گناہوں کا تقاضا ختم ہو جائے۔ یہ نادانی ہے۔ سالک کو چاہئے کہ زندگی
بھر مجاہدہ کے لئے تیار رہے۔ بغیر مجاہدہ کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اس لئے
مجاہدہ پر دوام کی تمنا ہو، کہ یہ موجب قرب ہے۔

Scanned with CamScanner

ف اسی کو حضرت مرشدی رح نے اس طرح فرمایا ہے ؎

سنیں یہ بات میری گوش دل سے
میں ان پر مرمٹا تب گلشن دل
میں جو کہتا ہوں

دوسری جگہ واضح انداز میں یوں فرمایا ؎

میں بہار آئی
تیروں پہ تیر سینے پہ کھاتے ہی جائیے
اُف بھی زبان پر مگر اپنے نہ لائیے
دولت کسی کو مفت میں ملتی نہیں ہے یہ
سب کچھ نثار کیجئے تب آپ پائیے

۵۱۔ فرمایا کہ شیخ کامل کی مثال اس نالی کی طرح ہے جو کسی کھیت تک صحیح سلامت پہنچ کر اس کو سیراب کرتی ہے اور شیخ ناقص کی مثال اس نالی سے سمجھنا چاہئے جو درمیان میں کٹی ہو یا ٹوٹی پھوٹی ہو اور اس کا پانی ادھر ادھر بہہ جاتا ہو۔ تو جس کھیت کا تعلق ٹوٹی پھوٹی نالی سے ہو وہ کھیت خشک اور بنجر ہی رہ جاتا ہے۔

ف ماشاء اللہ حضرت مرشدی رح نے پیر اور مرید کی نالی اور کھیت کے ذریعہ کتنی اچھی مثال پیش فرمائی۔ اس لئے ضرورت ہے کہ کسی شیخ کامل سے اپنا تعلق رکھا جائے تاکہ دل کی کھیتی خشک اور بنجر نہ رہے۔ اسی کو حضرت مرشدیؒ نے اس طرح فرمایا ہے ؎

ملی جس کو نہ صحبت شیخ کامل کی سمجھ لیجئے
وہ ہو سکتا نہیں ہے واقف اسرار ربانی

یوں چل سکیں گے آپ نہ اللہ کی طرف
جبتک نہ اہل عشق کی صحبت میں آیئے
تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آیئے

۵۱۔ فرمایا کہ موت کی تمنا کرنا ولایت کی علامت ہے مگر اس وقت جب کہ وہ

تمہارے مولیٰ کیلئے ہو۔ دنیا کی مصیبتوں سے یا پریشانیوں سے گھبرا کر نہ ہو۔

ف اسی کو حضرت مرشدی رح نے اپنے شعر میں یوں فرمایا ؎

مر کے ہوتی ہے زندگی حاصل
اپنے مرنے کی تم دعا کرنا

۵۳۔ فرمایا کہ ہر بدعت سیئہ ہے کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ میں لفظ کُل استغراق کے لئے ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رح فرماتے تھے کہ کاش ہمارے زمانہ کے علماء اگر انصاف سے کام لیں تو بدعت حسنہ کا لفظ استعمال کرنا ترک کردیں۔ فرمایا کہ بدعت حسن ہو ہی نہیں سکتی سراسر تاریکی ہے۔

ف۔ حضرت مرشدی رح اکثر بدعات پر سخت نکیر فرماتے۔ اس سلسلہ میں کچھ اشعار بھی فرمائے ہیں ؎

شرک و بدعت میں تو ڈوبا ہے خدا کے بندے
تو ہی انصاف سے کہہ دے کہ یہی ہے اسلام
غیر کے فعل کو حجت تو بناتا کیوں ہے
وحی کے سامنے کیا چیز ہے کشف والہام

شرک و بدعت میں تجھے ہائے مزہ ملتا ہے
شرم کی بات ہے سنت سے نہیں تجھ کو کام

۵۴۔ فرمایا کہ حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ شیطان جب کسی سالک کو گمراہ کرتا ہے تو اس کے دل میں شیخ کی طرف سے کدورت پیدا کرتا ہے۔ پس سالک کو چاہئے کہ اسے شیطانی خطرات سمجھ کر اللہ سے پناہ مانگے۔ ورنہ وہ گمراہ ہو جائیگا۔

ف۔ اسی کو حضرت مرشدی رح اس طرح فرماتے ہیں ؎

ہشیار باش راہ میں ڈاکو ہیں چور ہیں
چلئے سنبھل کے آپ کہیں لُٹ نہ جائیے

۵۵۔ فرمایا کہ حضرت شاہ غلام علی مجددی رح نے مولانا خالد رومی رح کو لکھا کہ کسی سے انتقام لینا ہمارے اور آپ کیلئے مناسب نہیں ہے۔ صبر و عفو صوفیائے کرام کی ایک ادنیٰ عادت و خصلت ہے۔ اللہ تعالےٰ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ (آمین!)

ف۔ پوری آیت اس طرح ہے اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝ (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھوگے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی وہ تمھارا گرم جوش دوست ہے۔ اور یہ بات انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور انہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں۔ حضرت مرشدی علیہ الرحمۃ اس آیت کے آئینہ دار تھے۔ آپ کے حلم، صبر و ضبط اور عفو کی مثال نہیں ملتی۔ آپ موافق و مخالف سبھی کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے بلکہ جو کوئی درپئے آزار ہوتا اس کو بھی دعاؤں سے نوازتے تھے چنانچہ خود فرماتے ہیں ؎

جور و ستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
احمدؔ نے اس کو بھی تہِ دل سے دعا دیا

الحمد للہ، حضرت اقدس سیدی و مرشدی مولانا الشاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی نور اللہ مرقدہ کے ان ملفوظات کا سلسلہ ختم ہوا جو میرے ذہن و جگر پر منقش تھے اور لوحِ دل میں محفوظ تھے۔ جی چاہتا تھا کہ حضرت کے ابتدائی حالات کو بھی درج کر دوں لیکن قلتِ وقت کی بنا پر بھی اور دوسرے کرمفرما مخلصین و معتقدین چونکہ باقاعدہ حضرت کی سوانح کو انشاء اللہ عنقریب شائع کرنے کا ارادہ کر چکے ہیں اس لئے بھی ارشادات کے اس مختصر مجموعہ میں ان ابتدائی حالات کو درج نہ کر سکا۔ جب اس بندہ نے حضرت کے ملفوظات کو ضبط کرنا شروع کیا تو یہ بات ذہن میں آئی کہ شاید تم ضبط نہ کر سکو اور جو حق ہے وہ پورا نہ کر سکو۔ لیکن چونکہ حضرت سے جو قلبی تعلق تھا اس کی پکار یہ تھی کہ تم اس کام کو کرو۔ تا آنکہ بندہ نے فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ کے تحت اس مبارک کام کو شروع کیا اور الحمد للہ یہ کام بحسن و خوبی پایۂ تکمیل تک پہنچا۔

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ اس کو قبول فرمائیں۔ اور اولاً بندہ کے حق میں بعدہٗ پوری امت کے حق میں اسے مفید بنائیں۔ اور حضرت مرشدی رح کی برکت سے اللہ تعالےٰ مجھے بھی عشق و محبت کا عرفان اور اپنی رضا نصیب فرمائے۔ نیز تمام قسم کے شرور و فتن سے اور آفاتِ زمانہ سے ہماری بھرپور حفاظت فرمائے۔ آمین!

اور بارگاہ الٰہی میں بصد احترام و عقیدت حضرت مرشدی رح کے چند اشعار پیش کرتے ہوئے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں ؎

میں بُرا ہزار سہی مگر، ہے کرم پہ تیرے مری نظر
تو رحیم ہے، تو کریم ہے مجھے ناز اس پہ ضرور ہے

Scanned with CamScanner

رحلت امیر شریعت[1] شاہ منت یاد ہے
ہر گھڑی کا ہر ذہن میں اس حادثہ کی یاد ہے

رحلت پیر طریقت شاہ احمد یاد ہے
اب الہ آباد اور مونگیر بھی ناشاد ہے

شاہ منت شاہ احمد کا بدل ڈھونڈیں کہاں
آہ دل پر جو ہے گزری وہ کریں کس سے بیاں

اے امیر کارواں اے شاہ منت الوداع
واقف اسرار حق اے قلب شاہد کے چراغ

شیخ احمد رہبر راہ طریقت الوداع
غمزدہ ہے پوری امت الوداع و الفراق

السلام اے فضل رحمٰن کے چمن کے والیاں
ختم ہے جانے سے تیرے عشق کی اب داستاں

اسیر غم محمد شاہد ناصری الحنفی
ابن الشیخ حضرت مولانا قاری ابو عمر حبیب بصری مدظلہٗ
مقیم ناصر گنج نستہ پوسٹ کنگہ
براہ رتن پور۔ ضلع دربھنگہ۔ بہار
۲۷ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

---

[1] امیر شریعت حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ صاحب رحمانی علیہ الرحمۃ قطب عالم حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ کے صاحبزادے تھے اور عارف باللہ حضرت مولانا الشیخ محمد عارف صاحبؒ ہرسنگھپوری کے مجاز بیعت تھے، ۲ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ کو عین تراویح کی حالت میں اللہ سے جا ملے۔
انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قصیدہ

درمنقبت حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ

از: مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہٗ

اے سراپا عاشقِ حق جانِ من — اے دوائے این دلِ رنجانِ من
اے قرار دل قرار جانِ من — اے برائے جان من جانانِ من
از تو آید بوئے ربِّ ذوالمنن — نورِ حق در قلب تو جلوہ فگن
من چہ گویم قوت نسبت ترا — رشکِ ہفت افلاک شد رفعت ترا
شیخ من عبدالغنی این گفتہ اند — شاہ احمد را سراپا عشق دان
نیز از ما گفت آن شیخ زمان — جان احمد صاحب نسبت بدان
برکاتِ شیخ شد چوں میہمان — اک نظر کرد از زمین تا آسمان
گفت بینم نورِ احمد را عیان — از زمین نورش رود تا آسمان
قصۂ مجنون شنیدم در جہان — رشکِ صد مجنون ترا دیدم عیان
عشق مولا در دلِ تو یافتم — جانِ صد مجنوں بجانت یافتم
دیدۂ تو دیدہ بانی می کند — شرحِ غم را بے زبانی می کند
دیدۂ تو جانِ ما مجنون کند — دردِ دل را تیز و ہم پُرخون کند
دیدم اندر دیدۂ تو صد جہان — بلکہ دیدم نور آں ربّ جہان
در میان عشق تو اے شاہ جاں — ہمچو صد لیلیٰ و صد مجنوں نہاں
بے خبر غافل ز خورشید دولت — عارفاں دانند قدر و منزلت

عشق حق از ہر بن مویت چکد / طالباں را عاشق حق می کند
گر نشیند نزد تو افسردہ دل / می شود از گرمیٔ تو زندہ دل
یاد می آید مرا چوں صحبتش / قلب مضطر می شود از فرقتش
جان مضطر گشت از سودائے او / کے رسد ایں جان من در کوئے او
مرحبا نغمات احمد نیم شب / می رساند طالباں را فیض رب
اے کہ تو نور ضیاء ذوالجلال / از تو جان طالباں یابد کمال
جان اختر حضرت احمد چوں دید / از مسرت خویش را صد جاں بدید
ما و تو بودیم اے جان ہموطن / ما و تو بودیم یکجاں در دو تن
از قضا لیکن شدم دور از وطن / از قضا بودی تو تنہا در وطن

روز محشر اے خدا ہمراہ دار
جان ما با جملہ ایں ابرار دار

(معارف مثنوی)

فہرستِ مجازین بیعت

(یہ فہرست اس آخری فہرست کے مطابق ہے جسے حضرت اقدس نوراللہ مرقدہ نے اپنے چھوٹے صاحبزادے برادر محترم قاری مشتاق احمد صاحب زید مجدہ کو خود عطا فرمایا تھا اور اسکی اشاعت کا امر بھی انہی کو فرمایا تھا چنانچہ موصوف نے شجرۂ منظومہ نقشبندیہ مجددیہ کے ساتھ مستقل کتابی شکل میں اسے شائع بھی فرمادیا۔ البتہ محترم جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ مقیم حال کراچی کے اجازت کی تحقیق بعد میں ہوسکی۔ اس لئے ان کے نام کا اضافہ باذن قاری صاحب موصوف کیا گیا اور ترتیب میں محترم جناب قاری عبدالحفیظ صاحبؒ کا نام مرحومین کے ساتھ شامل کردیا گیا۔ احقر کا خیال تھا کہ اس تذکرہ میں فہرست کی شمولیت ضروری نہیں جیسا کہ مذکور ہے۔ لیکن بعد میں بمصالح ضرورت محسوس ہوئی۔ واللہ ولی التوفیق۔)

۱۔ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی۔ — مظفر پور۔ اعظم گڈھ
۲۔ حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب — پھولپور۔ پرتاب گڈھ
۳۔ حضرت مولانا محمد قمرالزمان صاحب — بخشی بازار۔ الہ آباد
۴۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب — گلشن اقبال۔ کراچی
۵۔ حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی — جامعۃ الرشاد۔ اعظمگڈھ
۶۔ احقر عمار احمد عفی عنہ — افضل المعارف وصی آباد۔ الہ آباد
۷۔ حضرت مولانا مفتی منظور احمد صاحب — پٹکاپور۔ کانپور
۸۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب — پٹھان ٹولہ۔ مئو اعظمگڈھ
۹۔ حضرت مولانا حکیم کلیم اللہ صاحب — اوزنہاؤس۔ علیگڈھ
۱۰۔ حضرت مولانا محمود الحسن صاحب — مدھوبنی۔ بہار۔

اجازت نامہ

حضرت مرشدنا و مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی نور اللہ مرقدہ

عزیزم و مخلصم جناب مولوی عمار الحسن صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آپ کو تعلیم اور بیعت دونوں کی اجازت دے چکا ہوں آج پھر دوبارہ آپ کو تعلیم اور بیعت دونوں کی اجازت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائیں فقط

محمد احمد پھولپوری

تاریخ اجازت
۲ رمضان المبارک سنہ ۱۳۹۰ھ

تاریخ کتابت
۷ جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ

۱۱-	حضرت مولانا ظل الرحمن صاحب	خطیب و امام مسجد سات راستہ۔ بمبئی
۱۲-	حضرت مولانا عبدالقیوم مظاہری	جامع العلوم ۔ کانپور
۱۳-	حضرت مولانا حافظ محمد زکریا صاحب	فتحپور تال نرجا۔ مئو اعظم گڈھ
۱۴-	محترم جناب دبیر احمد صاحب	رفاہ عام سوسائٹی۔ کراچی
۱۵-	محترم جناب ریاض احمد صاحب	کوٹلہ ۔ اعظم گڈھ
۱۶-	حضرت مولانا قاری عبدالحفیظ صاحب (رحلت فرماگئے)	قصبہ ململ۔ مدھوبنی۔ بہار
۱۷-	حضرت مولانا لئیق احمد صاحب	ہنگاؤں ۔ الہ آباد
۱۸-	حضرت مولانا محمد عاصم صاحب	کوٹلہ ۔ اعظم گڈھ

فہرست مجازین صحبت

۱-	حضرت مولانا کمال الدین صاحب	بہادرپور ۔ الہ آباد
۲-	مولانا مجیب الغفار صاحب	مظہر العلوم۔ بنارس
۳-	مولانا حبیب الرحمٰن صاحب	مئو آئمہ ۔ الہ آباد
۴-	مولانا زین الاسلام صاحب	حسن منزل۔ الہ آباد
۵-	مولانا خالد سیف اللہ صاحب	گنگوہ ۔ سہارنپور
۶-	محترم حافظ امراؤ حسن صاحب	کراچی ۔ پاکستان
۷-	محترم جناب انیس احمد صاحب	چائل ۔ الہ آباد
۸-	محترم جناب حامد علی صاحب	حسن منزل۔ الہ آباد
۹-	محترم حاجی اشرف علی صاحب	کریلی اسکیم۔ الہ آباد